كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

قرآن کے دامن میں

قرآنی مباحث پر 18 علمی و تحقیقی مضامین و مقالات کا مجموعہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف : پروفیسر مولانا محمد رفیق چودھری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کے دامن میں

قرآنی مباحث پر (18) علمی و تحقیقی مضامین و مقالات کا مجموعہ

پروفیسر مولانا
محمد رفیق چودھری

مکتبۂ قرآنیات، لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 001113
51-Babar Block, Garden Town, Lahore

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب قرآن کے دامن میں

تالیف پروفیسر مولانا محمد رفیق چودھری

طابع .... حافظ تقی الدین

طبع چہارم .... اضافہ شدہ ایڈیشن 2003ء

مطبع ....

قیمت .... [redacted]= روپے

ناشر

مکتبہ قرآنیات، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔

فون نمبر: 5811297

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
⬅	دیباچہ	9

1- اسمائے قرآن 13

2- قرآن اور رسول کا باہمی تعلق 35

⬅	قرآن و رسول ﷺ میں روح و قالب کا تعلق	35
⬅	رسول ﷺ بحیثیت معلم و شارح	36
⬅	رسول ﷺ بحیثیت شارع	37
⬅	رسول بحیثیت مُطاع	38
⬅	رسول ﷺ بحیثیت مُبیّن قرآن	39
⬅	قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا	41

3- قرآن کی ایک تشبیہ 51

⬅	اہم الفاظ کی تحقیق	52
⬅	عربی میں ''قلب'' کا مفہوم	53
⬅	قساوتِ قلبی کیا ہے؟	56

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4- قرآن کی احکامی اور غیر احکامی آیات 67

5- قرآن میں اصحاب فیل کا واقعہ 81

⬅	قرآن کا اسلوب بیان	83
⬅	تفسیر القرآن بالقرآن	84
⬅	اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے معنی	86
⬅	تَرْمِيهِمْ کا مفہوم	88
⬅	بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ کے معنی	89
⬅	حاصب یعنی سخت آندھی	90
⬅	نصرتِ الٰہی کا قانون	91
⬅	اجماعِ اُمت کے خلاف	94
⬅	قریش پر بے حمیتی کا الزام	95

6- تفسیر سورۂ کوثر 97

⬅	تعارف	97
⬅	زمانۂ نزول	97
⬅	شانِ نزول	99
⬅	ماقبل سورہ سے ربط	101
⬅	مابعد سورہ سے ربط	102
⬅	لغوی تحقیق	102

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

⬅	کوثر کی تاویل	102
⬅	ان اقوال میں تطبیق	105
⬅	اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ	107
⬅	الفاظ کا دروبست اور فصاحت و بلاغت	107
⬅	کوثر کی بشارت	111

7- کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا؟ 113

⬅	قرآن کے نصوص	114
⬅	متجددین کا فکری تضاد	117

8- قرآن اور عُشر 121

⬅	عُشر کیا ہے؟	125
⬅	قرآن اور عُشر	125

9- قرآن اور جرم زنا کی سزا 141

⬅	جرم زنا کی شناعت	141
⬅	زنا مجموعہ جرائم ہے	143
⬅	شادی شدہ آدمی کا جرم زنا	145
⬅	قرآن میں جرم زنا کی سزا	147
⬅	مُحصنات کا مفہوم	149
⬅	مُحصنات کے مفہوم کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء	158

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

⬅	آیتِ جلد کا حکم	161
⬅	آیتِ جلد اور مفسرین کرام	162
⬅	قرآن حکیم اور قتلِ نفس	171
⬅	سنت اور سزائے رجم	182
⬅	فقہائے اسلام اور حدِّ رجم	189
⬅	حدِّ رجم کا اثبات	195

10- قتلِ خطا میں عورت کی دیت 201

⬅	قرآن اور مسئلہ دِیَت	203
⬅	حدیث اور مسئلہ دِیَت	209
⬅	آثارِ صحابہؓ اور اجماعِ صحابہؓ	216
⬅	اجماعِ اُمت	217
⬅	حاصلِ بحث	218

11- اسلام میں عورت کی گواہی 219

⬅	قرآن میں عورت کی گواہی	219
⬅	حدیث میں عورت کی گواہی	220
⬅	فقہائے اسلام اور عورت کی گواہی	221
⬅	اعتراضات کے جوابات	221

12- عورت کے چہرے کا پردہ 235

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

13- اقبال کا تصورِ جنت ودوزخ 243

⬅	ان تصورات کا تجزیہ	250
⬅	لغت کی دلیل	253
⬅	اصولِ تفسیر کی دلیل	256

14- قرآن میں اسمائے قیامت 260

15- غُثَآءً اَحۡوٰی کے معنی 277

⬅	قرآنی دلیل	277
⬅	عربی لُغت کے دلائل	278
⬅	خلاصۂ کلام	287

16- مکی اور مدنی سورتیں 288

⬅	مکی اور مدنی سورتوں کی تعداد	288
⬅	مکی ومدنی سورتوں کی تعیین	288
⬅	مکی سورتوں کی پہچان	289
⬅	مدنی سورتوں کی پہچان	289
⬅	اختلافی سورتیں (مکی یا مدنی ہونے کے لحاظ سے)	291
⬅	اتفاقی سورتیں	291
⬅	مکی ومدنی آیات	292
⬅	ترتیبِ نزولی میں پہلی اور آخری سورت	292

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

17- اردو زبان میں قرآنی الفاظ 293

18- قرآنی جوہر پارے 299

⬅	ایمانیات	300
⬅	عبادات	310
⬅	معاملات	313
⬅	اخلاقیات	314
⬅	متفرقات	316

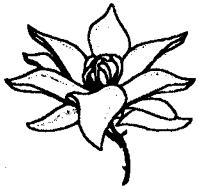

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

یہ کتاب دراصل میرے ان مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے جو اکثر وبیشتر اس سے پہلے ملک کے معروف دینی رسائل وجرائد میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ان مضامین کا تعلق چونکہ قرآن مجید کے علوم ومعارف اور احکام ومباحث سے ہے اس لیے اسے ''قرآن کے دامن میں'' کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے پہلے دو ایڈیشنوں میں کل تیرہ (13) مضامین ومقالات شامل تھے۔ لیکن اب زیرِ نظر اضافہ شدہ ایڈیشن میں پانچ نئے مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے اور اب ان مضامین ومقالات کی کل تعداد تیرہ (13) سے بڑھ کر اٹھارہ (18) ہوگئی ہے۔

اس کتاب کا پہلا مضمون ''اسمائے قرآن'' ہے جس میں قرآن کے ان صفاتی ناموں کی تشریح وتفصیل ہے جو خود قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں۔

دوسرے مضمون کا موضوع ہے ''قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلق'' اس میں کتاب وسنت کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ رسولؐ یا سنتِ رسول سے الگ کر کے قرآن کو سمجھا نہیں جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ درحقیقت قرآن کے مفسر اور شارح ہیں اور آپؐ کی سنت قرآن کی شرح وتفسیر ہے۔

تیسرا مضمون ''قرآن کی ایک تشبیہ'' ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی سنگ دلی اور قساوتِ قلبی کو پتھروں سے تشبیہ دیے جانے کی تشریح کی گئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مضمون ''قرآن کے احکامی اور غیر احکامی آیات'' ہے، اس میں قرآنی آیات کی اس تقسیم کو غیر ضروری قرار دیا گیا ہے۔

پانچواں مضمون '' قرآن میں اصحاب فیل کا واقعہ'' ہے۔ اس میں ان لوگوں کے اس نظریے کی تردید کی گئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اصحاب فیل کی تباہی پرندوں کی سنگ باری سے نہیں ہوئی تھی بلکہ پرندے صرف لاشوں کو کھانے کے لیے آئے تھے تاکہ جوارِ کعبہ کو تعفن سے پاک کرنے کا بلدیاتی کام سرانجام دیں۔

چھٹا مضمون ''تفسیر سورۃ کوثر'' ہے۔ اس میں قرآن مجید کی اس سب سے چھوٹی سورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

ساتواں مضمون ہے ''کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا؟'' اس مضمون میں بعض لوگوں کے اس تصور کی تردید کی گئی ہے جو نبی اور رسول کے مابین یہ فرق بھی کرتے ہیں کہ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی نبی قتل ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی رسول بھی کبھی قتل ہو۔

آٹھواں مضمون '' قرآن اور عُشر'' ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ آیاتِ قرآنی کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر عُشر کا حکم موجود ہے۔

نواں مضمون '' قرآن اور جرمِ زنا کی سزا'' ہے اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جرم زنا میں محصن (شادی شدہ) کی سزا سنگساری ہے اور یہ سزا قرآن مجید کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ایک سنت ثابتہ ہونے کی حیثیت سے یہ قرآن ہی کی شرح و تفسیر ہے اور اس کے مطابق ہے۔ جبکہ از روئے قرآن غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہے۔

دسواں مضمون ''قتلِ خطا میں عورت کی دیت'' ہے۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ قتلِ خطا میں عورت کی دیت مرد کی دِیَت کا نصف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں مضمون ''اسلام میں عورت کی گواہی'' ہے۔اس میں کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ معاملات میں دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

بارھواں مضمون ''عورت کے چہرے کا پردہ'' ہے۔اس میں قرآن حکیم کے حکمِ حجاب کی وضاحت کی گئی ہے کہ اجنبی مردوں سے عورت کو اپنے چہرے کا پردہ کرنا ضروری ہے۔

تیرھواں مضمون ''اقبال کا تصورِ جنت و دوزخ'' ہے۔اس میں اقبال مرحوم کے تصور جنت ودوزخ پر قرآن کی روشنی میں تنقید کی گئی ہے۔

چودھواں مضمون'' قرآن میں اسمائے قیامت'' ہے۔ اس میں قیامت کے ان (43) ناموں کی تشریح مع حوالہ ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور جو قیامت کے مختلف احوال وکیفیات اور مراحل کو ظاہر کرتے ہیں۔

پندرھواں مضمون ہے''غُثَآءً اَحۡوٰی کے معنی''۔اس مضمون میں بعض تجدد پسند حضرات کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیا گیا ہے جو وہ ان الفاظ کے متفق علیہ اور مجمع علیہ مفہوم کے خلاف معنی بیان کرتے ہیں۔

سولھواں مضمون'' مکی اور مدنی سورتیں'' ہے۔اس مضمون میں مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔

سترھواں مضمون''اردو میں قرآنی الفاظ'' ہے۔اس مضمون میں ان تمام قرآنی الفاظ کو حروف تہجی کی صورت میں جمع کردیا گیا ہے جو اردو میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جن معنی میں قرآن میں آئے ہیں۔

اٹھارھواں مضمون ہے'' قرآنی جواہر پارے''۔اس مضمون میں قرآن حکیم کے ایسے (170) فقرے جمع کیے گئے ہیں جو مختصر ہونے کے باوجود فصاحت وبلاغت کا اعجاز اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر حکمت ادب پارے ہیں۔ان کو ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور متفرقات کے مختلف عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔

هذا ما عندی والعلم عند الله وهو ولی التوفیق

محمد رفیق چودھری
لاہور

17۔اگست 2003ء
مطابق 16۔جمادی الثانی 1424ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(1) اسماءُ القرآن

قرآن مجید نے اپنی گوناگوں اور مختلف حیثیات کے پیش نظر اپنے لیے بعض ایسے صفاتی نام تجویز کیے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنا تعارف کراتا ہے اور جس کے نتیجے میں اس کا عظیم مرتبہ ومقام واضح ہوتا ہے۔

اس ضمن میں اگرچہ لفظِ قرآن' کی لغوی بحث میں کئی اقوال ملتے ہیں تاہم اس لفظ کی حیثیت بھی اسمِ علَم یعنی اس کے اصل نام کی ہوگئی ہے۔ کیونکہ بعض دوسری الہامی کتابوں مثلاً توریت اور انجیل (جو کہ اب لفظی اور معنوی طورر پر محرف ہو چکی ہیں) کے اسماء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کے لیے جو نام اختیار ہے وہ قرآن ہی ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ﴾ [سورۂ توبہ: 111]

"بے شک اللہ نے اہل ایمان سے خرید لیا ہے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس کے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو کبھی قتل کر ڈالتے ہیں اور کبھی قتل ہو جاتے ہیں۔ اس پر ہمارا ایک سچا وعدہ ہے توریت میں، انجیل میں اور قرآن میں۔"

پھر اس کتاب الٰہی کے تمام اسماء میں بھی سب سے زیادہ قرآن' ہی کا نام مذکور ہوا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالکل اسی طرح جس طرح اسماءِ حسنیٰ میں 'اللہ' کا نام ہی قرآن مجید میں سب سے زیادہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے لیے جو اسماء و القاب اختیار کئے ہیں۔ ان کو ہم اس مضمون میں حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کریں گے اور ہر ایک نام کے تحت صرف ایک ہی حوالے پر اکتفا کریں گے تاکہ طوالت پیدا نہ ہو۔

1- احسن الحدیث

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''احسن الحدیث'' ہے۔ جس کے معنی ہیں: ''بہترین کلام'' ''عمدہ ترین بات۔'' اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی کلام بہترین اور عمدہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ اس خالقِ کائنات کا کلام ہے جس کا کوئی شریک و سہیم اور ثانی نہیں ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ﴾ [الزمر: 23]

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دھرائی ہوئی، اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

2- اَمر

قرآن مجید کا ایک نام ''اَلْاَمْرُ'' ہے جس کے معنی ''حکم'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''اَلْاَمْرُ'' ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہوئے ہیں جن کی تعمیل اور اطاعت کرنا اس کے بندوں پر فرض ہے۔

﴿ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ﴾ [سورہ الطلاق: 5]

''یہ حکم ہے اللہ کا جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3- بُرہان

قرآن مجید کی ایک صفت ''البرہان'' ہے۔جس کے معنی ہیں۔''مضبوط اور روشن دلیل'' حجت قاطع' ہر حال میں سچی دلیل۔قرآن مجید کے البرہان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجت قاطع ہے۔ ہر شبے کا ازالہ، ہر اعتراض کا جواب اور ہر سوال کا تشفی بخش جواب ہے۔ یہ اپنی دلیل آپ ہے اور آفتاب آمد دلیلِ آفتاب والی بات یہ ہے۔

﴿يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝﴾

[النساء :174]

''اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً ایک دلیل تمہارے رب کی طرف سے آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک کھلا ہوا نور بھیجا ہے۔''

4- بُشریٰ

''بُشریٰ'' بھی قرآن مجید کا ایک نام ہے۔جس کے معنی ''خوش خبری'' کے ہیں۔قرآن مجید کے ''بُشریٰ'' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔وہ ان کو ان کے اچھے اعمال کے بہتر بدلے اور ثواب کی خوشخبری سناتا ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾

[النحل:89]

''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

5- بشیر

''بشیر'' بھی قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں ''خوشخبری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینے والا'' ''بشارت دینے والا۔'' یہ لفظ حضورؐ کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔قرآن مجید ان معنوں میں بشیر ہے کہ وہ انسان کو اُخروی زندگی کی نعمتوں' آسائشوں اور جنت کی بشارت دیتا ہے بشرطیکہ وہ اس قرآن مجید کی پیروی کرے اور وہ نیک لوگوں کو جنت کے اچھے انجام کی خوشخبری دیتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

[حٰمٓ سجدہ:3-4]

''یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کر دی گئی ہیں یعنی قرآن عربی، جو سمجھ والوں کے لیے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔''

6- بصائر

قرآن مجید کی ایک صفت ''بصائر'' ہے۔ جو ''بصیرت'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں (سوجھ بوجھ' علم کی روشنی' کھلی حقیقت۔) قرآن مجید اس مفہوم میں ''بصائر'' ہے کہ وہ ایسی کھلی حقیقتوں کا بیان ہے جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ وہ علم کی ایسی روشنی ہے جس میں کسی دھوکے، فریبِ نظر، جہالت یا گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ دل کی آنکھوں کے پردے ہٹا دینے والی کتاب ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝﴾ [الجاثیہ :20]

''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرتوں کا مجموعہ ہے اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کے لیے بڑی رحمت ہے۔''

7- بلاغ

قرآن مجید کا ایک نام ''بلاغ'' بھی ہے جس کے معنی ہیں ''پیغام'' یا ''وہ ذریعہ جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔'' قرآن مجید کو بلاغ اس لیے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بندوں کے نام پیغام ہے۔اور یہ قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی ہے۔

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ابراهيم :52]

''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ اس کے ذریعے سے وہ خبردار کردیے جائیں اور تاکہ وہ یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

8- بیان

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''بیان'' بھی ہے جس کے معنی ہیں ''اظہارِ حقیقت''، کسی چیز کا کھل کر سامنے آنا، ''واضح ہو جانا'' اور وہ دلیل جس سے کوئی چیز ظاہر ہو جائے۔'' قرآن مجید ان معنوں میں بیان ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں اصل حقیقت کا اظہار ہے۔وہ راہِ ہدایت کو واضح کرتا اور زندگی کی غلط راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران :138]

''یہ لوگوں کے لیے ایک بیان ہے اور ڈرنے والے کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

9- بیّنہ

قرآن مجید کی ایک صفت ''بَیِّنہ'' ہے جس کے معنی ایسی واضح حقیقت اور روشن دلیل کے ہیں جو عقلی اعتبار سے اور محسوس طور پر واضح ہو۔قرآن مجید کے ''بَیِّنَہ'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی کھلی حقیقت اور روشن دلیل ہے جو عقل کو اپیل کرتی ہے اور جسے انسانی بصیرت محسوس کرتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ [الانعام:156-157]

"پس اب آ چکی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت۔"

10- تبیان

قرآن مجید کا ایک نام "تبیان" ہے جس کے معنی ہیں "واضح اور مفصل طور پر بیان کرنا۔" قرآن مجید کے "تبیان" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کو واضح اور مفصل طور پر بیان کر دیا ہے جس کا تعلق عقیدے اور عمل سے ہے۔ گویا قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں دینِ اسلام کی پوری وضاحت موجود ہے اور شہادتِ حق ادا کر دی گئی ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ٥﴾ [النحل :89]

"اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔"

11- تذکرہ

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "تذکرہ" ہے جس کے معنی ہیں "یاد دلانا" "یاددہانی کرانا۔" قرآن مجید ان معنوں میں تذکرہ ہے کہ یہ ہمیں ہماری اصل فطرت اسلامی یعنی توحید کے سبق کی یاددہانی کراتا ہے۔ وہ ہمارے ضمیر کو خوابِ غفلت سے جگاتا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بے لاگ انصاف کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥﴾ [الحاقة :48]

"اور یہ (قرآن) بے شک نصیحت ہے متقیوں کے لیے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

12- تنزیل

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''تنزیل'' ہے جس کے معنی ہیں ''نازل کرنا، نازل شدہ، اُتارا ہوا۔'' قرآن مجید کو اس لیے ''تنزیل'' کہا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔ کسی انسان یا مخلوق کا قول نہیں ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے نہایت اہتمام سے نازل فرمایا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الشعراء :192]

''اور بے شک یہ (قرآن) پروردگارِ عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

13- حق

قرآن مجید کی ایک صفت ''حق'' بھی ہے۔ حق کے معنی ہیں ایسی بات جو ثابت ہو، اٹل ہو، اَن مِٹ ہو اور قائم و باقی رہنے والی ہو۔ قرآن اِن معنوں میں ''حق'' ہے کہ اس کی ہر بات اٹل ہے، ثابت ہے اور حقائق و واقعات کے مطابق ہے۔ اس کی ہر دلیل سچی اور ہر دعویٰ مبنی برحق ہے۔ زمان و مکان کے تغیر سے اس کی بات میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوسکتا۔ یہ اپنے مقابلے میں آنے والی ہر چیز کے سامنے قائم و ثابت ہے اور کوئی چیز اس کے مقابلے میں آ کر ٹھہر نہیں سکتی۔ اس میں ثبات اور قیام ہے، فرار اور زوال نہیں۔

﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝﴾ [الزخرف :29-28]

''اصل یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور ایک روشن رسولؐ آ گیا۔ اور جب ان کے پاس حق آ گیا تو وہ بولے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔''

14- حُکم

قرآن مجید کا ایک نام ''حکم'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''فیصلہ، ماخذِ قانون اور ضابطہ''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حیات۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''حکم'' ہے کہ انسانی زندگی کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ہر قسم کے معاملات کے لیے ماخذ قانون اور بہترین فیصلہ ہے اور اس میں حیاتِ انسانی کے لیے اوامر و نواہی کے ضابطے موجود ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ﴾ [الرعد: 37]

''اور اسی طرح ہم نے اس (کتاب) کو نازل کیا ہے بطور ایک صاف حکم کے۔''

15- حکمت

قرآن کی ایک صفت ''حکمت'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''دانائی، محکم اور دانشمندانہ بات، فیصلے میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا اور جہالت و گمراہی اور افراط و تفریط سے بچ کر چلنا۔'' قرآن مجید اس لحاظ سے ''حکمت'' ہے کہ اس میں دانائی ہی کی باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ اس میں جہالت و نادانی کا گزر نہیں کیونکہ یہ ایک حکیم و دانا ہستی کا کلام ہے۔ اس کی ہر بات محکم ہے اور دانش پر مبنی ہے۔ اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پیشِ نظر کر کے کہی گئی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝﴾

[القمر: 5-4]

''اور ان لوگوں کے پاس اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ جن میں کافی عبرت ہے۔ اعلیٰ درجے کی دانشمندی ہے۔ مگر خبر دار کرنے والی چیزیں انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔''

16- حکیم

قرآن مجید کا ایک نام ''حکیم'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''دانا، عقل و دانش سے بھرپور، حکمت بھرا۔'' یہ اللہ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے ''حکیم'' ہے کہ اس کے ہر بیان میں حکمت، دانائی اور بصیرت ہے۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو بلا مقصد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو، فضول یا بے کار ہو۔اس کے ہر حکم میں حکمت و مقصد، اس کی ہر بات میں دانش و دانائی موجود ہے۔

﴿یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o﴾ [یٰسٓ :2-1]

"یاسین۔قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔"

17- ذکر

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "ذکر" ہے۔جس کے معنی "نصیحت، یاددہانی اور شرف وعزت کے ہیں۔" قرآن مجید کو ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے ایک نصیحت نامہ ہے۔وہ ایک ایسی یاددہانی ہے جس سے انسان کا خوابیدہ ضمیر اور اس کی خفتہ فطرت کو جگایا جاسکتا ہے۔تاکہ وہ اپنے خالق کی صحیح معرفت حاصل کرسکے اور راہِ ہدایت پر گامزن کر کے انسان کی توجہ قوانین الٰہی اور نوامیسِ فطرت کی طرف مبذول کراتا ہے۔مزید برآں قرآن مجید اس لحاظ سے بھی ذکر ہے کہ اس پر عمل کر کے قومیں عزت وشرف حاصل کرسکتی ہیں اور اس کو ترک کر کے وہ قعرِ مذلت میں گرسکتی ہیں۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o﴾ [الحجر:9]

"بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

18- ذکریٰ

قرآن مجید کی ایک صفت "ذکریٰ" بھی آئی ہے۔جس کے معنی بھی "نصیحت اور یاددہانی" کے ہیں۔قرآن مجید اس لحاظ سے ذکریٰ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نوعِ انسانی کے لیے ایک نصیحت ہے جو ان کی سوئی ہوئی فطرت اسلامی کو بیدار کرتی ہے۔تاکہ وہ اپنے بھولے ہوئے خالق کو یاد کر کے اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں۔

﴿کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِکْرٰی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ [الاعراف:1]

''یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو خبردار کریں۔ پس آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو۔ اور یہ نصیحت ہے اہل ایمان کے لیے۔''

19- رحمت

قرآن مجید کی ایک صفت ''رحمت'' ہے۔ جس کے معنی ''مہربانی، شفقت اور عطیہ'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''رحمت'' ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو جہالت، نادانی اور گمراہی سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے جہالت وضلالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھریں اور دنیا وآخرت میں س کے غضب وعذاب کے مستحق ٹھہریں۔ اس لیے یہ اس نے اپنی خاصی مہربانی اور شفقت فرمائی کہ ان کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کر دی جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے مقصد حیات کے گوہر مراد کو پا سکتے ہیں۔ اور وہ اس کے ذریعے اللہ کا نہیں بلکہ اپنا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ کتاب انسانوں کو ان کی کسی محنت کے صلے میں یا ان کے کسی عمل کے بدلے میں نہیں ملی بلکہ یہ سراسر فضل الٰہی، عطیۂ خداوندی اور عنایتِ ربّانی کی صورت میں ان کے پاس آئی ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝﴾ [النحل:89]

''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

20- رُوح

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''الرُّوح'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''زندگی، رحمت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وروحی اُلٰہی۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''الروح'' ہے کہ اس سے مردہ دلوں کو حیاتِ تازہ ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا یہ فضل واحسان ہے کہ اس نے کتاب کی صورت میں ایسی وحی نازل کردی جس کے ذریعہ انسان دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی سے ہم کنار ہوسکتا ہے اور خسارہ ونقصان سے بچ سکتا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ﴾ [الشوریٰ:52]

''اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس روح یعنی اپنا حکم بھیجا ہے۔''

21- شفاء

قرآن مجید کی ایک صفت ''شفاء'' بھی ہے جس کے معنی کسی مرض پر غالب آنے اور صحت یاب ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید اس لحاظ سے ''الشفاء'' ہے کہ اس سے دلوں کے امراض پر قابو پایا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے رُوحانی اور نفسیاتی بیماریوں' مثلاً جہالت، کبر، غرور، حرص، بخل، حسد اور کینہ وغیرہ کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ [یونس:57]

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آ گئی ہے اور شفا بھی (ان بیماریوں کے لیے) جو سینے میں ہوتی ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت۔''

22- صدق

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''اَلصِّدْق'' بھی ہے۔ جس کے معنی ''سچائی اور نیک نامی'' کے ہیں۔ قرآن مجید کے ''اَلصِّدْق'' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سراسر سچائی اور صداقت ہے۔ اس کے بیان میں کسی قسم کے جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اس کی باتیں سچی ہیں۔ اس کے دعوے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برحق ہیں۔انسان اور کائنات کے بارے میں جو کچھ اس نے بیان کر دیا ہے وہ حق وصداقت پر مبنی ہے۔اور وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ذکر خیر قیامت تک ہوتا رہے گا۔اس کا احترام ہمیشہ باقی رہے گا۔

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَo وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَo﴾

[الزمر:33-32]

''پس اس سے بڑھ کر بے انصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ لگائے اور سچی بات کو جھٹلائے، جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے۔کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہ ہوگا؟ اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا، تو یہی لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔''

23- عجب

قرآن مجید کی ایک صفت ''عجب'' بھی ہے۔جس کے معنی ہیں ''بہت عجیب، دل پذیر اور اثر انگیز۔'' قرآن مجید اس اعتبار سے ''عجب'' کہلاتا ہے کہ یہ عام انسانی کلام کی طرح کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خالق کائنات کا کلام ہے۔جو اپنی فصاحت وبلاغت میں بے نظیر، اپنی تاثیر میں یکتا اور دل پذیری میں منفرد ہے۔یہ ایک معجزہ ہے۔جس کی مثال پیش کرنے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں۔

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo﴾

[الجن:1]

''آپ کہیں کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی کہ جنوں میں سے ایک گروہ نے قرآن سنا، پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجب (عجیب) قرآن سنا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

24- عربی

قرآن مجید کی ایک صفت ''عربی'' ہے۔جس کے معنی ہیں ''فصیح اور واضح'' طور پر بیان کرنے والا، قرآن مجید کے عربی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہے۔اس کی زبان ایسی ہے جو فصیح وبلیغ ہے۔اس کے بیان میں کوئی الجھاؤ یا ابہام نہیں ہے۔اس کی بات میں کجی یا پیچیدگی نہیں ہے۔وہ اپنی بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور اپنا مدعا عمدہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ٥﴾ [یوسف:2]

''بے شک ہم نے یہ عربی قرآن نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

25- عزیز

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''عزیز'' بھی ہے۔جس کے معنی ''زبردست، غالب، عزت والا اور نادر'' ہیں۔یہ نام اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے ہے۔قرآن مجید اس لحاظ سے ''عزیز'' ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا زبردست کلام ہے جس میں کبھی کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔یہ کتاب نہایت عزت واحترام کی حامل ہے اور یہ اللہ کا نادر کلام ہے۔

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ٥ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ﴾

[حٰمٓ السجدہ :41-42]

''اور بے شک یہ عزیز (زبردست) کتاب ہے جس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔''

26- عظیم

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''عظیم'' بھی ہے۔جس کے معنی ''عظمت والا'' ہیں۔یہ نام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی اللہ کے اسماءِ حسنٰی میں سے ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''عظیم'' ہے کہ یہ اللہ تعالٰی کا بڑا باعظمت کلام ہے۔ یہ شہنشاہِ کائنات کا عالی مرتبہ کلام ہے۔ اس کی عظمت وجلالت کے آگے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَo﴾ [الحجر:87]

''اور بے شک ہم نے آپ کو سات (آیتیں) دیں جو دہرائی جاتیں اور قرآنِ عظیم۔''

27- علم

قرآن مجید کی ایک صفت ''العلم'' بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے ''یقینی علم، صحیح معلومات، حقیقت نفس الامری کا علم، حقیقت وواقعیت کا معلوم ہونا۔''

قرآن مجید اس پہلو سے ''العلم'' ہے کہ خالقِ کائنات اور علیم وخبیر کا اتارا ہوا ہے جو حقائق وواقعات کا صحیح علم ہے اور جس میں غلطی اور خطا کا کوئی امکان نہیں۔

﴿وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰهُ حُکْمًا عَرَبِیًّا ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍo﴾ [الرعد:37]

''اور اسی طرح ہم نے اس (کتاب) کو نازل کیا ہے بطور ایک صاف حکم کے۔ اور اگر آپ کہیں ان کی خواہشوں پر چلنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''

28- فرقان

قرآن مجید کا ایک نام ''الفرقان'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''فرق کرنا، حق وباطل میں فرق وامتیاز کرنے والا، اور حق وباطل کا فیصلہ کرنے والا۔'' قرآن مجید اس لحاظ سے ''الفرقان'' ہے کہ یہ حق وباطل کی راہوں میں اور حلال وحرام چیزوں میں فرق وامتیاز کرتا ہے اور اوامر و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نواہی کو وضاحت سے بیان کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کے لیے بصیرت کی روشنی ہے جس سے وہ صواب و ناصواب اور جائز و ناجائز میں تمیز کر سکتے ہیں۔ وہ ایک معیار اور کسوٹی ہے جس سے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

[الفرقان: 1]

"بڑی عالی ذات ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ وہ تمام اہلِ جہان کے لیے خبردار کرنے والا ہو۔"

29- کتاب

قرآن مجید کی ایک صفت "الکتاب" ہے جس کے معنی ہیں "تحریر، ضابطہ، حکم، قانون، مجموعہ۔" قرآن مجید ان معنوں میں "الکتاب" ہے کہ وہ رب العالمین کا ضابطہ، قانون اور حکم نامہ ہے اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾

[الانعام: 92]

"اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تا کہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو۔"

30- کریم

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "الکریم" ہے۔ جس کے معنی ہیں "شرف والا، باوقار اور معزز" یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں "الکریم" ہے کہ وہ کسی حقیر مخلوق کی بات نہیں ہے۔ وہ کسی جن یا کاہن کا قول نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے خالق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و مالک کا برگزیدہ کلام ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الواقعہ:77]

''اور یہ ایک معزز قرآن ہے۔''

31- کلامُ اللہ

قرآن مجید کی ایک صفت '' کلام اللہ'' ہے۔جس کے معنی ہیں '' اللہ کی بات'' یا'' اللہ کا قول۔'' قرآن مجید ان معنوں میں '' کلام اللہ'' ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی مخلوق کی کہی ہوئی بات یا کسی بندے کا قول نہیں ہے۔

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ﴾ [التوبہ:6]

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیں تا کہ وہ اللہ کا کلام سن سکے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادیں۔''

32- مُبارک

قرآن مجید کی ایک صفت '' مُبارک'' آئی ہے۔جس کے معنی ہیں '' بابرکت، فیض بخش، اضافے والی''۔قرآن مجید اس اعتبار سے '' مبارک'' ہے کہ اس سے انسان پر راہِ ہدایت بآسانی کھلتی ہے اس کے ایمان وعمل میں برکت ہوتی ہے۔اس کے پڑھنے، اس کے سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے میں ثواب واجر ہے جسے اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ یہ فیض پہنچانے والی اور برکت دینے والی کتاب ہے۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ [الانعام:92]

''اور یہ کتاب، ہے جو ہم نے نازل کی، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تا کہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو۔"

33- مبین

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "مبین" آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "واضح، کھلا، ظاہر۔" قرآن مجید ان لحاظ سے "مبین" ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کو بالکل واضح طور پر پیش کرتا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ [یٰسٓ:69]

"یہ تو ایک نصیحت اور واضح قرآن ہے۔"

34- متشابہ

قرآن مجید کی ایک صفت "متشابہ" آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں "باہم ملتا جلتا، تضاد سے پاک، ہم رنگ، ہم آہنگ۔" قرآن مجید ان معنوں میں "متشابہ" ہے کہ اس کی تعلیمات ملتے جلتے انداز میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ ایک ہی واقعہ مختلف اسلوبِ بیان سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اور اس کے مضامین میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ﴾ [الزمر:23]

"اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی۔ اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔"

35- مثانی

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "مثانی" بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "جوڑا جوڑا، دہرائی جانے والی چیزیں۔" قرآن مجید اس پہلو سے "مثانی" ہے کہ اس میں متوازی اور متضاد چیزوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو بیان کرنے کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ایک جگہ اہل ایمان کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اہل کفر کا ذکر بھی ملتا ہے۔اسی طرح جنت کے تذکرے کے ساتھ دوزخ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔نیز وہ ایک ہی قسم کے واقعات وقصص کو کئی بار مختلف اسالیبِ بیان سے دہراتا ہے۔کہیں مجمل اور کہیں مفصل انداز سے پیش کرتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ﴾ [الزمر:23]

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی۔اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

36- مجید

قرآن حکیم کا ایک صفاتی نام ''مجید'' ہے۔جس کے معنی ''بزرگی والا'' اور ''برتر'' کے ہیں۔یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنٰی میں سے بھی ہے۔قرآن مجید اس اعتبار سے ''مجید'' ہے کہ وہ بزرگ و برتر ہستی کا بزرگ و برتر کلام ہے۔وہ ایسا کلام ہے جس کی بہت سی خوبیاں اور کمالات ہیں۔

﴿بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌۙ فِىۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ﴾ [البروج:22-21]

''اصل یہ ہے کہ یہ بزرگی والا قرآن ہے لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا۔)''

37- مُصَدِّق

قرآن مجید کا ایک وصف ''مصدق'' ہونا ہے۔جس کے معنی ہیں ''مِصداق، تصدیق و تائید کرنے والا'' قرآن مجید ان معنوں میں ''مصدق'' ہے کہ وہ انبیاء سابقین اور پہلی کتابوں کی پیش گوئیوں کا مصداق ہے۔اور وہ سابقہ کتب سماویہ کے بارے میں یہ تائید وتصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء کرام پر نازل ہوئی تھیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام:92]

''اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو۔''

38- موعظت

قرآن مجید کی ایک صفت ''موعظۃ'' بھی آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''نصیحت، خیر خواہی اور کسی شخص کو کسی کام کے اچھے اور برے نتیجے سے آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا۔'' قرآن مجید کو ''موعظۃ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اس میں ان کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے سے ان کو سمجھایا گیا ہے۔ اور ان کو ان کے اچھے اور برے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○﴾

[آل عمران: 138]

''یہ لوگوں کے لیے ایک بیان ہے اور ڈرنے والے کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

39- مُھَیْمَن

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''مُھَیْمَنْ'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''نگہبان، محافظ'' یہ لفظ امن سے بنا ہے اور اس میں ہمزہ (ء) ھ سے بدل گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''مھیمن'' ہے کہ یہ اپنے سے پہلے کی تمام کتبِ سابقہ کی اصل اور بنیادی تعلیمات کا محافظ اور ان کی صداقتوں کا امین ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ﴾ [المائدہ:48]

''اور ہم نے آپ پر یہ کتب برحق اتاری ہے۔ جو مصداق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آ چکی ہیں اور ان پر مہیمن (محافظ) ہے۔''

40- نذیر

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''نذیر'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''خبردار کرنے والا، خطرے سے ڈرانے والا۔'' یہ لفظ نبی ﷺ کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے ''نذیر'' ہے کہ وہ انسان کو اس کی بداعمالی کے برے انجام سے خبردار کرتا ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتیجے میں ہونے والے دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

﴿کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا﴾

[حٰم سجدہ 4-3]

''یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی قرآن عربی جو سمجھ والوں کے لیے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔''

41- نور

قرآن مجید کا ایک نام ''نور'' بھی ہے۔ جس کے معنی ''روشنی'' اور ''اُجالے'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''نور'' ہے کہ وہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کرتا اور علم و ہدایت کی روشنی میں بکھیرتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا ۝﴾

[النساء:174]

''اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً ایک دلیل تمہارے رب کی طرف سے آ چکی ہے اور ہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے تمہاری طرف ایک کھلا ہوا نور بھیجا ہے۔''

42- وحی

قرآن مجید کی ایک صفت ''وحی'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''اشارۂ سریع، القاء اور الہام'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''وحی'' ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بات اور اس کا پیغام ہے۔ کسی مخلوق کا قول نہیں ہے۔ وہ خالقِ کائنات کا کلام ہے جو اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ [النجم:4]

''یہ تو تمام تر وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔''

43- هُدًى

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام '' هُدًى'' بھی ہے۔ جس کے معنی ''ہدایت'' اور ''رہنما'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں '' هُدًى'' ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے سراپا ہدایت ہے۔ وہ انسان کو صحیح راہ پر چلاتا اور غلط راہوں سے بچاتا ہے۔ وہ گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی جانب دعوت دیتا اور اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ انسان کو صحیح، با مقصد نیک اور اللہ کے احکام کی تابع زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور شیطان کے راستوں کو چھوڑنے کی تاکید کرتا ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾ [البقرہ:185]

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں ایسا قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور فرقان کے کھلے دلائل موجود ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس طرح قرآن مجید نے اپنے بہت سے اسماء والقاب اور صفاتی ناموں کے ذریعے اپنا تعارف خود ہی کرادیا ہے۔اس کے بعد اس کی حقیقی عظمت وجامعیت کا صحیح تصور ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(2) قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلق

قرآن اور رسول اللہ ﷺ میں روح اور قالب کا تعلق ہے۔قرآن اللہ کی کتاب ہے اور رسول اس کتاب کا معلم ہے۔قرآن کلامِ الٰہی ہے اور رسولؐ اس کلامِ الٰہی کا مدعاو مفہوم واضح کرنے والا مُبَیِّن ہے۔قرآن ایک دستور (Constitution) ہے اور اور رسولؐ اس دستور کی مستند اور معتبر تشریح وتعبیر کرنے والا (Explainer and Interpreter) اور شارع (Law- Giver) ہے۔

رسولؐ کی یہ تمام حیثیات خود قرآنِ حکیم نے متعین کردی ہیں اور ان کے مطابق رسولؐ نے اپنا فریضۂ رسالت سرانجام دیا ہے۔

رسولؐ کا یہی وہ منصبِ رسالت ہے جس میں امت کا کوئی فرد آپؐ کا ہرگز شریک نہیں ہے اس لیے کہ رسولؐ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص صاحبِ وحی نہیں ہے۔آنحضرتؐ نے قرآن حکیم کے بارے میں جو تشریح وتعبیر اور تعلیم وتشریح فرمائی اس میں کسی خطا کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ حضورؐ معصوم عن الخطا ہیں اور رسولؐ کی تشریح وتعبیر بھی قرآنی حکم کی طرح واجب العمل ہے۔

1- قرآن ورسولؐ میں رُوح وقالب کا تعلق

قران کا ارشاد ہے۔

﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا٥ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[الطلاق:11-10]

''اللہ نے تمہاری جانب ذکر (قرآن) نازل کیا ہے یعنی رسولؐ جو تمہیں اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ اہل ایمان اور نیکوکاروں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔''

اس مقام پر ذکر یعنی قرآن کا بدل رسولؐ ہے گویا قرآن اور رسولؐ ہدایت کے باب میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن جن حقائق کی یاد دہانی کراتا ہے رسولؐ بھی انہیں حقائق کی یاد دہانی کرانے والا ہے۔ رسولؐ کی اسی صفت کو قرآن نے ایک اور جگہ بیان فرمایا ہے کہ:

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ٥﴾ [الغاشیہ:21]

''پس آپ یاد دہانی کرا دیجئے، آپ تو یاد دہانی کرانے والے ہیں۔''

ابو داؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

((یا ام المؤمنین حدثنی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قالت: الست تقرء القراٰن؟ فان خلق رسول اللہ ﷺ کان القراٰن))

''اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے بتائیے؟ انہوں نے فرمایا: ''کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق تو بس قرآن تھا۔''

دوسرے الفاظ میں قرآن اگر روح ہے تو رسولؐ اس کا قالب ہے، قرآن اگر جان ہے تو رسولؐ اس کا جسم ہے۔

2- رسولؐ بحیثیت معلم و شارح قرآن

قرآن فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ [آل عمران:164]

"اللہ نے مومنین پر یہ بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو اس کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سناتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔"

یہی مضمون سورہ بقرہ آیات 129 اور 151 نیز سورۂ جمعہ آیت 2 میں بھی آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے رسولؐ کو معلمِ قران کی حیثیت دی ہے۔ جو تلاوتِ آیات سے الگ ایک منصب ہے۔

3- رسولؐ بحیثیت شارع

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾

[سورة الاعراف : 157]

"جو لوگ اُمی نبی ورسولؐ کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو معروف کا حکم دیتا اور منکر سے روکتا ہے۔ وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے وہ ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں اتارتا ہے جو ان پر پہلے سے رہی ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے الفاظ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ......رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور صفت آئے ہیں......جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کو تحلیل وتحریم کا کام بھی سپرد کیا گیا ہے اور جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو قرآنی دستور کی روشنی میں تشریع (Legislation) کا حق حاصل ہے۔احادیث سے بھی آپؐ کے شارع ہونے کا ثبوت ملتا ہے مثلاً ایک حدیث ہے:

((مَابُعث نبی اللہ الّا مُحِلّا وَ مُحَرِّمًا))

''اللہ نے اپنے نبیؐ کو حلال وحرام ٹھہرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

[مسلم، کتاب الصید، مسند احمد]

فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں بھی جگہ جگہ الشارع (Law-Giver) کا لفظ نبی ﷺ کے لیے بطور ایک عَلَم کے آتا ہے اور یہ لفظ ہمارے دینی ادب میں حضورؐ کی صفت کے طور پر مستعمل ہے۔اس تفصیل سے رسولؐ کی تشریعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

4- رسولؐ بحیثیت مطاع

پھر جس طرح قرآن واجب الاطاعت ہے اسی طرح رسول بھی واجب الاطاعت مطاع ہیں۔قرآن میں کئی جگہ آیا ہے کہ:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔''

مثال کے طور پر سورۂ محمد میں ہے کہ:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۝﴾ [سورۂ محمد:33]

''اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال خراب نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ [النساء:64]

"اور ہم نے ہر رسولؐ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا ۚ﴾

[الحشر:7]

"رسولؐ جو کچھ تمہیں دے، لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ۔"

ان آیات سے بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ واجب الاطاعت مطاع ہیں۔

5- رسولؐ بحیثیت مُبیّنِ قرآن

رسول اللہ ﷺ کے منصبِ رسالت کا ایک اہم فریضہ یہ تھا کہ آپ قرآن کی تبیین فرمائیں تا کہ لوگوں پر اس کا صحیح مدعا و مفہوم واضح ہو سکے اور وہ اس کے مطابق ٹھیک عمل کر کے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہوں۔

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ ؕ﴾ [النحل:44]

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں پر وہ چیز واضح کر دوں جو ان کے لیے نازل ہوئی ہے۔"

اگر تبیین کا یہ خدائی اہتمام نہ ہوتا تو قرآن مجید باوجود اپنے عربی مبین ہونے کے عملی دنیا میں سب کے لیے ایک معمہ اور چیستان بن کر رہ جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تبیین قرآن، رسول اللہ ﷺ کا وہ خاص پیغمبرانہ منصب ہے جو آپؐ کے سوا اس امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔ کیونکہ کوئی دوسرا شخص آپ کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہے کہ اس کی تبیین کی صحت پر پوری طرح اعتماد کیا جا سکے۔ اور نہ ہی دوسرا شخص رسول یا نبی ہے کہ اس کی تبیین کو یہ مقام حاصل ہو کہ اسے من وعن اور بے چون چرا تسلیم کر لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ حیثیت سے قرآن کی جو تبیین وتشریح فرمائی۔ اس کی چند اہم صورتیں یہ تھیں۔

① قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا۔

② قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا۔

③ قرآن کے کسی حکمِ عام میں تخصیص کر دینا۔

اب ہم ان تینوں امور کی وضاحت کرتے ہیں۔

1- قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید اصول وکلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام مجمل طور بیان ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کے حکم کو لیجئے۔ نماز دین کا ستون اور سب سے افضل عمل ہے۔ اور قرآن میں اکثر آتا ہے کہ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) مگر قرآن یہ نہیں بتاتا کہ اقامتِ صلوٰۃ کا عملی طریقہ کیا ہے؟ اوقات نماز کیا ہیں؟ رکعاتِ نماز کتنی ہیں؟ ہیئت وترکیب نماز کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں ہمیں سنت بتاتی ہے اور سنت کی شرح وتفصیل کے بغیر کوئی شخص وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دین کا بڑا حکم ایتائے زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا موجود ہے۔ مگر اس کی عملی تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ نصابِ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور صاحبِ نصاب کون شخص ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب ہمیں سنت دیتی ہے اور زکوٰۃ کے فریضہ کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک قابلِ عمل حکم بناتی ہے۔ ورنہ سنت کی غیر موجودگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی ایک ناممکن العمل چیز ہے۔ سنت کے ذریعے قرآن کے مجمل احکام کی تفصیلات کا طے کرنا بھی تبیین قرآن کا ایک حصہ ہے۔

2- قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا۔

قرآن مجید میں کئی جگہ مطلق احکام وارد ہوئے ہیں۔ سنتِ نبوی قرآن کی تبیین کرتے ہوئے بعض مطلق احکام کو مقید یا محدود کرتی ہے اور اس طرح سنت کے ذریعے سے قرآن کے حکم کا اصل منشا اور صحیح عملی اطلاق واضح ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید کا ارشاد ہے:

① ﴿اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا﴾

[المائدہ:38]

''چور مرد اور چور عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔''

اس طرح قرآن نے ہر چور مرد اور چور عورت کے لیے قطع ید کا مطلق حکم دیا ہے اور جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے، ایک سوئی اور ایک پیشہ چوری کرنے والا بھی ''سارق'' ہے اور اس کو دونوں ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جانی چاہیے۔

مگر سنت اس بظاہر مطلق حکم کو مقید اور محدود کر دیتی ہے۔ وہ ''سارق'' کی تعریف کر کے اس کے لیے حد جاری کرتی ہے۔ دونوں ہاتھ کاٹنے کی بجائے صرف ایک ہاتھ اور وہ بھی دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی ہے۔ دونوں ہاتھ کاٹنے کی بجائے ایک ہاتھ اور وہ بھی دایاں کاٹنے کا حکم دیتی ہے۔ چوری کی کم سے کم مقدار یعنی نصابِ سرقہ مقرر کرتی ہے جس سے کم کی چوری ''سرقہ'' نہیں ہے۔ صرف محفوظ و محروز مال کی چوری پر چوری کا اطلاق کرتی ہے غیر محفوظ مال چرانے والے کو ''سارق'' قرار نہیں دیتی۔ اس طرح قرآن کے ایک مطلق حکم پر بعض قیود عائد کر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے مقیّد اور محدود کردیتی ہے۔ ❶

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

② ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا جَلْدَةٍ﴾ [النور :2]

''زانیہ عورت اور زانیہ مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔''

جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے قرآن کا یہ حکم مطلق طور پر آیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر قسم کے جرم زنا کی سزا سو کوڑے ہیں۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ ایسا سمجھنا خود قرآن کی اس نص کی خلاف ورزی ہے۔ جس میں قرآن حکیم نے لونڈی کے ارتکاب زنا پر ان کے لیے پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو النساء آیت 25)

اس کے بعد سنت نے آزاد زانیوں میں سے صرف غیر شادی شدہ زانیوں پر حکم کا اطلاق کیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن کے حکم کا منشا یہی ہے اس لئے کہ سنت قرآن ہی کی تبیین و تشریح کا نام ہے جسے اس سے الگ یا اس کے خلاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اور سنت کا یہ کام خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ عین موافقِ قرآن ہے

---

❶ بعض فقہاء نے سنت کی اسی حیثیت کے پیش نظر یہ بات کہی ہے کہ ''السنۃ قاضیۃ علی الکتاب'' جس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کو قرآن کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ بعض لوگوں نے اس بات کی مخالفت اس غلط فہمی کی بنا پر کی ہے کہ یوں اس کے قائلین نے سنت کو قرآن پر مقدم کر دیا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ نہیں ہے۔ جیسا کہ امام شاطبیؒ نے تصریح کی ہے۔

فمعنى كون السنه قاضية على الكتاب انها مبينة له فلا يوقف مع اجماله و احتماله و قد بينت المقصود منه لا انها مقدمة عليها۔ (موافقات جلد ٤ ص ١٠٤)

''السنة قاضيه على الكتاب'' کے معنی یہ ہیں کہ سنّت قرآن تبیین و تشریح کرتی ہے اور اس کے اجمال و احتمال کا اصل مقصود اور مدّعا واضح کرتی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سنّت کو قرآن پر تقدم یا فوقیت حاصل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔قرآن کے کسی حکم عام کی تخصیص کرنا۔

قرآن مجید میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن کی نوعیت ''حکم عام'' کی ہوتی ہے اور جہاں تک قرآن کے عموم الفاظ کا تعلق ہے تعیم کی وجہ سے ان کا حکم نوعِ مذکور کے تمام افراد پر حاوی ہوتا ہے مگر سنت بعض افراد کو اس عموم سے الگ کر دیتی ہے اور ان پر اس حکم عام میں سنت کی تخصیص کرنا بھی منشائے قرآنی کو واضح کرنے کے لیے ہے اور اس سے ''قرآن کی خلاف ورزی'' لازم نہیں آتی۔

تخصیص کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1- قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّمَا حَرَّ مَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِوَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ﴾

[البقرہ :173]

''اللہ نے تمہارے لیے صرف مردار' خون اور سوٗر کا گوشت حرام ٹھہرایا ہے اور جو غیر اللہ کے نام سے منسوب ہو''

اس مقام کے علاوہ اور بھی چند ایک مقامات پر قرآن نے میتہ یعنی ہر قسم کا مردار حرام قرار دیا ہے مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

((أحلت لنا ميتتان ـ السمك والجراد [1]))

ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں۔ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔''

ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

((هو الطهور ماوه والحل (روى الحلال) ميتة [2]))

[1] ابو داود 'حاکم' ترمذی 'ابن ماجہ۔

[2] موطا' ابو داوٗد' ترمزی 'نسائی ' ابن ماجہ' دارمی' مسند احمد۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار (مردار مچھلی)"

ان دونوں حدیثوں کی رو سے مردہ مچھلی اور مردہ ٹڈی دونوں حلال ہیں اور ان روایات کی بنیاد پر فقہاء نے قرآن کے حکم عام میں تخصیص مانی ہے اور قرآن کے حکم کے مطابق ہر قسم کا مردار حرام سمجھتے ہوئے مردہ مچھلی اور مردہ ٹڈی کا معاملہ الگ قرار دیا ہے اور ان دونوں کو سنت کے حکم کے تحت حلال سمجھا ہے اور یہ چیز خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن یہی ہے۔

2- قرآن مجید نے نماز کے لئے وضو کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ.﴾

[المائدہ:6]

"اے مسلمانو! جب نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ ہاتھ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھو لیا کرو۔"

قرآن نے وضو میں پاؤں دھونے کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ مگر حدیث میں ہے کہ مسح علی الخفین یعنی جس شخص نے موزے پہن رکھے ہوں تو وہ پاؤں نہ دھوئے بلکہ موزوں پر مسح کر لے اس کے لیے یہی حکم ہے۔

«عن سعد بن ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّہ مسح علی الخفین[1]»

"سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔"

قرآن کا حکم بظاہر عام تھا کہ ہر وضو کرنے والا پاؤں دھوئے مگر سنت نے تخصیص کر دی کہ متخفف (موزے پہنے ہوئے) شخص کے لیے پاؤں دھونے کا نہیں بلکہ مسح الخفین کا حکم ہے جس

[1] صحیح بخاری جلد اوّل کتاب الوضو باب المسح علی الخفعن۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا مطلب یہ ہے کہ موزوں پر مسح بھی کامل الطہارۃ چیز ہے اور اس کے ساتھ پورا وضو ہو جاتا ہے اس طرح قرآن کا حکم ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور سنت کا حکم اس شخص کے لے خاص ہے جس نے موزے پہن رکھے ہوں اور دونوں حکموں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

3- قرآن مجید فرماتا ہے۔

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا.﴾ [البقرہ : 275]

''اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

گویا قرآن نے ہر قسم کی تجارت جو حلال اور ہر قسم کے سود کو حرام ٹھہرایا ہے مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

((ان الله ورسوله حرما بيع الخمر والميتة والاصنام[1]))

''اللہ اور اس کے رسول نے شراب' مردہ جانور اور بتوں کی تجارت کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

اس کے علاوہ دیگر روایات بھی ملتی ہیں جن کی رو سے تجارت کی بعض دیگر صورتیں بھی حرام ہیں:

غور کیجئے! قرآن کے الفاظ ہر قسم کی تجارت کو مطلقاً حلال ٹھہراتے ہیں مگر سنت نے تجارت کی بعض صورتوں کی تخصیص کر کے ان کو حرام قرار دے دیا ہے مگر اس سے قرآن کی خلاف ورزی نہیں ہوتی بلکہ قرآن ہی کا منشاو مفہوم واضح ہوتا ہے۔

4- قرآن مجید نے محرمات نکاح کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ہے کہ:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ.﴾

[النساء:24]

---

[1] بخاری ومسلم عن جابرؓ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ان کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یعنی ان سے نکاح جائز ہے''

مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تجمع بین المرءۃ وعمتها وبین المرءۃ وخالتها[1]))

''ایک مرد کے نکاح میں بیک وقت عورت اور اس کی پھوپھی جمع نہیں ہو سکتیں اور اسی طرح عورت کوئی عورت اور اس کی خالہ بھی کسی ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔''

اس طرح سنت کی رو سے کوئی شخص اپنے نکاح میں کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو بیک وقت جمع نہیں کر سکتا۔

قرآن میں تمام محرمات نکاح کا ذکر کرنے کے بعد جو حکم عام فرمایا کہ:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ.﴾ یعنی ان محرمات مذکورہ کے بعد تمام قسم کی عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے تو سنت نے اس میں تخصیص فرما دی ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ سے بھی بیک وقت نکاح نہیں ہو سکتا۔ گویا قرآن کے حکم عام کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سنت کی یہ تخصیص بھی خلاف قرآن ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن کے بالکل مطابق ہے۔

5- قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا.﴾

[النساء : 103]

''بلاشبہ اہل ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ نماز فرض ہے۔''

قرآن کی رو سے ہر مسلمان کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت نماز ادا کرنا فرض ہے مگر

---

[1] عن ابی ہریرہؓ، صحاح ستہ، موطا، مسند احمد۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے۔

((اَلَيس اذا حَاضت لم تصل))

"کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہو تو نماز ادا نہیں کر سکتی۔"

اس طرح سنت نے قرآن کے حکم عام میں حائضہ عورت کی تخصیص کر دی ہے اور اس کے ایام حیض میں اس قرآنی حکم کا اطلاق نہیں کیا۔ اگر ایسی عورت پر نماز فرض ہوتی تو اس کے لیے فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ٹھہرتی اور اہل علم جانتے ہیں کہ حائضہ کے لئے نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ پوری اُمت کا اسی پر عمل رہا ہے اور کسی نے بھی سنت کی اس تخصیص کو کبھی "خلافِ قرآن" نہیں سمجھا۔

6- قرآن حکیم فرماتا ہے۔

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾

"والدین اور رشتہ داروں کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ اور والدین اور رشتہ داروں کے ترکے میں عورتوں کا حصہ ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ ہر ایک کا مقررہ حصہ ہے۔"

قرآن کی اس آیت کی رو سے اس کا یہ حکم عام ہے کہ والدین کے ترکہ سے اولاد کو اس کا حصہ ملنا چاہئے اور یہ استحقاق وراثت مجرد قرابت داری کی بنیاد ہے لہٰذا یک معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کو ان کے والدین کی چھوڑی ہوئی جائداد سے حصہ دلائے۔

مگر حدیث میں آتا ہے:

((لا يرث المسلم الكافر[1]))

[1] مؤطا، مسلم، کتاب الفرائض عن اسامہ بن زیدؓ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔''

اس طرح سنت نے قران لے ایک حکم عام میں تخصیص کر دی کہ کافر والدین کے ترکے میں مسلمان اولاد کا کوئی حصہ نہیں۔ سنت کی اس تخصیص کو بھی آج تک امت کے کسی صاحب علم نے ''خلاف قرآن'' نہیں کہا بلکہ سب نے اسے قرآن کے منشا کے عین مطابق ہی سمجھا ہے۔

7- قرآن کا ارشاد ہے:

﴿أُحِلَّت لَكُم بَهِيمَةُ الْاَنعَامِ اِلَّا مَا يُتلٰى عَلَيكُم.﴾

[المائدہ :1]

''تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کے حرام ہونے کے بارے میں تمہیں پڑھ کے سنا دیا جائے''

قرآن کے اس حکم سے واضح ہوتا ہے کہ ہر قسم کے چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کو قرآن نے حرام ٹھہرایا ہے۔

مگر حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

((نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن لحوم الحمر الاهلية يوم خيبر.))

''نبی ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا۔''

پالتو گدھے کو قرآن نے کہیں بھی حرام نہیں ٹھہرایا صرف سنت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ سنت کی یہ تخصیص قرآن کے اسی حکم عام میں ہوئی ہے اور اس کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن کے عین مطابق ہے۔

8- قرآن کہتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠﴾

[النور:2]

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔''

اس آیت کی رو سے جرمِ زنا کی حد سو کوڑے ہیں۔ مگر قرآنِ حکیم نے دوسری جگہ لونڈیوں کے جرمِ زنا کی سزا یہ بیان کی ہے:

﴿فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ [النساء:25]

''پھر اگر وہ (لونڈیاں) قیدِ نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا ''محصنات'' کے لیے مقرر ہے۔ اس کی نصف سزا ان پر ہوگی۔''

اس دوسری آیت نے پہلی آیت کے حکم کو آزاد زانیوں کے ساتھ مخصوص کر دیا کیونکہ لونڈیوں اور (ان کے ساتھ غلاموں) کے لیے جرمِ زنا پر نصف عذاب یعنی پچاس کوڑوں کی الگ حد ہے۔

مگر بہت سی احادیث و روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ آزاد زانیوں کو کوڑوں کی سزا نہیں دی بلکہ ان پر رجم کی علیحدہ حد جاری فرمائی۔ اس طرح قرآن کے یک حکم عام میں سنت نے شادی شدہ آزاد زانی کی تخصیص کر دی کہ آیتِ جلد کے حکم کا اطلاق ں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے الگ سے رجم کی سزا مقرر ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلبین کئی طرح سے کی ہے۔ کبھی اس کی اجمال کی تفصیل بیان کر کے، کبھی اس کے کسی مطلق حکم کو مقید و محدود کر کے اور کبھی اس کے کسی حکم عام کو مخصص کر کے فریضۂ تبیین ادا کیا ہے اور سنت کی یہ تبیین، قرآن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہی کی شرح وتفسیر ہے جو قانونی حیثیت سے وہی وزن رکھتی ہے جو وزن قرآن کے ظواہر احکام رکھتے ہیں اور اس کا انکار قرآن سے انکار کے مترادف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(3) قرآن کی ایک تشبیہ

قرآن حکیم نے اپنی دعوت کو انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں پیش کرنے کے لیے بہت سے ادبی محاسن سے تشبیہ، استعارہ، تمثیل، کنایہ، تجنیس، مجاز مرسل، لف ونشر اور مراعات النظیر وغیرہ سے خوب کام لیا ہے۔ اس پہلو سے قرآن مجید کے اسباب بیان میں وہ اعجاز موجود ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے کلام انسانی قاصر ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝﴾

[بنی اسرائیل:88]

”(اے نبیؐ) تم کہو کہ اگر سارے انسان اور جن اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو اس جیسا نہ لاسکیں گے خواہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

سورۂ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کی داستانِ عبرت کے ضمن میں ایک ایسی ہی بلیغ تشبیہ دی گئی ہے جس سے بڑھ کر کسی کی بلاغت کا تصور مشکل ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَعۡمَلُوۡنَ۝﴾ [البقرہ:74]

''پھر اُس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، گویا کہ وہ پتھر ہیں یا اُن سے بھی سخت تر۔ اور بعض پتھر تو ایسے ہیں کہ ان سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعض ایسے کہ جب پھٹتے ہیں تو اُن میں سے پانی بہنے لگتا ہے اور بعض ایسے کہ خوفِ الٰہی سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔''

اہم الفاظ کی تحقیق

اس تشبیہ کو سمجھنے کے لیے قَسَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ اور اَلۡحِجَارَۃ کے اہم الفاظ کی تحقیق اور تشریح ضروری ہے۔

قَسَتۡ : قَسَا، یَقۡسُوۡ، قَسۡوَۃً سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ ''قَسَا'' کے معنی ہیں صلب، غلظ ۔یعنی سخت ہونا، ٹھوس بن جانا، درشت ہونا، سکڑنا، منجمد ہونا، اس لفظ کے مادے......ق س و...... میں سختی، قوت، اجتماع اور صلابت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ سنگدلی کو قَسۡوَۃُ الۡقَلۡب کہتے ہیں۔ ایسی سخت زمین جس میں کچھ نہ اُگے اَرۡضٌ قَاسِیَۃٌ[1] کہلاتی ہے۔ انتہائی سنگدل شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ھُوَ اَقۡسٰی مِنَ الصَّخۡرِ[2] (وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔) حَجَرٌ قَاسٍ[3] سخت اور ٹھوس پتھر کو اور لَیۡلَۃٌ قَاسِیَۃٌ سخت اندھیری رات کو کہتے ہیں۔ قسا قلبہ، ای صلب وغلظ[4] (اس کا دل سخت ہو گیا۔)

ابن ابی امیہ کا شعر ہے:

اطرافہ تعقد من لینہ   و قلبہ کالحجر القاسی

''اُس کی آنکھیں اُس کی نرمی کے سبب سے بندھی ہوتی ہیں اور اس کا دل سخت پتھر کی طرح ہے۔''

---

[1] اقرب الموارد [2] الاساس [3] لسان العرب [4] اقرب الموارد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عربی میں قلب (بطور مصدر) کے تین بنیادی مفہوم ہیں

① کسی چیز کا ایک رخ سے دوسرے رخ پر پھرنا۔قَلَبَہ' کے معنی ہیں۔حوّله عن وجهه [1] (اُس نے اس کا رخ پھیر دیا، رَدَّہ' مِن جهة الٰی جهةٍ [2] (اُس نے اُسے ایک رُخ سے دوسرے رُخ موڑ دیا۔) قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ﴾ [البقرہ:144]

''(اے نبیؐ!) ہم دیکھتے ہیں تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا۔''

② ہر خالص شے: عربی میں خالص عربی النسل شخص کو عربیٌ قَلبٌ کہتے ہیں۔صحیح النسب شخص کو رجل قلبٌ کہا جاتا ہے۔

③ کسی چیز کا بہترین اور گراں قدر حصہ: کھجور کے درخت کے گابھے کو قلبُ النخلة کہتے ہیں، کیونکہ وہ اس کا مغز اور جوہر ہوتا ہے۔قلبُ الجیش لشکر کے درمیانی حصے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سپہ سالار کا مقام و مرکز ہوتا ہے۔اسی طرح انسان کے دل کو بھی قلب کہتے ہیں کیونکہ وہ انسانی جسم میں بہترین حصہ ہے۔عربی میں دل کے لیے فُؤاد کا لفظ بھی مستعمل ہے۔لیکن قلب اس سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق عقل و شعور پر بھی ہوتا ہے کیونکہ عقل و شعور انسان کا قیمتی جوہر ہے۔انگریزی زبان میں MIND کا لفظ اسی مفہوم کا حامل ہے۔خود قرآن میں بھی قلب کا لفظ عقل و شعور کے معنوں میں آیا ہے۔سورۂ ق آیت 37 میں ہے کہ:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَه' قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ﴾

''بے شک اس واقعے میں بڑی عبرت ہے ہر اُس شخص کے لیے جس کے پاس دل

---

[1] اقرب الموارد [2] ابن فارس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دے۔"

اسی طرح سورۂ اعراف کی آیت 179 میں یہ الفاظ آئے ہیں:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾

"اُن کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں۔"

ایک اور مقام پر سورۂ حج آیت 46 میں آیا ہے کہ:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا.﴾

"کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ ان کے دل سوچتے سمجھتے۔"

الحجارۃ۔ یہ حَجَرٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "پتھر" عربی زبان میں مصدر حجر حا کی تین حرکات سے آتا ہے اور اس کے معنی المنع کے ہوتے ہیں یعنی منع کرتا، روکنا، حفاظت کرنا۔ جن عربی الفاظ کے مادۂ اصلیہ میں حا اور جیم جمع ہوں، اُن میں بالعموم روکنے اور منع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حجب، حج اور حجز تینوں میں روکنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک سورۂ بقرہ آیت 24 کے الفاظ۔

﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

"اس دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں آدمی اور پتھر۔"

میں الحجارۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دعوتِ حق کو قبول کرنے میں پتھروں کی طرح سنگدل واقع ہوئے ہوں۔

عربی زبان میں پتھر کے لیے جس قدر الفاظ موجود ہیں ان سب میں سختی، شدت، بے حسی، روک اور پائیداری و استواری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا پتھر کے مفہوم کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سخت اور شدید ہے، بے حس و حرکت ہے، جذبے، تاثر اور احساس سے یکسر عاری ہے اور خارجی عوامل سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر کی اسی تعبیر کو عربی ادب میں اختیار کیا گیا ہے۔عمرو بن ملقط الطائی کا شعر ہے:

و حوادث الایام لا یبقیٰ لھا الا الحجارۃ

"اور زمانے کے حوادث تو زمانے کے لیے پتھروں کے سوا کچھ نہیں چھوڑتے۔"

سلم بن عمرو بن عطاء کہتا ہے:

یلین ما لا ارید وقتہ وقلب من اشتھیہ کالحجر

"میں جس کی نرمی نہیں چاہتا وہ نرم ہوتا ہے اور جسے میں چاہتا ہوں اس کا دل پتھر کی طرح ہے۔"

پتھر کی یہی تعبیرات ادبیاتِ عالم میں موجود ہیں۔اُردو ادب میں بھی اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔غالب کہتا ہے:

دل ہی تو ہے نہ سنگِ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزر بار ،کوئی ہمیں ستائے کیوں

وفا کیسی ،کہاں کا عشق، جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

دائم پڑا ہوا ترے دَر پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

اقبال کا شعر ہے:

آزاد کی رگ سخت ہے مانندِ رگِ سنگ محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قساوتِ قلبی کیا ہے؟

آیتِ زیرِ نظر میں جس ''قساوتِ قلبی'' کا ذکر ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس قدر ذہنی اور جسمانی صلاحتیں عطا کی ہیں اُن میں ایک قدرِ مشترک یہ بھی ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی صلاحیت استعمال میں نہ لائی جائے یا اُسے بے محل استعمال کیا جائے تو وہ بتدریج کم ہو کر بالآخر معدوم ہو جاتی ہے۔ یہی حال انسان کے فہم و تدبر کی اُس صلاحیت کا ہے جو حقائق و واقعات کو سمجھتی اور ان سے تاثر لیتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی امرِ واقعہ اور قولِ حق سے مسلسل اِعراض و انکار کا رویہ اختیار کرے تو ایک وقت آتا ہے جب اُس کے دل میں اس حقیقت اور سچائی کے خلاف ایک ضد اور چڑ سی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فہم و تدبر کی وہ صلاحیت بالکل ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے۔ قساوتِ قلبی کی وجہ سے انسان فہم و تدبر کی صلاحیت سے محروم ہو کر امرِ حق کی تکذیب کرنے پر اڑ جاتا ہے۔ پھر ایسے شخص کو دوپہر کی تیز دھوپ میں سورج تو نظر نہیں آتا مگر ماہ و پرویں ضرور نظر آ جاتے ہیں: ؎

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں ‏ ‏ ‏ ‏ بباید گفت اینک ماہ و پرویں

ساری دنیا کے لیے دو اور دو کا مجموعہ چار ہوتا ہے مگر ایسے شخص کے لیے دو اور دو کبھی تین اور کبھی پانچ ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم نے دعوتِ حق کی مخالفت کرنے والوں کو ایک جگہ جانوروں سے تشبیہ دی ہے بلکہ اُن کو جانوروں سے بھی فروتر قرار دیا ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ﴾ [الاعراف:179]

''وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے!''

ایک دوسرے مقام پر دعوتِ حق کو نہ سننے اور اُس سے اِعراض کرنے والے شخص کو ''مردہ اور بے جان'' کہا ہے۔ سورۂ روم آیت 52 میں ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ﴾

''پس (اے نبیؐ) تم اپنی دعوت اِن مُردوں کو تو نہیں سنا سکتے اور نہ ان بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔''

گویا مخالفینِ حق چلتے پھرتے لاشے ہیں جن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہتی۔ بقول حفیظ جالندھری ؎

چلتے پھرتے ہوئے لاشوں سے ملاقاتیں ہیں زندگی کشف و کرامات نظر آتی ہے

قرآنِ حکیم ان کور ذوقوں اور عقل کے اندھوں کی کیفیات یوں بیان کرتا ہے کہ ''اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔'' ''اُن کے دل سخت ہو گئے۔'' ''ان کے دل اندھے ہو گئے۔'' ''اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔'' ''ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے۔'' ''ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔'' ''ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔'' ''ان کے دل غافل ہیں۔'' ''وغیرہ ذالک۔

قرآن حکیم کی یہ ساری تعبیری اپنے لفظی اختلاف کے باوصف معنوی طور پر ایک ہی مفہوم رکھتی ہیں۔ جو لوگ دعوتِ حق کے جواب میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے اور اُن کا یہ عدمِ تفکر مسلسل جاری رہتا ہے تو ایک وقت آتا ہے جب غور و تفکر کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے اور قبولِ حق کی استعداد ہی باقی نہیں رہتی۔

البتہ قرآن حکیم نے اس صورتِ واقعہ کو کبھی انسان کی طرف منسوب کیا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب۔ قرآن حکیم نے انسان کو اس حالت کا ذمہ دار اور جوابدہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ اُسے بہر حال اللہ تعالیٰ نے ارادے اور اختیار کی آزادی دے رکھی ہے۔ جسے وہ نیکی اور بدی دونوں راہوں پر چلنے کے لیے آزادانہ طور پر استعمال کر سکتا ہے اور اسی شعوری انتخاب اور آزاد ارادے کے نتیجے میں نیکی اور بدی کے لحاظ سے ہر انسان جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض اوقات انسانی اعمال کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان باوجود اپنے آزاد ارادے کے اپنی خواہشات اور تمناؤں کو از خود عملی جامہ نہیں پہنا سکتا ۔اور عمل کی ساری توفیق صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اعمالِ انسانی کو انسان اور خدا دونوں کی طرف منسوب کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔

اس مقام پر ہم قساوتِ قلبی سے متعلق چند آیاتِ قرآنی کے حوالے دیں گے جن سے یہی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے گی۔

سورۂ مائدہ آیت نمبر 13 میں ہے کہ:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنَّا هُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً﴾

''اُن (بنی اسرائیل) کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔''

گویا پہلے تو پہلے بنی اسرائیل نے اللہ سے باندھے ہوئے پختہ عہد کو توڑنے کا جرم کیا، نتیجۃً اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل نے ان پر اپنی رحمت و ہدایت کے دروازے بند کر دیے۔

سورۂ صف آیت 5 میں ہے کہ:

﴿فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۝﴾

''جب انہوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے بھی اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

گویا کج روی کے مرتکبین کے لیے راہِ حق مسدود کر دی گئی ۔اسی طرح سورۂ نساء آیت 155 میں ہے کہ:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾

''اُن (بنی اسرائیل) کی طرف سے عہد توڑنے ،اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے ،نبیوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناحق قتل کرنے اور اُنکے اس قول کہ ''ہمارے دل محفوظ ہیں۔'' کے بعد اللہ نے اُن کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ پس اُن میں سے بہت کم ایمان لائیں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی مسلسل عہد شکنی، ان کی طرف سے آیاتِ الٰہی کا انکار، اُن کا انبیاء کرام کو قتل کر ڈالنا اور اُن کا ''ملفوف دلی'' کے غرے میں آنا، ایسے بڑے جرائم تھے جن کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر ایسی مہر لگا دی کہ اب اُن کے لیے دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہونا ممکن نہیں رہا۔ اسی طرح سورۂ منافقون آیت 3 میں ہے کہ:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ٥﴾

''یہ لوگ حقیقتِ ایمان کو پالینے کے بعد اس سے روگردان ہوئے، اس جرم کے نتیجے میں اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی اور اُن سے غور و فکر کی صلاحیت سلب کر لی۔''

اور سورۂ حدید آیت 16 میں ہے کہ:

﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ﴾

''اہل کتاب ایک عرصہ تک نافرمانی کرتے رہے تو پھر اُن کے دل سخت ہو گئے۔''

اور سورۂ مطففین آیت 14 میں ہے کہ:

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥﴾

''ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ان کے اپنے کسب کی وجہ سے اُن کے دل زنگ آلود کر دیئے گئے۔''

مطلب یہ ہے کہ اُن کے پے در پے برے اعمال کی سیاہی اُن کے دلوں پر چھا گئی ہے۔ ان دلوں کو نیکی کی شمع سے منور ہونا نصیب نہیں۔

اسی قساوتِ قلبی کو ایک حدیث میں ''اللہ سے دوری'' کہا گیا ہے اور اس کا سبب وہ کثرتِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کلام ہے جو یادِ الٰہی سے خالی ہو۔ جامع ترمذی میں ہے کہ:

((عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فان كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب۔ وان ابعد الناس من الله القلب القاسي۔))

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی زیادہ گفتگو نہ کرو جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔ کیونکہ اللہ کی یاد سے خالی گفتگو کی زیادتی دل کو سخت بنا دیتی ہے اور اللہ (کی رحمت) سے دور ترین وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے۔''

ایک اور حدیث میں نہایت بلیغ انداز میں ''دل کے اس زنگار'' کی پوری کیفیت بیان ہوئی ہے:

((عن هريره ابى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المومن اذا ذنب كانت نكتةسوداء فى قلبه فان تاب و نزع واستعتب صقل قلبه و ان زادت حتى تعلو قلبه فذلك الران الذى قال الله تعالىٰ:

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝﴾

''ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اس کے سبب سے اُس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور اُس گناہ سے باز آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے تو اُس کے دل سے وہ دھبہ صاف ہو جاتا ہے اور اگر اُس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کی سیاہی اُس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے تو یہی وہ رَین یعنی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ ''ہرگز نہیں، بلکہ اُن کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی چھا گئی ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں راسخ العلم اور اہلِ بصیرت کی زبانوں پر جو دُعا جاری ہوتی ہے اُس میں ہدایت یافتہ دلوں کی سلامتی اور راہِ ہدایت پر قائم رہنے کی طلب کی گئی ہے۔اور اُنہیں کج روی سے بچانے کی استدعا کی گئی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا............﴾ [آل عمران:8]

''اے ہمارے پروردگار! ہدایت عطا ہونے کے بعد ایسا ہو کہ ہمارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پیدا نہ ہو۔''

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ کی وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دل سے پناہ مانگی ہے جس میں خشیت اور انابت الی اللہ نہ ہو۔

((اللّٰھُمَّ انّیْ اعوذ بك من قلب لا یخشع))

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جس میں خوفِ خدا نہ ہو۔''

زیرِ بحث آیت میں قومِ بنی اسرائیل کے دلوں کی جس سختی کا ذکر ہوا ہے اُس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ قوم یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک پورے ڈھائی ہزار برس کے عرصے میں انبیاء کرام کی دعوتِ حق سے مسلسل انحراف کرتی رہی۔اسے اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں عطا کی تھیں جو کسی اور قوم کے حصے میں نہیں آئیں۔اسے لشکرِ فرعون سے بچانے کے لیے بحرِ قلزم کا سینہ چھلنی کیا گیا۔صحرائے سینا کی چلچلاتی دھوپ میں اس کی خاطر بادلوں کے سائبان تانے گئے۔اس کی خوراک اور طعام کے لیے من وسلویٰ کا دسترخوان بچھایا گیا۔اس کی پیاس بجھانے کے لیے پتھر کی چٹانوں سے پانی کے چشمے نکالے گئے،اس کی ہدایت کے لیے الواحِ توریت نازل کی گئیں،اس کی رہنمائی کے لیے پے در پے انبیاء کرام مبعوث کیے گئے۔

مگر ان تمام تر انعاماتِ الٰہیہ کے باوجود ان لوگوں کا رویہ کیا رہا؟ یہ لوگ فراعنۂ مصر کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلامی سے نجات پانے کے فوراً بعد بت پرستی کی طرف جھک گئے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھنے کی شرط لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو ان کی زبانیں سوال در سوال کے لیے کھل گئیں۔ انہوں نے سامری کے ایک اشارے پر گائے کی پرستش کرنی شروع کر دی مگر ہارون علیہ السلام کی دعوتِ توحید پر کوئی کان نہ دھرا۔ انہوں نے حدود اللہ کو توڑا اور حلال و حرام کی تمیز مٹا دی۔ خدا کی کتاب توریت میں من مانی تحریفیں کر ڈالیں۔ یوم السبت یعنی ہفتے کے بارے میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کی اور شریعتِ الٰہیہ میں حیلہ سازی کی بدعت ایجاد کی۔ انہوں نے ہدایت الٰہی سے منہ موڑا اور جادو گری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبیوں کو مشقِ ستم بنایا اور اُن میں سے بعض کو قتل کر ڈالا، خوفِ الٰہی کے بجائے ان کے دلوں پر خوفِ مرگ طاری ہوا۔ اُنہوں نے دنیا پرستی اور آخرت فراموشی اختیار کی۔ اپنے آپ کو اس غرے میں مبتلا کیا کہ جنت میں سوائے اُن کے کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا۔ رہا دوزخ کا عذاب تو وہ اُن کے بڑے سے بڑے مجرم کے لیے بھی چند روز سے زیادہ مدت کے لیے نہیں ہوگا۔ اس قوم نے ''یہودیت'' ہی کو معیارِ ہدایت قرار دے کر تمام غیر یہودیوں کو گمراہ کہا، اور انبیاء علیہم السلام اور اہلِ حق کی ہر دعوت کا جواب ''قُلُوبُنَا غُلْفٌ'' (ہمارے دل تو محفوظ ہیں۔) کے منفی انداز میں دیا۔

بنی اسرائیل کے یہی وہ جرائم تھے جن کے مسلسل ارتکاب نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا تھا۔ کسی کی طرف سے معمولی ہمدردی اور تحفے پر ہر انسان کی گردن جذبۂ شکر و امتنان سے جھک جاتی ہے مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور بے مثال بخشائشوں سے متمتع ہونے کے باوجود ناقدری اور ناشکری کی تصویر بنے رہے۔ وہ کلامِ الٰہی جو اگر پہاڑوں پر نازل ہو جاتا تو وہ خشیت الٰہی سے پھٹ جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے مگر ان لوگوں کے اصنامِ قلوب کو نرم و گداز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور متاثر نہ کرسکا۔ بلکہ اُلٹا اس سے ان کے دل مزید سخت ہو گئے اور اتنے سخت کہ پتھر بھی ان کے آگے ہیچ ٹھہرے۔ پتھروں میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ اُن سے پانی کے چشمے بہہ نکلیں، وہ اگر ٹوٹ جائیں تو اُن سے پانی بہنے لگے، وہ بلندی سے گر کر بھی اپنی ہستی کا ثبوت دے سکتے ہیں مگر یہ لوگ بالکل مردہ ہو چکے تھے، زندہ نہ تھے۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ.

غور کیجئے! قرآنِ حکیم نے ان لوگوں کے دلوں کو کس چیز سے تشبیہ دی اور پھر اس سے کس طرح کا تاثر پیدا کر دیا۔ فرمایا:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ.﴾

کہ پھر ان تمام آیات و معجزات کے مشاہدے کے بعد بھی تمہارے دل نرم پڑنے کی بجائے سخت ہو گئے۔

دلوں کی سختی کو پتھروں سے تشبیہ دی اور اس میں تشبیہ کے تمام اداۃ و ارکان بیان کر دیئے۔ هِیَ (قُلُوْبُکُمْ) یہاں پر مشبہ ہے اور اَلْحِجَارَةُ مُشبہ بہ۔ قساوت وجہ شِبہ، کَ (کاف) حرفِ تشبیہ اور قساوتِ قلبی غرض تشبیہ ہے، اس کے ساتھ ہی قرآن مجید نے مزید فرمایا کہ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (بلکہ اُن سے بھی سخت تر) گویا بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی پتھروں کی سختی کے برابر نہ رہی بلکہ اُن سے بھی زیادہ ہو گئی۔ ان قرآن الفاظ کے ایک اور معنی کے لحاظ سے اُن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت چیز مثلاً لوہے وغیرہ کی طرح سخت ہو گئے۔

..........بہر حال ان دونوں مطالب میں سے ہر ایک نے پتھر کی مذکورہ تشبیہ کے تاثر کو دو آتشہ کر دیا ہے۔

اس کے بعد قرآن مجید نے پتھر اور چٹانوں کے بعض خواص بھی بیان کر دیئے کہ وہ اپنی سختی اور صلابت کے باوجود کچھ ''نرم گوشے'' بھی رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یعنی ان سے پانی کے چشمے اُبل پڑتے ہیں۔

کوہستانی علاقوں میں یہ چیز عام مشاہدے میں آتی ہے کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر سنگلاخ چٹانوں کے اندر سے فوارے کی مانند اچھلتا ہوا پانی نظر آتا ہے، پھر پتھروں کے بیچوں بیچ اپنے لیے راہ نکالتا ہوا دامنِ کوہسار میں ندی کی صورت بہتا ہے۔

دوسری خاصیت یہ مذکورہ ہوئی کہ انہی پتھروں میں نرم وگداز ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ یعنی کبھی وہ پتھر ٹوٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کبھی پتھروں میں شگاف پڑ جاتے ہیں یا ان میں کسی طرح کوئی سوراخ یا دراڑ پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے اندر سے پانی رس رس کر باہر نکل آتا ہے۔

پھر انہی پتھروں کے بارے میں فرمایا کہ: يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ. یعنی وہ خشیت الٰہی سے نیچے گر پڑتے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی پہاڑوں کی بلندی سے کچھ پتھر خود بخود نیچے لڑھکتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو قانون طبیعی مقرر کر دیا ہے اس کی تعمیل واطاعت میں وہ اس قدر مستعد اور مطیع واقع ہوئے ہیں کہ جیسے ان پر اللہ کی نافرمانی کے خوف سے رعشہ طاری ہوا اور وہ نیچے آ گریں۔

پھر آگے چل کر پتھروں اور بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ پتھروں پر ان کی سختی کے باوصف حرکت، تاثر، خستگی اور خود گدازی کی بعض کیفیات وارد ہو سکتی ہیں مگر بنی اسرائیل کے دل ان کیفیات سے محروم ہیں۔ جو قوم اشرف المخلوقات تھی، وہ اب اسفل السافلین کے مقام پر گر چکی ہے۔ غور کیجیے کہ اس تقابل کے بعد سختی کا پلڑا بنی اسرائیل کے دلوں کی جانب کتنا جھک گیا ہے اور یہ تشبیہ اپنے معنوی تاثر کو کہاں سے کہاں لے گئی ہے!

دراصل بنی اسرائیل کے انقلابِ حال سے متعلق یہ قرآنی تشبیہ کسی مبالغہ آرائی یا شاعری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر مبنی نہیں ہے بلکہ تمام تر صورتِ واقعہ یہی ہے۔ بنی اسرائیل صحرا نوردی کے دوران میں خود اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر چکے تھے کہ کس طرح پتھر کی ایک چٹان سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹے اور انہوں نے بچشم سر تا کوہِ طور کے ایک حصے کو تجلیٔ ربانی کے باعث ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اس طرح جب قرآن نے بنی اسرائیل کے واقعات ہی کو تشبیہ کے انداز میں ان کے سامنے پیش کر دیا تو ان کے لیے انکار و تمرد کی گنجائش کہاں باقی رہی؟

اس طرح قرآن حکیم نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ پتھروں میں ان کی سختی اعد صلابت کے باوجود زندگی کا ایک لطیف احساس پایا جاتا ہے جو حرکت، تاثر اور تغیر سے عبارت ہے اور جو کسی حال میں بھی ان سے منفک نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل مردہ ہو چکے اور ان میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی۔ اب ان کے لیے کسی نبی کی ہدایت، کسی کتاب کی تعلیم اور کسی حکیم کی نصیحت کارگر اور مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اب صورِ اسرافیل کے سوا کوئی انہیں جگا نہیں سکتا۔

پتھر اپنے اندر سے پانی کے چشمے بہا سکتے ہیں مگر بنی اسرائیل کے دلوں کے سوتے خشک ہو چکے تھے۔ پتھروں کی رگوں کے اندر سے حیات بخش پانی کے فوارے چھوٹ سکتے ہیں مگر بنی اسرائیل کے جسم کی شریانوں میں زہر بھر چکا تھا اور ان میں روحانی زندگی کے کوئی آثار باقی نہ رہے۔ پتھروں میں اثر پذیری کی وہ صلاحیت پائی جاتی ہے جس سے ان میں ایک بے نام احساس موجود رہتا ہے مگر بنی اسرائیل کی بے حسی پر ہوا میں اڑنے والے پرندے، پانی میں تیرنے والی مچھلیاں اور بلندی سے لڑھکنے والے پتھر بھی ماتم کناں ہیں۔ وہ قوم ایسے مقام پر پہنچ چکی تھی کہ اس کا وجود اور عدم برابر ہو گیا تھا۔ اس کی حیثیت گھاس کے ایک تنکے، ریت کے ایک ذرے اور پانی کے ایک قطرے سے زیادہ نہ رہی تھی کیونکہ گھاس کے تنکے بھی جمع ہو کر تعمیر آشیاں کر سکتے ہیں، ریت کے ذرے جمع ہوں تو صحرائے اعظم بن سکتا ہے اور پانی کے قطرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکٹھے ہو کر بحرا لکاہل کو موجزن بنا سکتے ہیں مگر بد بخت بنی اسرائیلیوں کی بھیڑ سوائے جہنم کا ایندھن بننے کے کسی کام نہیں آ سکتی۔افسوس بنی اسرائیل کے اس آئینے میں آج ہم اپنی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(4) قرآن کی احکامی وغیر احکامی آیات

ہمارے ہاں قرآن حکیم کی آیات سے متعلق ایک تقسیم ...... احکامی اور غیر احکامی آیات کی صورت میں کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس آیتِ قرآنی سے کوئی حکم شرعی مستنبط ہوتا ہے وہ ''احکامی آیت'' ہے اور جس آیت سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا وہ ''غیر احکامی آیت'' کے زمرے میں داخل ہے۔

پھر اسی بنیاد پر ہمارے دینی ادب میں ''احکام القرآن'' کے عنوان سے قرآن مجید کی صرف انہی مخصوص احکامی آیات کی تفاسیر بھی ملتی ہیں۔ جیسے ابو بکر جصاص حنفی کی ''احکام القرآن''، ابن العربی کی ''احکام القرآن''، مُلّا احمد جیون کی ''التفسیرات الاحمدیہ'' اور محمد علی صابونی کی ''روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام'' وغیرہا۔

قرآنی آیات کی اس فقہی تقسیم کا اگرچہ ایک یہ فائدہ تو ہے کہ اس سے علم فقہ کی تعلیم و تدریس میں یک گونہ سہولت پیدا ہو جاتی ہے اور انہی احکامی آیات کا فہم ''تفقہ فی الدین'' کہلاتا ہے مگر اس اندازِ فکر کے نتیجے میں بعض ایسی قباحتیں پیدا ہوئی ہیں جن سے ملتِ اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

اسی طرز فکر نے لوگوں میں یہ عمومی تصور پیدا کر دیا کہ قرآن حکیم محض فقہ و قانون کی ایک کتاب ہے اور اس میں بعض مخصوص ''احکامی آیات'' موجود ہیں جن کے ذریعے قانونِ خداوندی سمجھا جا سکتا ہے اور ان ''احکامی آیات'' کے علاوہ باقی غیر احکامی آیات ہیں جن کا تعلق احکامِ دین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہرگز نہیں ہے اس لیے ان سے مسائل و احکام شرعیہ کا استخراج و استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جب ان احکامی آیات کے تمام تر تفصیلی احکام و مسائل علم فقہ کی کتابوں میں مدون ہو گئے تو اب ''احکام سے خالی'' قرآن حکیم کا مصرف محض حصولِ ثواب و برکت رہ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو عملی زندگی میں قرآن مجید کا صرف وہی حصہ ماخذ قانون بن سکا جس حصے میں اس کی ''احکامی آیات'' وارد ہوئی ہیں اور اس کے باقی ماندہ حصے کی حیثیت بطور ماخذ قانون باقی نہ رہی۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مفتیانِ شرعِ متین کے لیے ہماری عملی زندگی سے متعلق احکامِ شرعیہ اور مسائل فقہیہ معلوم کرنے کے لیے ائمہ فقہ اور ان کے شاگردوں وغیرہا کے فتاویٰ پر مشتمل کتابیں موجود ہیں اور عند الضرورت صرف انہی کُتب فقہ کی طرف مراجعت فرمائی جاتی ہے۔ رہا اللہ کا نازل کردہ قرآن مجید! تو وہ صرف ''حصول برکت و ثواب'' کی خاطر ختم شریف کرنے کے لیے ہے اور حدیث رسولؐ کا مصرف تو محض ''دورہ کرنا'' رہ گیا ہے۔

دین کے اصل مآخذ قانون و ہدایت یعنی کتاب و سنت سے ہمارا یہ رویہ کس قدر افسوسناک ہے۔

پھر اسی نقطۂ نظر کا یہ اثر بد ہے کہ دنیائے فقہ کی نظر سے قرآن حکیم کی تعلیمی اور دعوتی وحدت و جامعیت بالکل اوجھل ہو گئی۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں اگرچہ قانون بھی بیان ہوا ہے مگر وہ بنیادی طور پر کوئی قانونی کتاب نہیں ہے اور نہ ہی اس کا اسلوب بیان قانونی یا فقیہانہ طرز کا ہے۔ وہ دراصل کتابِ ہدایت ہے اور انسان کی پوری زندگی کے لیے رہنما ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنِ حکیم کی جن آیات میں فقہی اور قانونی احکام وارد ہوئے ہیں ٹھیک انہی آیات میں غیر فقہی مضامین و موضوعات ...... مثلاً صفاتِ باری تعالیٰ، دلائل انفس و آفاق و معاد اور قصصِ ماضیہ وغیرہا...... بھی ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ یہ امر منجملہ اعجاز قرآن کا مقام رکھتا ہے مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہم قرآن حکیم کی دعوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وحدت کو یک رخی اور یک چشمی سے دیکھنے لگ جائیں؟

قرآن حکیم کا اسلوب تو یہ ہے کہ جب وہ کسی حکم یا قانون کو بیان کرتا ہے تو اس کی علت وحکمت بھی سمجھاتا ہے، اس کی مشروعیت کے دلائل بھی دیتا ہے۔ اس پر عمل کی خاطر قلوب و اذہان سے اپیل بھی کرتا ہے، وہ انسان کی طبعی کمزوریوں اور اس کے گہرے احساسات و میلانات کو بھی پیشِ نظر رکھتا ہے، وہ اپنے حکم کے انفرادی اور اجتماعی مصالح بھی واضح کرتا ہے، اس کے قدرتی نتائج وعواقب کی طرف اشارہ بھی کر دیتا ہے اور انسان کو آمادۂ کار کرنے کے لیے ترغیب وترہیب کے تمام وسائل سے بھی کام لیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ وہ نہایت دلنشیں اور مؤثر انداز میں واضح کرتا ہے۔

کیا کسی حکمِ شرعی کے بارے میں مذکورہ بالا تمام امور ہمیں ''قدوری'' یا ''فتاویٰ عالمگیری'' وغیرہ میں مل سکتے ہیں؟

وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لاالٰہ میں ہے   طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین کے اجتہادات قرآن کے متذکرہ صدر اُمور پر غور کرنے کا نتیجہ ہیں مگر سوال یہ ہے کہ دورِ مابعد کے لوگوں نے بھی کیا یہی طرزِ عمل اختیار کیا؟ اسکا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ کیا آج کسی دار الافتاء کے مفتی صاحب کی اہلیت کے بارے میں یہ بات کافی نہیں سمجھی جاتی کہ وہ اپنے مذہب ومسلک کی چند فقہی کتابوں سے مسائل پڑھ کران کو نقل کر دینے کی قابلیت رکھتا ہے؟[1]

[1] اس سلسلہ میں میرا ایک ذاتی تجربہ بھی ہے کچھ عرصہ قبل میں لاہور کے ایک مشہور حنفی دارالافتاء میں کچھ جدید مسائل لے کر حاضر ہوا تھا۔ اپنے استفتاء کا جواب حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک ماہ تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر وہاں کے مفتی صاحب نے فرمایا: ''میں آپ کے سوالات کے لیے فقہ کی کئی کتابیں دیکھ چکا ہوں مگر آپ کے مسائل ہماری کتابوں میں نہیں ملتے۔ اس لیے ہم آپ کے استفتاء کے جواب دینے سے قاصر ہیں۔ افسوس کہ: ؎

(اے شُل بلند بانگ تہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک علومِ قرآنیہ کا تعلق ہے تو درحقیقت یہ ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ یہ وہ کلامِ الٰہی ہے جس کا کامل ادراک انسان کی دسترس سے باہر ہے۔ قرآنی علوم کی مشہور اور مستند کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'' کے مصنف امام بدرالدین زرکشیؒ مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں:

((علوم القرآن لا تنحصر و معانيه لا تستقصى))

''قرآنی علوم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کے معانی و مطالب کا استقصاء ممکن نہیں ہے۔''

جب معاملہ یہ ہے تو پھر آج یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف فلاں فلاں آیات کا تعلق تو احکام سے ہے اور باقی آیات، احکام کے زمرے سے خارج ہیں اور ان میں مسائل و احکام تلاش کرنا ایک کارِ بے کار ہے۔

قرآن حکیم کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا '' تفقه في الدين '' کے عروج کی نہیں، زوال کی علامت ہے اور خیر القرون کا زمانہ کم ہمتی کے اس رویے سے بالکل پاک تھا۔ یہ رویہ تو امتِ مسلمہ کے دورِ انحطاط کی پیداوار ہے جب لوگوں کی ہمتیں اور صلاحیتیں اس قدر پست اور مقلدانہ ہوگئیں کہ کسی پیش آمدہ مسئلے کو براہ راست قرآن وسنت سے سمجھنے کی بجائے ائمہ فقہ کے اقوال و فتاویٰ اور تفریع در تفریع سے حل کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی ایک فقہی دائرے سے باہر آنکھ اٹھا کر دیکھنا شجرِ ممنوع قرار پایا۔

اہل علم سے یہ امر بھی مخفی نہیں ہے کہ اس صورتِ حال نے نہ صرف امت کے اندر قحط الرجال پیدا کیا بلکہ امت کی فکری و علمی وحدت بھی اس کے نتیجے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ ہوگئی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اسلام فقط تیسری صدی ہجری تک کے لیے آیا تھا اور کتاب و سنت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بطور ماخذِ قانون صرف اسی عہد مسعود تک کے لیے تھے؟ کیا دین کا مقصود صرف اسی دور کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا تھا؟

اُس دورِ سعید کے اصحاب علم کی خصوصیت تو یہ تھی کہ وہ زندگی کے ہر نئے تقاضے اور پیش آمدہ مسئلے کو پہلے قرآن اور پھر سنت کی روشنی میں حل فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

((لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله))

''اگر میرے اونٹ کے باندھنے کی رسی بھی گم ہو جائے تو وہ بھی مجھے قرآن میں مل جائے گی۔''

اسی دورِ مبارک میں فقہ واجتہاد سے متعلق ایک دوسرے کے بارے میں هُمْ رِجَالٌ وَّ نَحْنُ رِجَالٌ کا غلغلہ بلند تھا۔ اے کاش! تفقه فی الدین سے متعلق یہ دورِ سعید ہمارے زمانے تک بھی ممتد ہوتا اور وحی الٰہی کے بجائے صرف اقوالِ رجال ہی ہمارا مرجع وماویٰ نہ بنتے!

ازاں جملہ قرآن مجید کی احکامی اور غیر احکامی آیات کا زیرِ بحث مسئلہ ہے جسے امت کے عہد زوال نے جنم دیا ہے اور آج جب کہ امت مسلمہ کے مختلف گوشوں سے اجتہاد اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، ضروری ہے کہ ایسی تقسیم کے منفی اثرات کو مٹا کر پورے قرآن مجید سے استنباطِ احکام اور استخراج مسائل کر کے اس کے کلیۃً ماخذِ قانون وہدایت ہونے کا اعلان کیا جائے۔ تاکہ دورِ جدید کے مسائل کا حل دین کے اصل منابع اور سرچشموں میں تلاش کرنے کا رجحان عام ہو۔ اسی طرز فکر سے امت میں رجالِ فکر پیدا ہو سکتے ہیں اور اسی سے اس امتِ متفرقہ کو امتِ واحدہ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

ہم ذیل میں چند ایسی مثالیں پیش کر رہے ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بعض اوقات قرآن مجید کی ایک آیت ہمیں بظاہر ''غیر احکامی'' نظر آتی ہے اور بالعموم اسے غیر احکامی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سمجھا گیا ہے مگر اس آیت سے بھی بالکل اسی طرح سے احکامِ شرعیہ متفرع ہوتے ہیں جیسا کہ ی ''احکامی'' آیت سے مستنبط ہوتے ہیں اور جب معاملہ یہ ہے تو پھر احکامی اور غیر احکامی یات کی تقسیم کا تصور بے بنیاد کیوں نہیں ہے۔

1- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝﴾

[القصص:26 تا 28]

''اور دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا اے ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ آپ جس کو بھی نوکر رکھیں، سب میں بہتر وہی ہے جو مضبوط اور ایماندار ہو۔ (اور ان میں دونوں باتیں موجود ہیں) اس پر شعیبؑ بولے ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا اس (مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو اور اگر تم دس برس پورے کر دو تو تمہارا احسان۔ میں تم پر زیادہ مشقت ڈالنا نہیں چاہتا۔ ان شاءاللہ مجھے تم ایک نیکوکار آدمی پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا: ''یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے، دونوں مدتوں میں سے میں جو بھی پوری کروں (مجھے اختیار ہے) مجھ پر جبر و زیادتی کرنے کا آپ کو حق) نہیں اور ہم آپ کو جو کچھ کہہ رہے ہیں ،اس پر اللہ گواہ ہے۔''

ان آیات کے متذکرہ صدر مضمون کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاحبزادی کی تجویز کو قبول فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُجرت کا معاملہ طے فرمایا اور ان کو اپنے ہاں بطور اجیر رکھ لیا۔

بظاہر یہ آیات قصصِ سابقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا احکامِ شرعیہ سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا، اسی لیے ان آیات کو غیر احکامی آیات میں شمار کیا گیا، لیکن غور کرنے پر ان سے درج ذیل مسائلِ شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں:

ا: اسلام میں مزدور یا کوئی ملازم بھرتی کرتے وقت دو امور کو بالخصوص پیش نظر رکھا جانا چاہیے، ایک یہ کہ وہ مزدور یا ملازم ''قوی'' ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی طور پر اس کام کو سرانجام دے سکتا ہو جس کے لیے اسے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ملازم ''امین'' ہونا چاہیے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے تصرف میں جو مال و جائداد ہو یا اسرار ملکی (STATE SECRETS) ہوں تو وہ شخص ان میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔ اسلامی نظام میں پبلک سروس کمیشن وغیرہ جیسے اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ بالا معیار کو اپنے ہاں بھرتی کا اصل معیار قرار دیں اور اس کی عدم موجودگی نا اہلی متصور ہو۔ قوی اور امین کا یہ معیار اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ کے الفاظِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔

ب: ہر آجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملازم سے اس کی طاقت و ہمت سے بڑھ کر کام نہ لے۔ گویا ایک ملازم جس قدر کام کر سکتا ہے اس سے زیادہ بوجھ یا ذمہ داری اس پر نہ ڈالی جائے۔ یہ حکم شرعی قرآن کے الفاظ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سے واضح ہے۔

ج: ہر مزدور (یا ملازم) اور آجر کے درمیان ایک معاہدے کا ہونا ضروری ہے جو دونوں فریقوں کی آزاد مرضی سے طے پائے۔ ایسا معاہدہ تحریری اور زبانی دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اور اس میں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ایک مزدور یا غلام کو کتنا کام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے اور اس کام کی اُجرت کیا ہوگی؟ اور اس سلسلے میں دیگر شرائط ملازمت میں بھی باہمی رضامندی سے رکھی جا سکتی ہیں جن کی پابندی فریقین...... آجر واجیر کو کرنی ہوگی۔ آج کل ایک ملازم کے پروانۂ تقرری (Appointment Letter) کے ساتھ ہی ایسی تمام شرائط ملازمت کا اندراج ہونا چاہئے۔ باہمی معاہدے کا یہ حکم شرعی "ذَالِکَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکَ" کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ o لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهٗ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ o﴾

[النحل 2: 21]

"اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہنے لگے کہ کیا بات ہے کہ ہُد ہُد نظر نہیں آ رہا۔ یا وہ کہیں غائب ہے، اگر ایسا ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا وہ اپنی صفائی میں کوئی واضح دلیل میرے پاس پیش کرے۔"

یہ آیات بھی منجملہ ان آیات سے ہیں جن کو "غیر احکامی" کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سے ایک حکم شرعی یہ نکلتا ہے کہ اسلامی مملکت کی انتظامیہ اپنے ماتحت ملازم لوگوں پر فردِ جرم (Sheet Charge) عائد کر کے ان کو اظہار وجوہ کا نوٹس (Show cause Notice) دے سکتی ہے بشرطیکہ ایسے ملازمین غیر حاضری، کام چوری، خیانت، نافرمانی یا بے ضابطگی کا ارتکاب کریں۔ اس کے علاوہ دوسرا حکمِ شرعی یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر ایسے ملازمین اپنی صفائی میں کوئی معقول عذر پیش کر دیں تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا بصورت دیگر ان کے خلاف باضابطہ قانونی کارروائی کر کے ان کو مناسب سزا دی جا سکتی ہے۔

3- قرآن مجید میں ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ○ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ؕ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○﴾

[سورۃ ص: 71 تا 78]

”یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں تو جب میں اس کو درست بنا کر اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا، پھر تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا: ”اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنی خاص قدرت سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ کیا تو شیخی میں آ گیا ہے یا تو واقعی بلند مرتبہ ہے۔“ ابلیس بولا ”میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔“ اللہ نے پھر حکم دیا کہ تو یہاں سے نکل جا۔ تو یقیناً مردود ہے اور تجھ پر قیامت تک میری پھٹکار پڑے گی۔“

ان آیات سے ظاہر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے انکارِ سجدہ کی وجہ دریافت فرمائی ہے۔ گویا ابلیس کو اس کی نافرمانی پر اظہارِ وجوہ کا نوٹس (Show cause Notice) دیا گیا ہے اور اس طرح ملزم ابلیس کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا کہ وہ اپنے عدم سجود کے جواز میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے، وہ کہہ دے، پھر ابلیس نے انکارِ سجود کا جواز پیش کیا وہ چونکہ ایک غلط اور [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اسے یہ سزا سنادی گئی کہ وہ قیامت تک کے لیے راندۂ درگاہِ خداوندی اور مردود ہے۔

یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ کسی ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر نہ تو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی کوئی سزا دی جاسکتی ہے۔ پھر اگر کوئی ملزم اپنے حق میں کوئی معقول جواز یا عذر پیش نہ کر سکے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔ بصورتِ دیگر اگر کوئی ملزم اپنے حق میں معقول عذر پیش کر کے بے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔

غور فرمایئے! قرآن کی انہی غیر احکامی آیات میں اسلام کے نظامِ عدالت کا کتنا اہم حکم موجود ہے اور اس معاملے کا تعلق محض اخلاق و تاریخ سے نہیں ہے بلکہ یہ ہماری عملی زندگی کا ایک نہایت ضروری مسئلہ ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے رہنمائی فرمائی ہے۔

4- قرآن حکیم میں ہے کہ:

﴿قَالَ سَنَنظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۝﴾

[سورہ النحل: 27]

''سلیمان نے کہا ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے۔''

اس آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہدہد نے ملک سبا کے بارے میں اطلاع بہم پہنچائی تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ تمہاری اطلاع درست بھی ہے یا نہیں؟ اس آیت کو بھی بالعموم غیر احکامی آیت سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے شریعت کا ایک خاص حکم ثابت ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر بھی کیا ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ۝﴾ [سورہ الحجرات: 6]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”اے ایمان والو! اگر ایک فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچاؤ اور پھر اپنے کیے پر شرمسار ہو۔“

قرآنِ مجید کی ان دونوں آیات سے یہی حکم شرعی ملتا ہے کہ ہر اہم اطلاع یا خبر کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر یہی ہے کہ اس کی پہلے تحقیق کر لی جائے اور بعد میں صورتِ واقعہ کے مناسب حال اقدام کیا جائے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ہمارے لیے یہ رویہ درست نہیں کہ قرآن حکیم کی ان دونوں آیات میں سے صرف ایک کو مدارِ حکم بنائیں اور دوسری آیت کو صرف قصص کی ایک آیت قرار دے کر اس سے استنباطِ حکم کو ممنوع ٹھہرائیں۔

5- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝﴾

[سورۂ یوسف: 26 تا 29]

”یوسف نے کہا: اس عورت نے خود مجھ سے میری آرزو کی تھی اور عورت کے کنبے میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سچی اور وہ جھوٹے، اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تو یہ جھوٹی اور وہ سچے، پھر جب عزیز نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو اپنی عورت سے کہنے لگا: ”یہ تم ہی عورتوں کے چلتر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تمہارے لوگوں کے چلتر بڑے غضب کے ہوتے ہیں“ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یوسف سے کہا کہ اے یوسف! اس معاملے کو جانے دو اور عورت سے کہا کہ تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، کیونکہ تو ہی خطا کار ہے۔''

ان آیات سے اسلامی نظامِ عدل میں واقعاتی شہادت (Circumstantial Evidence) کے قابل اعتبار ہونے کی تائید ملتی ہے اور اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ گواہوں کی عدم موجودگی میں ایک قاضی صرف واقعاتی شہادت کی بناء پر بھی فیصلہ دے سکتا ہے اور اس کا ایسا فیصلہ ایک مبنی برحق اور صحیح فیصلہ ہوگا۔ مزید برآں ثبوتِ جرم یا ثبوتِ بے گناہی کے لیے بھی واقعاتی شہادت ایک معتبر چیز ہے جسے ایک عدالت کو ہر صورت میں پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآنِ حکیم کی یہ آیات بھی منجملہ غیر احکامی آیات سے ہیں جن سے ایک حکمِ شرعی کا استنباط بالبداہت ہوتا ہے۔

6- سورۂ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ o﴾ [سورۂ بقرہ: 30]

''اور یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو وہ بولے کیا تو زمین میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس میں فساد اور خونریزیاں کرے گا۔ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے ہو۔''

یہ آیت بھی احکامی آیت نہیں سمجھی گئی مگر اس سے اسلامی اجتماعی زندگی کا ایک اہم اصول یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی فرد مشورہ طلب کرتا ہے تو اسے اپنے فہم و بصیرت کی حد تک ٹھیک ٹھیک مشورہ دے دینا چاہئے۔ اس آیت سے ایک دوسرا پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ اپنے سامنے پیش آنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واقعات کے بارے میں اپنا صحیح نقطۂ نظر اور ردِعمل ظاہر کر دینا چاہیے اور اس معاملے میں ہرگز کمزوری نہیں دکھانی چاہیے۔صائب مشورہ دینے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں پہلوؤں سے اس آیت سے استنباط ممکن ہے۔اسلام کے سیاسی نظام میں بھی اہل الرائے اور مجلسِ شوریٰ کے لیے یہ ایک اہم ہدایت ہے۔

7- قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [البقرۃ: 258]

''کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر نہیں کی جو صرف اس برتے پر کہ خدا نے اسے بادشاہی دی تھی،ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں اُلجھ پڑا۔جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔وہ بولا کہ ''میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ تو مشرق سے سورج کو نکالتا ہے بھلا تم مغرب سے نکال کر دکھاؤ۔ اس پر وہ کافر ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔''

اس آیت کو بھی از قسم غیر احکامی آیات کے سمجھا گیا ہے مگر اس سے دعوتِ دین کا ایک اہم اصول نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص سے بحث ومحاجہ کی صورت میں اپنی کسی دلیل پر اڑنا نہیں چاہیے خواہ وہ دلیل کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو بلکہ اپنے مخاطب کے حسبِ حال اپنے حق میں کوئی دوسری ٹھوس دلیل پیش کر دینا چاہیے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ داعیانہ طرزِ عمل ہمارے طریقِ دعوت کے لیے بھی ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے،اگرچہ ہمارے ہاں کے فنِ مناظرہ میں غلطی سے اس اصول کو ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظر کی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ مسلّم ہے کہ ایک داعیِ حق کا کام اپنے مخاطب کی اصلاح کے سوا کچھ نہیں۔ اس مقصد کے لیے جو دلیل بھی مخاطب کے دل میں اُترنے والی ہو وہی مفید اور بہتر ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک مریض کو اگر کسی مجرب دوا سے شفا نہ ہو رہی ہو تو ایک طبیب صحتِ مریض کی خاطر کوئی دوسری مناسب دوا استعمال کرا دیتا ہے تاکہ اس سے مریض شفایاب ہو جائے۔ کوئی ماہر سے ماہر طبیب بھی اپنی کسی مجرب خاص اور اکسیر دوا کے استعمال پر اصرار نہیں کر سکتا بلکہ اسے مریض کی شفایابی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اس لیے وہ کسی دوسری مناسب دوا کے استعمال کرانے سے نہیں ہچکچاتا۔

ابراہیمؑ کے اس مباحثہ ومحاجہ سے ہمیں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ ہم دعوتِ دین کے منکرین سے بحث کرتے وقت دلیل کی مضبوطی پر زیادہ اعتماد کرنے کی بجائے مخاطب کی اصلاح پر زیادہ توجہ دیں اور دین کی دعوت کے لیے خود دین کی یہی تعلیم اور حکم ہے۔

مذکورہ بالا چند مثالیں، مشتے نمونہ از خروارے، کے طور پر پیش کی گئی ہیں اور اسی سے معاملے کی اصل صورت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

یہ مثالیں اس امر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ آج بھی ہمیں زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اپنے نت نئے مسائل کے حل کے لیے اس کی صرف احکامی آیات ہی کو مرکز ومحور نہیں بنانا چاہئے بلکہ احکامِ شرعیہ اور مسائلِ فقہیہ کے استنباط کے لیے ہمیں ''غیر احکامی آیات'' سے بھی رہنمائی حاصل کرنی چاہئے نیز اس سلسلہ میں مروجہ کتبِ فقہ اور مجموعہ ہائے فتاویٰ پر قناعت کر کے بیٹھ نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ صدیوں کے اس جمود کو توڑ کر دین کے اصل ماخذ کی روشنی میں اجتہاد کی راہ اختیار کرنی چاہئے کہ اسلام کا منشا اور وقت کی پکار یہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(5) قرآن میں اَصحابِ فیل کا واقعہ

قرآن مجید کی سورۂ فیل میں اصحابِ فیل (ہاتھی والوں) کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر میں دورِ حاضر کے بعض لوگوں نے عجیب وغریب اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اصل واقعہ جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسرین کرام کا اتفاق اور اجماع ہے مختصر یہ ہے کہ یمن کا ایک متعصب عیسائی حکمران ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر ہاتھیوں کے ہمراہ خانۂ کعبہ پر حملہ آور ہوا تاکہ اسے مسمار کردے۔ قریشِ مکہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ قریب کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ جب وہ لشکر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان محسر کے مقام پر پہنچا تو اچانک ایک طرف سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ آ گئے جنہوں نے ان پر سنگریزوں کی بارش کر دی اور جس کے نتیجے میں پورا لشکر ہاتھیوں سمیت تباہ و برباد ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کے اعجاز سے خانۂ کعبہ کی حفاظت فرمائی اور ابرہہ کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ اصحابِ فیل کے واقعے کی اسی تفسیر پر مفسرین کرام کا چودہ سو برس سے اتفاق اور اجماع موجود ہے۔

اس کے برعکس دورِ حاضر کے بعض لوگ اس واقعہ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ نے ابرہہ کے لشکر کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھا، اور پہاڑوں میں مورچے بنا کر گوریلا جنگ لڑی تھی۔ اصحابِ فیل پر قریش نے ایسا پتھراؤ کیا کہ ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس دوران میں تیز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آندھی (حاصب) آئی جس نے رہی سہی کسر نکال دی اور ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔اس کے بعد ان کی نعشوں کو نوچنے اور کھانے کے لیے اور جوارِ کعبہ سے تعفن ختم کرنے کے لیے گوشت خور قسم کی چڑیاں پہنچ گئیں، جنہوں نے میدانِ جنگ کو آلودگی سے پاک وصاف کر دیا۔

تجدد پسند حضرات واقعۂ فیل کی اس تاویل کے حق میں جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن مجید کے مسلمہ اصولِ تفسیر کے خلاف کہتے ہیں اور اُس تفسیر کے خلاف کہتے ہیں جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسرین کرام کا اجماع اور اتفاق موجود ہے۔

ان متجددین کی ایک نفسیاتی کمزوری ہے کہ وہ مغرب سے مرعوب ہو کر دینِ اسلام اور قرآن مجید کی ایسی تعبیر و تاویل کرنے کی سعی کرتے ہیں جس میں وہ موجودہ دور کی عقلیت پسندی (Rationalism) پر ایمان لا کر قرآنی معجزات کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ان کے ہاں فرشتوں کا کوئی وجود نہیں، انسانوں سے الگ جنوں کی کوئی مخلوق نہیں، وہ ابلیس بھی ان کے نزدیک مر چکا ہے جس نے آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا تھا۔بلکہ خود آدم علیہ السلام نام کا کوئی نبی بھی ان کے خیال میں نہیں ہو گزرا۔ان کی رائے میں فرعون اور اس کا لشکر محض سمندر کے مدّ و جزر کی وجہ سے غرقاب ہوا تھا، اور ان کی دانست میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعۂ معراج کی صورت میں کبھی آسمانوں پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔قرآنی قصص اور واقعات کا اعجازی پہلو ختم کر دینے کا سودا ان لوگوں پر ایسا سوار ہے کہ انہوں نے اصحابِ فیل کے واقعے میں بھی قدرتِ الٰہیہ کا اعجازی پہلو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے بھی عام جنگی واقعات کی طرح کا ایک واقعہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

ہماری رائے میں ان متجددین نے سورۂ فیل کے واقعے کی جو تاویل کی ہے وہ کئی وجوہ سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1- قرآن کا اسلوبِ بیان

سب سے پہلے اس سورہ میں قرآنِ مجید کے اسلوبِ بیان پر غور کیا جائے تو آغاز ہی میں اَلَمْ تَرَ (کیا تو نے نہیں دیکھا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ اسلوبِ بیان قرآن مجید میں عام اور غیر معین مخاطب کے لیے آتا ہے جسے اصطلاحاً ''خطاب لغیر معین'' کہا جاتا ہے اور استفہامِ انکاری کے طور پر آتا ہے۔ اس طرح کے اسلوب میں کوئی خاص فرد یا گروہ مراد نہیں ہوتا بلکہ پوری نوعِ انسانی سے خطاب کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ [الفجر: 6]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے کیا سلوک کیا۔''

اس جگہ پر کوئی فرد یا گروہ مخاطب نہیں ہے بلکہ یہ خطابِ عام ہے اور اس کا خطاب معین نہیں ہے تمام لوگ اس کے مخاطب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ [الفرقان: 45]

''کیا تو نے اپنے رب کی اس قدرت پر غور نہیں کیا کہ اُس نے سائے کو کیسے پھیلایا ہے۔''

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک خاص قدرت .... اشیاء کے سایوں کا گھٹنا بڑھنا...... کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں بھی کوئی خاص شخص یا گروہ مخاطب نہیں ہو سکتا۔

بعینہٖ سورۂ فیل کے آغاز میں اَلَمْ تَرَ کا خطاب بھی کسی خاص فرد یا گروہ کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے اس سے قریش کا گروہ مراد لینا ہرگز درست نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

2- تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے پہلے اصول جسے سب تسلیم کرتے ہیں یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ اس اصول کے مطابق جب ہم سورۂ فیل پر غور و تدبر کرتے ہیں تو اسی اسلوب اور انداز میں قرآن مجید سے کئی نظیریں ہمیں مل جاتی ہیں۔

ا: پہلی نظیر یہ ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ [الفجر:6]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے کیا سلوک کیا۔''

اس آیت کے اندازِ بیان ہی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قومِ عاد کے لیے جس عذابِ الٰہی کی طرف اشادہ کیا گیا ہے اس میں انسانی کوشش اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عذاب قومِ عاد پر بھیجا گیا وہ کوئی انسانی فعل نہ تھا بلکہ صرف اور صرف قدرتِ الٰہی کا کرشمہ تھا۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ (کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے کیا کیا) کا اسلوب اس امر کا متقاضی ہے کہ اس کے ضمن میں واقع ہونے والے فعل کا صرف رب ہی فاعل ہے۔

بالکل اسی طرح سورۂ فیل کے آغاز میں پہلی آیت یوں ہے کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ﴾ [الفیل:1]

''کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔''

اس آیتِ زیرِ بحث کا اسلوب بیان بھی اسی امر کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ آگے جو فعل بیان ہوگا اس کا فاعل صرف اور صرف رب کریم ہی ہے۔ بندوں کے فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا اصحابِ فیل کے واقعے کی تفسیر میں ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے میں بندوں کا خواہ وہ قریش ہوں یا کوئی اور قطعاً کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ قریش کے کسی فعل کو بیان کرنے کے لیے یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلوب ہرگز مناسب نہیں ہوسکتا۔

ب: دوسری نظری سورۂ فرقان کی آیت 45 ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾

[الفرقان:45]

''کیا تو نے اپنے رب کی اس قدرت پر غور نہیں کیا کہ اُس نے سائے کو کیسے پھیلایا ہے۔''

ظاہر ہے کہ اشیاء کا سایہ قدرتِ الٰہی سے گھٹتا بڑھتا ہے اور سورج کی روشنی کے مختلف زاویوں سے بدلتا رہتا ہے۔اللہ کی اس قدرت میں فعلِ انسانی کا ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ اسلوب بیان یہاں بھی بالکل وہی ہے جو سورۂ فیل کے آغاز میں وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنی قدرت کی ایک نشانی ایک جگہ بتانا چاہتا ہے اور اپنی قدرت کی دوسری نشانی دوسری جگہ بتا رہا ہے۔ایک ہی اسلوب اور اندازِ بیان ہے جس میں انسانی کوشش اور کسب کا کوئی حصہ نہیں۔سب کچھ قدرتِ الٰہیہ کی کرشمہ سازیاں بیان ہوئی ہیں۔

تیسری نظیر سورۂ عنکبوت آیت 19 میں ہے کہ:

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِیءُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ﴾

''کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتدا اور اس کا اعادہ کرتا ہے؟''

یہ حقیقت ہے کہ اشیاء کو پہلی بار پیدا کرنا یا دوبارہ پیدا کرنا تنہا اللہ کی قدرت وصنعت ہے۔ اس میں انسانی جدوجہد کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔اس آیت کا اندازِ بیان بھی سورۂ فیل کے آغاز جیسا ہے۔لہٰذا اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی میں بھی قریش کا کوئی عمل دخل شامل نہیں ہوسکتا۔

چوتھی نظیر سورۂ نوح کی آیت 15 ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح اوپر تلے سات آسمان پیدا کیے ہیں۔''

اور واضح ہے کہ جس طرح سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اوپر تلے پیدا کرنے میں کسی انسان کے کسب وفعل کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر اللہ کی قدرت وصنعت کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح اصحابِ فیل کا تذکرہ بھی اسی انداز سے کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کی ہلاکت و بربادی میں بھی قریش یا دوسرے انسانوں کی کوئی جدوجہد شامل نہیں ہے۔ جس طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر بھی اُسی اسلوب میں اللہ تعالیٰ ہی کو قدرتِ قاہرہ کی نمود ہے۔

3- اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے معنی

سورۂ فیل کی تفسیر وتاویل میں متجددین حضرات نے اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے معنی سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی قوم کی ہلاکت وتباہی کا ذکر آیا ہے اس سلسلے میں اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ آیا ہے تو وہاں لازمی طور پر اس کے بعد آنے والا اسم ہی موجب ہلاکت وتباہی کے طور پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب کا اصل ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مثال ملاحظہ ہو:

ا: ارشادِ الٰہی ہے کہ:

﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ.﴾ [الذاریات: 41]

''اور عاد کے بارے میں، جب ہم نے اُن پر خشک آندھی چلادی۔''

اس مقام پر اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ کے بعد جو الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (خشک آندھی) ہے، وہی قومِ عاد پر عذاب کی صورت میں ہے، جس سے ان کی ہلاکت و بربادی ہوئی۔ بالکل اسی طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ (اور ہم نے بھیجے ان پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ) میں بھی اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے بعد جو طَيْرًا اَبَابِيْلَ (جھنڈ کے جھنڈ پرندے) آیا ہے تو یہی عذابِ الٰہی کی صورت ہے جس کے ذریعے اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی ہوئی۔

ب: دوسری مثال قرآن مجید کی سورۂ سبا کی آیت 16 ہے:

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾

''پھر ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیج دیا۔''

اس میں بھی قومِ سبا پر سَيْلَ الْعَرِمِ (بند کا سیلاب) بھیجا گیا اور یہی چیز اس قوم کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بنی تھی۔ بعینہٖ سورۂ فیل میں بھی طَيْرًا اَبَابِيْلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ ہیں۔ نہ کہ قریش کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر کنکر پھینکنا موجب ہلاکت ہے۔ قرآن مجید کا اندازِ بیان اپنے نظائر کے ساتھ ہی وضاحت کرتا ہے کہ یہاں بھی طَيْرًا اَبَابِيْلَ ہی کو اصحابِ فیل کی تباہی اور ہلاکت کا سبب قرار دیا جائے۔

ج: تیسری مثال سورۂ الذاریات کی آیت 33 ہے:

﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝﴾

''تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں۔''

اس مقام پر قومِ لوط کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ کے بعد حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (کھنگر کے پتھر) آیا ہے اور یہی چیز قومِ لوط کی ہلاکت و بربادی کا سبب اور ذریعہ بنی تھی۔ بالکل یہی صورت واقعہ اصحابِ فیل میں بھی ہے جہاں اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے بعد طَيْرًا اَبَابِيْلَ آیا ہے۔ لہٰذا یہی طَيْرًا اَبَابِيْلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و تباہی کے موجب تھے۔ قریش کی جانب سے پتھراؤ کا مفہوم قرآن مجید کے اس اسلوب سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4- تَرْمِیْهِمْ کا مفہوم

متجددین اس سورۂ میں تَرْمِیْهِمْ کے فعل کا فاعل قریش کو قرار دیتے ہیں۔اس بنیاد پر کہ آغازِ سورہ میں اَلَمْ تَرَ میں قریش مخاطب ہیں، اس لیے تَرْمِیْهِمْ میں بھی تَرْمِیْ کا خطاب صیغۂ واحد مذکر حاضر کی صورت میں قریش ہی کے لیے ہے۔مگر یہ ان حضرات کی اپنی ذہنی اختراع اور اُپج ہے۔سورۂ فیل میں اَلَمْ تَرَ کے بارے میں ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس طرح کا خطاب عام اور غیر معین ہوتا ہے اور اس سے کوئی خاص فرد یا گروہ مراد لینا قرآن مجید کے اسلوبِ بیان کے خلاف ہے۔اس لیے صرف قریش کو اس کلام کا مخاطب سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہوسکتا۔اس صورتِ حال میں تَرْمِیْهِمْ کے فعل میں قریش کو فاعل قرار دینا صریح طور پر قرآن کی معنوی تحریف ہے۔سیدھی بات یہ ہے کہ تَرْمِیْهِمْ میں فاعل کی ضمیر اپنے قریبی مرجع طَیْرًا اَبَابِیْلَ کی طرف لوٹتی ہے۔اور یہاں پر یہ مفہوم مراد ہے کہ یہ پرندوں کے جھنڈ ہی تھے جو ہاتھی والوں پر کنکریاں پھینکتے تھے اور جس کے نتیجے میں اصحابِ فیل کا لشکر تباہ ہوگیا۔

متجددین نے یہاں پر ایک اور نکتہ بھی نکالا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان میں رمی کا فعل کسی چیز کو صرف بازو یا فلاخن کے ذریعے پھینکنے کے معنوں میں آتا ہے اور اُوپر سے کسی چیز کو گرانے کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربیت میں رمی کا فعل کئی معنوں میں آتا ہے۔اس کے معنی کسی چیز کو ہاتھ یا فلاخن سے پھینکنے کے بھی ہیں اور بلندی سے نشانہ باندھ کر کوئی چیز نیچے گرانے کے معنی میں بھی رمی ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔دراصل اس لفظ کے مفہوم میں بلندی یا پستی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ کسی چیز کا نشانہ لے کر اس پر کوئی شے پھینکنا اس لفظ کا بنیادی مفہوم ہے۔اہلِ عرب آج کل لڑاکا اور بمبار طیاروں کی گولہ باری اور بمباری کے لیے بھی یہی رمی کا لفظ استعمال کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اور قرآن مجید میں رمی کے مجازی معنی ''کسی پر تہمت لگانے ،الزام تراشی کرنے اور بہتان طرازی کرنے۔'' کے بھی آئے ہیں۔جیسا کہ سورۂ نور آیت 4 میں ہے کہ:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت ِزنا) لگاتے ہیں۔''

لہٰذا رمی کے لفظ کو صرف بازو اور فلاخن کے ذریعے کسی چیز کے پھینکنے کے معنوں میں محدود اور منحصر کر لینا عربیت کے خلاف ہے۔

5- بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ کے معنی

متجددین حضرات نے سورہ کے الفاظ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ پر تدبر نہیں کیا اور نہ ہی ان الفاظ کو قرآن مجید کے دوسرے نظائر کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے،وہ اگر صرف انہی الفاظ پر تھوڑا سا غور و تدبر فرما لیتے تو ان کے ذہن میں کبھی وہ نرالی تاویل پیدا نہ ہوتی جسے وہ بیان کیا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ کے الفاظ اسی صورت میں صرف دوبار آئے ہیں اور دونوں مرتبہ ان سے مراد ''عذاب الٰہی کے پتھر'' ہیں ،نہ کہ انسانوں (یا قریش) کے پھینکے ہوئے پتھر۔

پہلی مرتبہ یہ الفاظ سورۂ ہود کی آیت 82 میں اسی طرح وارد ہوئے ہیں

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ﴾

''پھر جب ہمارا حکم آن پہنچا تو ہم نے اس (بستی) کے بلند کو اس کا پست بنا دیا اور ہم نے وہاں کھنگر کے پتھر برسا دیئے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ قومِ لوط پر عذابِ الٰہی کی کیفیت کا بیان ہے، اور اس میں حِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ کے الفاظ صریحاً اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے عذاب کے پتھروں پر دال ہیں۔ انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھر یہاں کسی صورت مراد نہیں لئے جا سکتے۔ آیتِ مذکورہ میں جن پتھروں کا ذکر ہے ان سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ آسمانی پتھر ہیں جو قومِ لوط پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے برسائے گئے تھے۔

دوسری مرتبہ یہی الفاظ سورۂ الحجر کی آیت 74 میں آئے ہیں:

﴿فَجَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۝﴾

''پھر ہم نے اُس (بستی) کو زیروزبر کر دیا اور ان لوگوں پر کھنگر کے پتھر برسا دیئے۔''

اس جگہ پر بھی حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ کے الفاظ انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھروں کے لیے نہیں آئے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی صورت میں برسائے گئے پتھروں کے لیے استعمال ہوئے ہیں، کہ جن کے ذریعے قومِ لوط کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

بالکل یہی الفاظ جب سورۂ فیل میں آئے ہیں تو ہم کیوں نہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر عذاب کی صورت میں برسائے گئے پتھر ہی مراد لیں؟ کیوں ان الفاظ کی دور از کار تاویلیں کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سمجھنے کے لیے خود اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں اور اپنے دلوں پر قفل چڑھا لیں؟

6- حاصب یعنی سخت آندھی

تجدد پسند حضرات سورۂ فیل کی تفسیر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اصحابِ فیل کا لشکر تباہ کرنے میں دو عناصر کا بڑا ہاتھ ہے ایک قریش کی طرف سے کنکریاں پھینکنا اور دوسرے اچانک سخت آندھی (حاصب) کا چل پڑنا۔ اُن کی یہ تاویل بھی کئی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اول یہ کہ سورۂ فیل میں حاصب یعنی سخت آندھی کے چلنے کا کوئی ذکر نہیں، صرف پرندوں کے جھنڈ بھیجے جانے کا ذکر آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سی تاویل اختیار کی جائے، وہ جسے قرآن مجید بیان کرتا ہے یا وہ جسے قرآن بیان نہیں کرتا؟ قرآن کی تفسیر میں اس کے اپنے مذکورہ الفاظ معاون ثابت ہو سکتے ہیں یا پھر وہ چیزیں جن کو کسی انسان کا تخیل خود تراش لیتا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اصحابِ فیل کے واقعے میں حاصب (سخت آندھی) کے چلنے کا عنصر شامل کرنا ایک من گھڑت افسانے سے زیادہ نہیں ہے۔

ب: دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اگر یہ ممکن ہے کہ وہ بے جان ہوا میں اتنی طاقت پیدا کر دے کہ اس کے ذریعے لشکر تباہ ہو جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ سے یہ ناممکن ہے کہ وہ جاندار پرندوں کے پھینکے ہوئے سنگریزوں کے ذریعے کسی لشکر کو برباد نہ کر سکے۔ افسوس! ان متجددین کی عقل پر جو ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تسلیم کر لیتے ہیں مگر دوسری جگہ اس کی عاجزی ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ افسوس! معجزات کو نہ ماننے کی ضد بھی انسان کی عقل کو کہاں لے جاتی ہے۔

7- نصرتِ الٰہی کا قانون

متجددین حضرات کا کہنا ہے کہ اصحابِ فیل کے واقعے کو بھی اللہ کی اس سنت کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔ کہ افراد کی جدوجہد ہو گی تو اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرے گا۔ بندے اگر کوئی کوشش نہیں کریں گے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید بھی نہیں ہو گی۔

مگر متجددین یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نصرت و تائید بندوں کی جدوجہد کے ساتھ ہر حال میں مشروط نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں اور تاریخِ اسلام بھی اس پر شاہد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے عاجز بندے کسی بوجھ اور ذمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

داری کو اٹھانے کی قدرت واستطاعت نہیں رکھتے تو وہ اپنا خاص فضل وکرم فرما کر اپنے بندوں پر کوئی ناقابلِ برداشت بوجھ نہیں ڈالتا اس ضمن میں قرآن مجید کا یہ اصل الاصول ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

[البقرہ:286]

''اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق۔''

گویا تکلیفِ مالا یطاق کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ بندوں کی سعی و کوشش کے بغیر ہی ان پر اپنا فیضانِ رحمت کرتا اور ان کو تائید ونصرت سے نوازتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا تھا تو اُس وقت آپ نے وہ کونسی تدابیر اور جدوجہد کی تھی جس کے ذریعے وہ آتش نمرود سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے تھے؟ اور خلیل اللہ کی وہ کونسی کوشش تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس آتش کدے کو گلزار بنا دیا تھا؟

یا جب سیدنا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے تو ان کی وہ کونسی عملی جدوجہد اور تدبیر تھی جس کے نتیجے میں ان کو وہاں سے نجات بخشی گئی تھی؟ اور اللہ تعالیٰ کی سنتِ تائید ونصرت حاصل ہوئی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اس کے لیے دعا کی اور تسبیح پڑھی تھی تو یہ کوئی ایسی عملی جدوجہد یا کسب نہیں ہے جسے متجددین حضرات نصرتِ الٰہی کے قانون سے متعلق قرار دیں۔ تاہم اگر صرف دعا وتسبیح یونس علیہ السلام اُن کے لیے مچھلی کے پیٹ سے رہائی کا سبب بنی تھی تو یہی محرک اصحابِ فیل کے واقعہ میں بھی موجود ہے۔ صحیح واقعات کے مطابق عبدالمطلب اور بعض دوسرے سردارانِ قریش نے بھی خانۂ کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابرہہ کے لشکر کے خطرے سے بچائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کر لی اور قریش اور اس آفت سے نجات دلائی۔ جیسا کہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

یا پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام مکہ سے ہجرت فرما کر مدینے جانے کا عزم کر رہے تھے اور ان کے گھر کا محاصرہ شمشیر بدست جوانوں نے کر رکھا تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تحفظ کے لیے کونسی عملی جدوجہد اور تدبیر کی تھی جس کے نتیجے میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل ہوئی تھی اور آپ دشمن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر گھر سے بحفاظت نکل گئے تھے؟ اللہ تعالیٰ کی سنت تائید ونصرت اس واقعے میں بھی انسانی جدوجہد کے ساتھ ہرگز مشروط نہ تھی۔

اور یہ تو انفرادی واقعات کی مثالیں تھیں، اجتماعی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا قانون صرف وہی نہیں جو متجددین نے سمجھ رکھا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر فلسطین جا رہے تھے اور ان کے سامنے بحیرۂ قلزم کی خوفناک لہریں تھیں اور پیچھے کی جانب فرعون اور اس کا لشکرِ جرار ان کے تعاقب میں قریب آن پہنچا تھا۔ تو اُس وقت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے وہ کونسی عملی تدبیر اور جدوجہد کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سمندر کے اندر خشک راستے بنا دیئے تھے؟ اور دیکھتے ہی دیکھتے فرعون اور اس کا سارا لشکر غرقاب ہو گیا تھا؟ کیا اُس وقت اللہ تعالیٰ کی یہ سنت کارفرما تھی کہ اس کے کمزور اور ناتواں بندے ایک طرف سمندر کی موجوں اور دوسری طرف فرعون کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتے ،اس لیے ان کو اس سخت آزمائش کی ہولناکی اور خطرے سے بچا لیا جائے؟

متجددین حضرات اس واقعے کی جھٹ سے یہ تاویل کر دیتے ہیں کہ بحرِ قلزم کے مدوجزر کی دو مختلف حالتوں کے پیشِ نظر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل تو بسلامت پار اُتر گئے لیکن اندھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرعون اور اس کے اندھے لشکر کو اس صورتِ حال کا علم نہیں ہو سکا تھا اس لیے وہ مد و جزر کی زد میں آ کر غرقاب ہو گئے تھے۔ مگر یہ تاویل قرآن مجید کے صریح الفاظ اور نصوص کے اس قدر خلاف اور عقلی اعتبار سے اس قدر بھونڈی ہے کہ اس کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

8- اجماعِ امت کے خلاف

متجددین نے سورۂ فیل کی جونئی اور من مانی تاویل کی ہے وہ چودہ سو برس سے اس امت کے مفسرین کرام کی اس متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر کے خلاف ہے جو وہ اصحابِ فیل کے واقعے کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ اس صورت میں کیا ہم یہ مفروضہ قائم کر لیں کہ امتِ مسلمہ کی یہ جلیل القدر، وسیع العلم اور مایۂ صد افتخار شخصیات تو چودہ سو برس سے قرآن مجید کی ایک نہایت مختصر سورہ کے الفاظ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہی ہیں اور ہمارے زمانے کے جو متجددین اور منکرینِ حدیث پیدا ہوئے ہیں وہ اس امت کو واقعۂ اصحابِ فیل کی صحیح صحیح تفسیر بتا رہے ہیں؟ مگر ہم اس طرح کے مفروضوں پر نہیں جی سکتے۔ امت کے تمام علمائے اسلام کے خلاف ہم عدمِ اعتماد کی تحریک پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اس صورت میں ہم پورے دینِ اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آج ہمارے پاس وہی قرآن مجید محفوظ اور موجود ہے جو خاتم النبیین ﷺ نے امت کے حوالے کیا تھا۔ یا حضورؐ کے اقوال و افعال اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ آج ہمارے درمیان مِن وعَن موجود ہو سکتا ہے؟ اور جب ہمارے ہاتھ سے کتاب و سنت دونوں نکل جائیں تو پھر ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے؟ عقل سلیم یہی کہتی ہے کہ چودہ سو برس پر محیط ہزاروں اور لاکھوں اہل علم مفسرین کرام جن میں عرب و عجم کے علمائے اسلام شامل ہیں ان لوگوں کی نسبت بہت بہتر طور پر قرآن مجید کی تفسیر بیان کر سکتے ہیں جن کا سرمایۂ افتخار ہی مغرب زدگی کا احساس ہے اور جن کا ذہن مغرب سے مرعوب ہو کر اصولِ دین کو بگاڑنے میں سرگرمِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمل ہے۔

9- قریش پر بے حمیتی کا الزام

تجدد پسند حضرات کہتے ہیں کہ اگر سورۂ فیل کی روایتی تفسیر مان لی جائے تو اس سے ان کے ممدوح ''قریش پر بے حمیتی کا الزام'' عائد ہوتا ہے جو کہ ان کے خیال میں ایک نامناسب بات ہے۔

سُبحان اللہ! مشرک، بت پرست اور کمزور قریش نے اگر ابرہہ کے لشکرِ جرار کا اور ہاتھیوں کا مقابلہ نہیں کیا اور وہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تھے، اس چیز کو اگر مفسرین کرام نے بطورِ واقعہ بیان کر دیا ہے تو اس سے متجددین کے نزدیک غیور ''قریش پر بے حمیتی کا الزام'' لگتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مؤرخ یا صاحبِ تفسیر یہ تاریخی حقائق پیش کرے کہ بت پرست قریش نے توحید کے مرکز خانۂ کعبہ کے اندر 360 بت نصب کر کے خانۂ خدا کو بت خانے میں تبدیل کر دیا تھا، اور یہ کہ قریش کے لوگ اپنی بیٹیوں کو خود زندہ درگور کر دیا کرتے تھے تو کیا اس وقت ان تاریخی واقعات کے ذکر سے قریش پر بے حمیتی کا الزام نہیں لگتا۔

دراصل سورۂ فیل کا مرکزی مضمون اور موضوع اللہ تعالیٰ کو محض معاون و مددگار ثابت کرنا اور قریش کو ہیرو بنا کر پیش کرنا نہیں ہے جیسا کہ متجددین حضرات نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سورہ کا موضوع اور مرکزی مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ساری نوعِ انسانی کے سامنے یہ حقیقت کھول کر بیان کر دی ہے کہ فی الواقع وہی قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے جو چاہے کر سکتا ہے۔ سب کے سامنے اصحابِ فیل کا واقعہ ہوا تھا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرتِ قاہرہ تھی جس نے خانۂ کعبہ کی حفاظت فرمائی کیونکہ قریش کے لیے بیت اللہ کا دفاع ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی ایک کمزور اور حقیر مخلوق پرندوں کے ذریعے ایک بڑے طاقتور دشمن کو نیست و نابود کیا اور قریش کو بھی ہلاک و برباد ہونے بچا لیا۔ شرک کے پجاری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جھوٹے معبود سب بے بس تھے، اور اس موقع پر صرف اللہ کی قوت وقدرت تھی جس نے اپنے گھر کو اور اہلِ مکہ کو ایک عظیم خطرے سے محفوظ کر دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے، معبودِ حقیقی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بندوں کو صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(6) تفسیر سورۂ کوثر

تعارف

قرآن حکیم کی مختصر ترین سورۃ کا نام ''الکوثر'' ہے۔ اس کی تین آیتیں اور کل بارہ (12) الفاظ ہیں۔ اس قدر اختصار کے باوصف یہ سورہ قرآن کے اعجازِ کلام کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے صرف 41 حروف میں اتنا کچھ کہہ دیا گیا ہے جسے ادا کرنے کے لیے دنیا کی تمام زبانیں قاصر ہیں۔

اس کے الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۞ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ۞﴾

''ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا، پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور اسی کے لیے قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

زمانۂ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، کلبی اور مقاتل کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر حضرت حسن بصریؒ، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ نے اسے مدنی کہا ہے۔ ان حضرات کے اس قول کی بنیاد دراصل حضرت انسؓ کی روایت ہے جسے امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ ہم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((عن انس قال بینما رسول الله ﷺ ذات یوم بین اظهرنا، اذا اغفیٰ اغفاء ة ثم رفع رأسه متبسما، فقلنا: ما اضحك یا رسول الله؟ قال: انزلت علی آنفًا سورة، فقرا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ o ثم قال أتدرون ما الكوثر؟ فقلنا الله ورسوله اعلم۔ قال: فانه نهر وعدنیه ربی عزوجل علیه خیر کثیر هو حوض ترد علیه امتی یوم القیامة آنیته عدد النجوم))[1]

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپؐ پر اونگھ سی طاری ہوئی۔ پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا، اس پر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مجھ پر ایک سورہ ابھی نازل ہوئی ہے، پھر آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر سورۂ کوثر تلاوت کی۔ پھر ہم سے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کے دینے کا میرے پروردگار عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑی دولت ہے اور یہی حوض ہے جس پر قیامت کے روز میری امت پہنچے گی۔ اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔''

یہ حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت انسؓ مدینہ میں تھے لہٰذا اس سورت کا نزول بھی مدینے ہی میں ہوا ہے اور یہ سورت بھی اس پر گواہ ہے۔

مگر انہی حضرت انسؓ سے بخاری، مسلم، ابو داؤد اور دیگر محدثین نے وہ مستند روایات بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کو معراج میں نہر کوثر دکھائے جانے کا تذکرہ موجود ہے

[1] مسلم، کتاب الصلوٰۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ واقعۂ معراج ہجرت سے قبل مکہ میں پیش آیا تھا۔ اس لیے مجرد اس روایت کی بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار نہیں دیا جا سکتا...... پھر اس سورہ کا مضمون خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ مکی دور ہی میں نازل ہوئی اور مکی دور بھی وہ جس میں دعوتِ اسلامی کی مخالفت شدید ہو چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی نہایت بے سروسامانی کے عالم میں کفارِ مکہ کے مظالم برداشت کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اطمینان کے لیے یہ سورہ نازل فرمائی۔

شانِ نزول

اس سورہ کے شانِ نزول کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

1- حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ سورہ عاص بن وائل کے بارے میں اتری ہے۔ جب کسی مجلس میں نبی ﷺ کا ذکر آتا ہے تو یہ شخص کہتا:

((دعوه فانه رجل ابتر، لا عقب له فاذا هلك انقطع ذكره))

''اس کو چھوڑو، یہ تو لاولد آدمی ہے، اس کا کوئی پیچھے ہی نہیں، جب مر جائے گا تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا۔''

نیز یہ شخص کہا کرتا تھا کہ انا شانی محمدً ''میں محمدؐ کا دشمن ہوں'' چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

2- شمر بن عطیہ کا یہ قول ہے (اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا بھی ایک قول ہے) کہ یہ سورت عقبہ بن ابی معیط کے متعلق اتری جو یہ کہتا تھا کہ: اس نبی کا کوئی بیٹا نہیں۔ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کا نام لیوا نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

3- عکرمہ اور شہر بن حوشب کے نزدیک یہ سورہ یہودی سردار کعب بن اشرف اور سردارانِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ (اس کی تائید میں بھی حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول موجود ہے۔) حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ:

((قدم كعب بن الأشرف مكة فقالت له قريش أنت سيد هم الا ترىٰ الىٰ هذا الصنبر المنبتر من قومه؟ يزعم أنه غير منا و نحن أهل الحجيج وأهل السدانة واهل السقاية۔ فقال:" أنتم خير منه" قال فنزلت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ٥))

''کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا: تم مدینہ والوں کے سردار ہو، اس آدمی کو جو دیکھو جواپنی قوم سے کٹ کر جدا ہو گیا ہے اور اس پر بھی اپنے آپ کو ہم سے بہتر خیال کرتا ہے، حالانکہ ہم حاجیوں کے نگران، خانہ کعبہ کے متولی اور کلید بردار اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں۔ اس پر کعب بولا: ''تم اس سے بہتر ہو'' اس پر آیت اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ اتری۔''

اس روایت کو ابن جریر اور بزار نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

4- عطاء کا قول ہے کہ ابولہب کے بارے میں یہ سورہ اتری ہے۔ جب حضور ﷺ کا ایک صاحبزادہ فوت ہوا تو ابولہب نے مشرکین مکہ کے پاس جا کر کہا: ''بتر محمد الليلة'' ''محمدؐ رات کو لاولد ہو گیا۔'' چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔

5- حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ سورہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضورؐ کے صاحبزادے فوت ہوئے تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا: ''بتر محمدؐ'' ''محمدؐ لاولد ہو گیا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

یہ پانچوں اقوال حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں درج کر دیئے ہیں۔ ایک عام قاری یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنے مختلف اقوال ایک ہی سورہ کی شانِ نزول میں موجود ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکیلے حضرت ابن عباسؓ ہی سے اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں چار اقوال ملتے ہیں۔ دراصل یہ الجھن شانِ نزول کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ وتابعینؒ کے نزدیک کسی آیت کے شانِ نزول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے عمومی حکم کا اطلاق چونکہ فلاں فلاں واقعے پر بھی ہوتا ہے لہٰذا وہ تمام واقعات بھی اس آیت کے شانِ نزول ہیں۔ گویا شانِ نزول کا تعلق کسی متعین ومحدود وقت سے نہیں ہوتا بلکہ حالت وکیفیت کی یکسانی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سورہ میں شانِئَکَ (تیرا دشمن) کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد وہ شخص یا گروہ ہے جو محمد عربی ﷺ سے دشمنی رکھے، قطعِ نظر اس سے کہ وہ خاک مکہ کا ابوجہل ہو یا دنیائے عجم کا ابوالفضل، آج سے چودہ سو برس پہلے پیدا ہوا ہو یا چودہ سو برس متولد ہو۔

ماقبل سورہ سے ربط

اس سورہ سے قبل سورۂ ماعون میں مشرکینِ مکہ کی تکذیب دین بیان کی گئی ہے جس کے ثبوت کے طور پر ان کی تین صفات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یعنی بخل، نماز سے بے پروائی اور ریاکاری۔ اب اس سورۃ میں ان تینوں صفات کے مقابل میں انفاق فی سبیل اللہ، نماز کی پابندی اور اخلاص ولِلّٰھِیّت کی تین صفات سے حضورؐ کو متصف کیا گیا۔ اس طرح ان سورتوں میں دونوں طرف کی دین پرستی کا حقیقی نقشہ کھینچ کر بتا دیا گیا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہے۔ سب لوگ اچھی طرح سے جان لیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا سچا پیروکار کون ہے اور ان کے نام کو بٹہ لگانے والے کون کون سے لوگ ہیں۔ تصدیقِ دین کس گروہ کا شیوہ ہے اور تکذیب دین کس گروہ کا پیشہ۔

اس طرح یہ سورہ اپنی ماقبل سورہ کے بعد یوں آتی ہے جسے عذاب کے بعد انعام اور دوزخ کے بعد جنت کا ذکر آتا ہے۔ قرآن حکیم میں ''مقابلہ'' کا یہ اسلوب بہت عام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مابعد سورہ سے ربط

سورۂ کوثر میں دشمنوں کے مقابل میں خیر و برکت اور عزت وشوکت کی بشارت دی گئی ہے۔آگے کی سورہ (کافرون) میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی میں ازلی دشمنی ہے اس لیے اب کفار مکہ سے بالکل علیحدگی اور قطع تعلقی کا اعلان کر دیا جائے اور یہ ایک قسم کا اعلانِ جنگ ہے۔ پھر آگے کی سورہ (نصر) میں فتح ونصرت اور غلبے کا پیغام دیا گیا ہے۔اس طرح ان سورتوں کے مابین گہرا معنوی ربط پایا جاتا ہے۔

اِنَّا شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ

لغوی تحقیق

اَعْطَیْنَا اَعْطٰی یُعْطِیْ اِعْطَاءً سے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے۔لغت میں اِعْطَاءٌ کے معنی اِنَالَۃٌ کے ہیں۔یعنی کسی کو کوئی چیز دینا، بخشا، عطا کرنا، عنایت کرنا۔

کَوْثَرٌ یہ کثیر سے فَوْعَلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے نفل سے نوفل اور جہر سے جوہر۔کوثر کے لغوی معنی، خیر کثیر کے ہیں۔یعنی بہت زیادہ مال یا بھلائی۔اَلْکَوْثَرُ اسی سے اسم معرف باللام ہے،اور یہ لفظ بطور صفت بھی مستعمل ہے۔اس وقت اس کے معنی ''بہت زیادہ مال وثروت والا یا بہت زیادہ بھلائی والا شخص'' کے ہوتے ہیں۔الکمیت کہتا ہے:

و انت کثیر یا بن مروان طیب   و کان ابوک ابن العقائل کوثرا

''اے ابن مروان! تم بہت مال والے اور بھلے آدمی ہو اور تمہارے باپ جو شریف زادوں کا بیٹا تھا بہت زیادہ مال وثروت والا اور بہت بھلا آدمی تھا۔''

کوثر کی تاویل

کوثر کی تاویل کے بارے میں سلف سے تین مشہور اقوال ملتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1- کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس کا مشاہدہ رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں کرایا گیا تھا۔ اس تاویل کو حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، مجاہد اور ابو العالیہ نے اختیار کیا ہے۔ روایات کی رو سے اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس کی مٹی مشک سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔ اس کے کنارے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں جن پر عمدہ موتیوں کے محل ہیں۔ اس کی تہہ میں کنکر پتھروں کے بجائے یاقوت، مرجان، اور زبرجد پڑے ہیں۔ اس کے کناروں پر آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر پیالے رکھے ہیں۔ جس نے اس دفعہ اس کا پانی پی لیا اسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی اور جو اس سے محروم رہا اسے کبھی سیرابی نصیب نہ ہوگی۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال: لما عرج بالنبی ﷺ الی السماء، قال: اتیت علی نہر حافتاہ قباب اللؤلو مجوفا۔ فقلت ما ھذا یا جبریل؟ قال ھذا الکوثر))

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ معراج پر تشریف لے لئے (واپس آکر) فرمانے لگے: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر اندر سے کھلے کئے ہوئے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے۔"

((عن ابی عبیدہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال سألتہا عن قولہ تعالیٰ: اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ، قالت نہر اعطیہ نبیکم ﷺ شاطئاہ علیہ در مجوف اٰنیتہ کعدد النجوم))

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔اس کے دونوں کناروں پر اندر سے خالی موتی ہیں،اس کے (پینے کے) پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔''

3- کوثر سے مراد حوض ہے جو محشر کے روز حضور ﷺ کو عطا ہوگا۔اس سے آپؐ مومنین کو سیراب فرمائیں گے۔ یہ تاویل عطاءؒ سے مروی ہے۔روایات میں اس حوض کے پانی کی وہی خصوصیات ملتی ہیں جو نہر کوثر کے پانی کے لیے بیان ہوئی ہیں۔اس حوض پر بہت ہجوم ہوگا مگر حضور ﷺ اپنے امتیوں کو ان کے وضو میں دھوئے جانے والے اعضاء کی چمک دمک سے پہچان لیں گے اور وہاں اپنی امت کی کثرت پر خوشی کا اظہار فرمائیں گے۔

حوضِ کوثر کے بارے میں بکثرت صحیح روایات موجود ہیں۔مثلاً حضورؐ نے فرمایا:

((انا فرطکم علی الحوض))

''میں تم سے پہلے حوض پر ہوں گا۔''

((انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم، حتی اذا اھویت لا ناولھم، اختلجوا دونی، فاقول ای رب اصحابی ، یقول : لاتدری ما احدثوا بعدك))

''میں تم سے پہلے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا، کچھ لوگ میرے قریب لائے جائیں گے، جب میں انہیں پانی پلانا چاہوں گا تو وہ مجھ سے دور ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، وہ فرمائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیسے اعمال کئے ہیں۔''

3- کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اس کا اطلاق دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ پر ہونے والے تمام انعامات واحسانات پر ہوتا ہے۔ اس تاویل کو حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور مجاہد نے اختیار کیا ہے۔

ان اقوال میں تطبیق

مذکورہ بالا تینوں اقوال میں سے پہلے اور دوسرے قول میں کوئی اختلاف نہیں ہے عین ممکن ہے کہ نہر کوثر ہی سے یہ حوض جاری ہو۔ صحیح احادیث سے اس امر کی پوری تائید ہوتی ہے۔

((...... ثم قال أتدرون ما الكوثر؟ فقلنا: الله ورسوله اعلم۔ قال: فانه نهر وعدنيه ربي عزوجل عليه خير كثير هو حوض ترد عليه امتي يوم القيامة آنيته عدد النجوم[1]))

''......پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس (کے دینے) کا وعدہ خدائے عزوجل نے مجھ سے کیا ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے اور یہی حوض ہے۔ قیامت کے روز میری امت اس پر پہنچے گی۔ اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔''

حوض کوثر کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:

((يغت فيه ميزابان يمدانه من الجنة احدهما من ذهب والآخر من ورق[2]))

''اس میں جنت سے دو نالیاں لاکر ڈال دی جائیں گی جو اسے پانی فراہم کریں گی ان میں سے ایک سونے کی بنی ہوگی اور دوسری چاندی کی۔''

اور اس روایت کی تصریح ملاحظہ ہو:

((يفتح نهر من الكوثر الى الحوض[3]))

---

[1] مسلم، کتاب الصلوٰۃ، عن انس۔

[2] مسلم، کتاب الفضائل، عن ثوبان۔

[3] مسند احمد، عن عبداللہ بن مسعود۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"کوثر سے حوض کی جانب ایک نہر کھول دی جائے گی۔"

پھر نہر کوثر اور خیر کثیر کی تاویلوں میں تطبیق دینا بہت آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ نہر کوثر کو بھی خیرِ کثیر کے ان گنت انعامات مین سے ایک انعام سمجھا جائے اور یوں عام اور خاص میں مطابقت پیدا کی جائے۔ حضرت ابنِ عباسؓ اور سعید بن جبیر سے یہی تطبیق منقول ہے:

((حدثنا ابُو بِشر عن سعید بن جُبَیر عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال فی الکوثر هو الخیر الذی اعطاه الله ایاه، قال ابو بشر قلت لسعید بن جبیر فان الناس یزعمون انه نهر فی الجنه، فقال سعید النهر الذی فی الجنة من الخیر الذی اعطاه الله ایاه[1]))

"ابو بشر نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کوثر کے بارے میں کہا کہ یہ وہ "خیر" ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو عطا کی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے تو سعید نے کہا کہ یہ جنت کی نہر بھی اسی "خیر" سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔"

کوثر کی تاویل میں سلف سے اور بھی بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان سب کو امام قرطبی اور امام رازی نے اپنی اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ان میں کوثر سے مراد نبوت، قرآن، اسلام، حکمت، اولادِ نبیؐ، علماءِ امت، کثرتِ امّت، کلمۂ طیبہ، سورہ کوثر، حضورؐ کے فضائل، آپؐ کا علم، آپؐ کے اخلاقِ حسنہ، آپ کا حسنِ شہرت، دنیا میں آپؐ پر ہونے والے تمام انعامات، آپؐ کی شفاعت کبریٰ، مقامِ محمود، نماز پنجگانہ، وغیرہ لئے گئے ہیں۔ دورِ جدید میں مولانا فراہیؒ نے کوثر سے خانہ کعبہ مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اور آخرت میں جنت کی نہر کوثر اسی خانہ کعبہ کی رُوحانی تمثیل ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب التفسیر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا تمام تاویلات دراصل ''خیر کثیر'' کے مفہوم کو آثار وقرائن سے مشخص ومتعین کرنے کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ کوششیں اس لیے بھی ضروری سمجھی گئیں تاکہ ذہن کسی محسوس پیکر یا معلوم خیال کی طرف آسانی سے منتقل ہو سکے۔ اس کے لیے دنیا وآخرت میں جو عظیم نعمت بھی حضور کو عطا ہوئی وہ ''کوثر'' کہلائی۔ گویا یہاں بھی وہی معاملہ درپیش آیا کہ:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

لیکن لفظِ کوثر کی وسعتوں کو محدود کرنا، اس کی کثرتوں کو احاطۂ خیال میں لانا اور اس کے معنوی جلووں کو تصور کے پردۂ سیمین پر لانا قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد ''خیر کثیر'' کا عمومی مفہوم ہی ہے اور ہم کوثر کے لیے اسی کو صحیح تاویل قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان روایات کا انکار لازم نہیں آتا جن میں اس سے مراد جنت کی نہر یا حوض ہے۔ کوثر یعنی خیرِ کثیر میں اتنا وسیع ظرف موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کی سمائی ہو سکتی ہے۔ گویا اس کی وہی کیفیت ہے کہ:

عبارا تُنا شتّٰی و حُسنك واحد

و کُلٌّ اِلیٰ ذاك الجمال یُشیر

اس طرح کوثر کا یہ خواب اتنی تعبیروں کی کثرت کے باوصف پریشان نہیں ہوتا کیونکہ لغت کی رو سے بھی یہی تاویل عمدہ ہے اور اسی سے قرآن، حدیث اور آثار سب میں توفیق وتطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ

اب ہم سورۂ کوثر کی اس پوری آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض امور کی طرف مجمل اشارات کریں گے۔

الفاظ کا دروبست اور فصاحت وبلاغت

سب سے پہلے الفاظ کے دروبست اور ان کی فصاحت وبلاغت پر غور کیجیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آغاز میں حرفِ تاکید اِنَّ اور ضمیر متکلم نَا یعنی اِنَّا آیا ہے۔ کلام الٰہی میں اِنَّ کے آنے سے مزید تاکید پیدا ہوگئی ہے۔ ضمیر جمع متکلم کا استعمال لغت اور قرآن کی رو سے کبھی جمع کے لیے اور کبھی تعظیم کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں یہ جمع کے لیے قطعاً نہیں آسکتی کیونکہ خدا تو ایک ہی ہے لہٰذا اسے یہاں پر صرف تعظیم ہی کے لیے ماننا پڑے گا۔ اس ضمیر نے اس امر کی طرف واضح اشارہ کردیا کہ کوثر کر عطا کرنے والی ذات کوئی معمولی ذات نہیں بلکہ بہت بڑی ہستی ہے۔ اس لیے اس کا عطیہ بھی غیر معمولی ہوگا۔

پھر دیکھیے یہاں فعل کو مبتداء پر بھی مقدم کردیا گیا جس سے کلام میں خاص تاکید و توجہ پیدا ہوگئی ہے۔ قرآنِ حکیم میں تاکید و تخصیص پیدا کرنے کے لیے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کردینے کا اسلوب عام ہے اور فعل کو مبتدا پر مقدم کرنے کا اسلوب اسی کی ایک فرع ہے۔ اس کی ایک مثال سورۂ الحج کی آیت 46 ہے۔

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾

''تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

یہاں پر فَاِنَّ الۡاَبۡصَارُ لَا تَعۡمٰى نہیں فرمایا گیا بلکہ فعل کو مبتدا پر مقدم کرکے اس سے تاکید کا مفہوم پیدا کیا گیا ہے۔

پھر غور کیجیے اَعۡطَيۡنَا (ہم نے عطا کردیا) فعل ماضی استعمال ہوا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ سَنُعۡطِيۡكَ (ہم عنقریب تجھے عطا کردیں گے) بلکہ پیش گوئی کے امر کی واقعیت اور قطعیت ظاہر کرنے کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کوثر عطا کرنے کا واقعہ رونما ہوچکا اور حضور ﷺ کو یہ عطیہ مل گیا۔ قرآن میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کو ان کی قطعیت کی بنا پر فعل ماضی میں بیان کرنے کا اسلوب بہت عام ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِآىْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [الزمر: 69]

"اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی اور کتاب رکھ دی گئی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا گیا اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر کوئی ظلم ہونے والا نہیں۔"

اس آیت میں اَشْرَقَتْ، وُضِعَ، جِیْءَ اور قُضِیَ سب فعل ماضی کے صیغے ہیں اور معاملے کی قطعیت کی وجہ سے استعمال ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ سارا واقعہ آئندہ قیامت کے روز پیش آنے والا ہے۔ لیکن بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا وہ ہو گیا۔

پھر دیکھئے "الکوثر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کی کثرت اور وسعت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہ لفظ کثرت در کثرت اور بالائے کثرت کا مفہوم رکھتا ہے پھر اسے معرف باللام کر کے کثرت و برکت کی جمیع انواع کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

پھر اس لفظِ کوثر کو صفت کے طور پر لایا گیا اور اس کا موصوف حذف کر دیا گیا تاکہ ذہنِ انسانی خیر و برکت اور کثرت و فیضان کی کسی ایک چیز میں محدود نہ رہے بلکہ انسان کا خیال و تصور جن بھلی اور مفید، کثیر اور وسیع اشیاء کا احاطہ کر سکتا ہے وہ سب کی سب اس میں آ گئیں۔ امام رازیؒ کے بقول اس میں خیرات الدنیا و خیرات الآخرۃ سب شامل ہیں۔

پھر ذرا تدبر کیجئے کہ کوثر کا یہ عطیہ حضور ﷺ کے کسی عمل کی جزا کے طور پر نہیں دیا گیا اور نہ یہ آپؐ کے منصب رسالت کے لحاظ سے آپؐ کو ملا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اس طرح کی کوئی علت بیان نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہی سمجھا جائے گا۔ جو محمد ﷺ کی شخصیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ اَعْطَیْنٰکَ میں کَ کی ضمیر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوثر کے اس عطیے کا خدا تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہونا اور اس کا جزائے عمل نہ ہونا صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ کوئی عارضی اور محدود شے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل، پائیدار اور غیر محدود چیز ہے کیونکہ کسی صالح سے صالح عمل کی جزا بھی بہر حال ایک مقررہ حد، مقدار اور وقت میں محدود ہوتی ہے۔ مزید برآں اعطاء کا لفظ اپنے اندر تملیک و تخصیص کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ سورۂ صٓ میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ هٰذَا عَطَاۤؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ [آیت :39]

''یہ ہماری بخشش ہے۔ پس (چاہے اب کسی کو اس میں سے کچھ دے کر) احسان کرے یا اپنے پاس رکھے۔ (اس کا تجھ سے) کوئی حساب نہیں (لیا جائے گا۔)''

اگر یہاں سورہ میں اَعْطَیْنَاکَ کے بجائے اٰتَیْنَاکَ (ہم نے تجھے دے دیا) کا لفظ آ جاتا تو اس سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر غور فرمایئے کہ اس آیت کا اندازِ مخاطبت اپنے اندر کیا شرف و فضیلت رکھتا ہے۔ اس میں مخاطِب اور مخاطَب کے لیے اسمائے معرفہ کا نہیں بلکہ ضمائر کا استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے شرف و مقام کا ذکر کیا تو فرمایا:

﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ ﴾ [النساء:64]

''اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا۔''

مگر جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا تو یوں گویا ہوا:

﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ ﴾

''ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا۔''

کلام کے دونوں انداز دیکھئے۔ ایک میں متکلم اور مخاطب کے لیے اسماءِ معرفہ آئے ہیں اور دوسرے میں ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ ان میں کون سا خطاب زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشرف و افضل ہے اور اپنے اندر کیا امتیاز و خصوصیت رکھتا ہے؟

اس آیت پر یہ ایک سرسری نگاہ ہے جس سے اس کے الفاظ کا درو بست اور ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پھر دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ آپ کو کوثر عطا ہونے پر شکر کے طور پر اور قربانی کا اہتمام کرنا چاہئے۔ پھر تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ آپؐ کو دشمن کی پروا نہیں کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ اُس سے خود نپٹ لے گا۔ آپ کو صرف دین کی اطاعت کرنی ہے۔

کوثر کی بشارت

پروردگارِ عالم کی طرف سے کوثر کی یہ بشارت نبی ﷺ کو مکے میں اس وقت دی گئی جب آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر کفارِ قریش نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ سرزمینِ مکہ، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کے ذریعے پرندوں تک کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ قرار دیا تھا، آج اسی کو خلیل اللہ کے نام لیواؤں نے ملتِ ابراہیمی کے سچے پیروکاروں کے لیے ایک عظیم اذیت گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کو تحقیر، نفرت، عداوت، سب و شتم اور تشدد کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ قریشِ مکہ کی رعونت کا یہ عالم تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی گم کردہ متاعِ حق کا بڑھ کر خیر مقدم کرتے، الٹا اس کا منہ چڑاتے تھے۔ وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ ان کے اندر ایک ایسے بے کس و بے نوا شخص نے ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے جس کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ اس لیے جب یہ خود دنیا سے اٹھ جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامہ بھی دفن ہو جائے گا۔ پھر اس کے ساتھی رہیں گے، نہ اس کی یہ دعوت و تبلیغ باقی رہے گی۔

مگر یہ ان کی خام خیالی تھی!

اللہ رب العالمین نے پیغمبر عالم ﷺ سے فرما دیا: - اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ گویا ہم نے تجھے اس سے بھی بہت زیادہ عطا کر دیا ہے جس قدر طلب و تمنا کی جا سکتی ہے۔ آپؐ کی جسمانی اولاد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی قیامت تک باقی رہے گی اور روحانی اولاد کی کثرت آپؐ کے لیے آخرت میں بھی سرمایۂ افتخار ہوگی۔ دنیا میں فتح ونصرت، عزت وشوکت، اور شہرت وبرکت کا تاج بھی آپؐ ہی کے سر پر ہے اور آخرت میں مقام ومرتبہ، رفعت وعظمت اور جنت وکوثر آپؐ ہی کے لیے چشمِ براہ ہیں۔ اس کے برعکس آپؐ کے دشمن دنیا میں بھی ذلیل ورسوا اور مغلوب ومرعوب ہوں گے اور عُقبیٰ میں ذلت ونامرادی اور بدبختی ومحرومی انہی کے لیے منتظر ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(7) کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا؟

دورِ جدید کے بعض تجدد پسند حضرات نے نبی اور رسول کے درمیان فرق و امتیاز کی بحث کرتے ہوئے یہ نکتہ بھی پیدا کیا ہے کہ اللہ کے نبیوں کو ان کی قوم بعض اوقات قتل بھی کر دیتی رہی ہے مگر کسی قوم کے ہاتھوں کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔ یہ لوگ اس امر کو ایک اصول بلکہ قانونِ الٰہی قرار دیتے ہیں کہ نبی کے لیے وفات پانے یا قتل ہونے کی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کا رسول وفات پاتا ہے، کبھی قتل نہیں ہوتا۔

چنانچہ بعض لوگوں کے امام صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''رسولوں کا کسی قوم کے ہاتھوں قتل ہونا ثابت نہیں ہے۔'' (تدبر قرآن، جلد 7، ص 542۔ سورۂ ق کی آیت 14 کے تحت)

انہی امام صاحب کے ایک مقلد اس کی مزید شرح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''رسولوں کے بارے میں اس اہتمام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی کامل حجت بن کر آتے ہیں۔ وہ آفتاب نیم روز کی طرح قوم کے آسمان پر چمکتے ہیں۔ کوئی دانا و بینا کسی دلیل و برہان کی بنا پر ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی حال میں ان کی تکذیب کرنے والوں کے حوالے نہیں کرتا۔ نبیوں کو ہم دیکھتے ہیں، کہ ان کی قوم ان کی تکذیب ہی نہیں کرتی، بارہا ان کے قتل کے درپے ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہوا بھی ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ تورات کا اپنا بیان ہے کہ زکریا کو عین ہیکلِ سلیمانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا گیا۔ یرمیاہ نبی رسی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیئے گئے۔ حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کی نذر کر دیا۔ قرآن مجید نے بھی یہود کی فرد قرارداد جرم میں نبیوں پر اس تعدی کا ذکر اکثر مقامات پر کیا ہے۔ لیکن قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کے معاملے میں اللہ کا قانون اس سے مختلف ہے۔''

(ملاحظہ ہو ماہنامہ اشراق، ماہ اگست 88ء، مضمون ''نبوت و رسالت'' از جاوید احمد غامدی)

اس کے بعد امام صاحب کے یہ پیروکار رسولوں کے معاملے میں اللہ کے اس مختلف قانون کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام ❶ اور پھر آخر میں محمد ﷺ کی مثالیں دے کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے برعکس رسولوں کے لیے خاص حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔ نہ ان کو ان کی قوم کے حوالے کرتا ہے اور نہ قوم ان کو کسی حال میں قتل کر سکتی ہے۔

مگر ان متجددین کی یہ نکتہ طرازی خود قرآن مجید کے نصوص ہی کے خلاف ہے جس کی تفسیر و تشریح میں انہوں نے نبی اور رسول کے درمیان یہ نیا اور نرالا فرق پیدا کر دیا ہے۔

قرآن کے نصوص

قرآن مجید کے جن شواہد اور نصوص کی بنا پر ہم نبی اور رسول کے اس فرق و امتیاز کو غلط قرار دیتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

1- سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے لیے دوسرے رسولوں

❶ واضح رہے کہ اس ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب مضمون نے ان کی وفات بھی ثابت کر دی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی طرح ایک رسول ہونے کی حیثیت سے وفات پانے یا قتل ہونے کی دونوں صورتوں کا امکان موجود ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط﴾

[آل عمران: 144]

''اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں واپس چلا جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا۔''

2- سورۂ بقرہ کی آیت 87 میں ہے کہ:

﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ o﴾ [البقرہ: 87]

''تو کیا جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا جو تمہارے نفس کو پسند نہ آئی تو تم نے تکبر کی راہ اختیار کی۔ پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو تم قتل ہی کرتے تھے۔''

مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس جو رسول بھی آیا تو اسے ان کے استکبار کا سامنا کرنا پڑا۔ احکامِ الٰہی پر عمل کرنا ان کو گوارا نہ ہوا۔ پھر کسی رسول کی تو صرف تکذیب ہی کی مگر کسی کو قتل ہی کر ڈالا۔

3- پھر سورۂ مائدہ آیت 70 میں ہے کہ:

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَآءَهُمْ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ○ ﴾

[المائدہ: 70]

”بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کے پاس کئی رسول بھیجے جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لائے جو اُن کو پسند نہ آئی تو بعض کو جھٹلاتے تھے اور بعض کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔“

گویا بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا تھا۔ ان کی طرف اپنے بہت سے رسول بھیجے تھے۔ مگر بنی اسرائیل کا رویہ کیا رہا؟ وہ ہر ایسے رسول کی جو ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف احکامِ الٰہی لاتا، تکذیب کر دیتے اور کبھی اسے قتل بھی کر دیتے تھے۔

4- اسی طرح سورۂ آلِ عمران آیت 183 میں بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا گیا کہ:

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ ﴾

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ پیش کرے جسے آگ کھا جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے یقیناً تمہارے پاس رسول آئے، دلائل لے کر اور اس چیز کے ساتھ جسے تم کہہ رہے ہو پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا، اگر تم سچے ہو۔“

بنی اسرائیل کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ کسی ایسے رسول پر کبھی ایمان نہ لائیں جو ان کے سامنے نیاز یا قربانی کو آسمانی آگ سے نہ جلا دکھائے۔ اس دعوے کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ اے نبیؐ! آپ ان سے کہہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیں کہ اگر یہی بات ہے تو جو رسول ان کے پاس دلائل اور مذکورہ معجزہ بھی لاتے رہے ان کی انہوں نے کیوں تکذیب کی تھی اور ان میں سے بعض کو کیوں قتل کر ڈالا تھا۔

قرآن مجید کے یہ واضح دلائل و براہین اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبیوں کی طرح رسول بھی بعض اوقات اپنی قوم کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ بالخصوص بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے بہت سے رسولوں کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ اُن کو قتل بھی کر ڈالا تھا۔لہٰذا یہ دعویٰ کرنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قانونِ الٰہی یہی رہا ہے کہ کبھی کوئی رسول کسی قوم کے ہاتھوں قتل نہیں ہوا؟

متجدّ دین کا فکری تضاد

متجدّ دین حضرات کے ہاں فکری تضاد کی بہتات ہے۔ایک جگہ جس امر کا اثبات کریں گے دوسری جگہ اسی کی نفی کر دیں گے۔حدِ رجم کا معاملہ ہو یا اجماعِ امت کے حجت ہونے کا، صحیح احادیث کے واجب العمل ہونے کی بات ہو یا خبرِ واحد کی حجیت کی۔ ہر جگہ ان کا تضادِ فکری نمایاں ہو کر سامنے آئے گا۔یہی صورتِ حال قتلِ رسول کے ممکن ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں ہے۔اس مسئلے میں بھی انہوں نے اپنے تضادات کا کمال دکھایا ہے۔

صاحب تدبر قرآن نے سورۂ قٓ آیت 14 کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

"رسولوں کا کسی قوم کے ہاتھوں قتل ہونا ثابت نہیں ہے۔"

(تدبر قرآن، جلد 7، ص 542)

مگر اسی تفسیر میں بعض مقامات پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ رسول بھی قتل ہو سکتا ہے اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں بہت سے رسول قتل ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر:

1- آل عمران کی آیت 144 کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تدبر قرآن یہ تحریر کرتے ہیں کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں بہت سے رسول گزرے ہیں اسی طرح محمد (ﷺ) بھی اللہ کے رسول ہیں۔ جس طرح کی آزمائشیں اور مصیبتیں دوسرے رسولوں کو پیش آئیں اسی طرح کی آزمائشیں اور مصیبتیں انہیں بھی پیش آسکتی ہیں۔ جس طرح تمام رسولوں کو موت مرحلہ سے گزرنا پڑا، انہیں بھی ایک دن وفات پانا ہے۔ ان کے رسول ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ وفات نہیں پائیں گے یا قتل نہیں ہو سکتے یا کسی مصیبت یا ہزیمت کا ابتلا انہیں پیش نہیں آسکتا۔ اگر کسی نے اس غلط فہمی کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور اب اُحد کے حادثے کے بعد کسی تذبذب میں مبتلا ہو گیا ہے اور وہ ازسرِ نو جاہلیت کی زندگی کی طرف پلٹ جانا چاہتا ہے تو پلٹ جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنی ہی دنیا اور آخرت برباد کرے گا۔"

(تدبر قرآن، جلد 2، ص 185، 186)

2- پھر سورۂ آلِ عمران آیت 183 کے تحت اسی تفسیر میں بنی اسرائیل کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"ان سے کہہ دو کہ مجھ سے پہلے ایسے رسول آچکے ہیں، جو نہایت واضح نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی انہوں نے دکھایا جس کا تم نے ذکر کیا تو تم نے ان کو قتل کیوں کیا؟ تمہارا یہ فعل تو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ تم اپنی اس بات میں بھی جھوٹے ہو۔ اگر تم کو یہ معجزہ بھی دکھایا جائے گا۔ جب بھی اپنی اسی ضد پر اڑے ہو گے اور ایمان نہ لانے کا کوئی اور بہانہ تلاش کر لو گے۔"

(تدبر قرآن، جلد 2، ص 220، 221)

3- پھر اسی تفسیر میں سورۂ مائدہ آیت 70 کی تفسیر کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے متعلق لکھتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ:

’’فرمایا کہ ان سے جس کتاب و شریعت کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا اور جس کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے اللہ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رسول اور نبی بھیجے، اس عہد کو انہوں نے توڑ دیا اور جو رسول اس کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے آئے ان کی باتوں کو اپنی خواہشات کے خلاف پا کر یا تو ان کی تکذیب کر دی یا ان کو قتل کر دیا۔‘‘

(ملاحظہ ہو تدبر قرآن جلد 2، ص 566)

اسی طرح ہمارے زمانے کے متجددین ایک ہی سانس میں رسول کے قتل ہونے کو ممکن بھی قرار دیتے ہیں اور ناممکن بھی، جیسے حدِ رجم کو جرمِ زنا کی سزا مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں اور کہیں صرف رفعِ عیسیٰ ؑ مانتے ہیں۔ کہیں حدیث رسول کو اصولِ تفسیر میں حجت قرار دیتے ہیں اور کہیں اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں کسی جگہ اجماعِ امت کو اصولِ دین تسلیم کرتے ہیں اور کسی جگہ اسے کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔ کسی مقام پر خبر واحد اور صحیح حدیث کو حجت مانتے ہیں اور کسی مقام پر اسے حجت نہیں مانتے۔ ایک مرحلے پر بائبل کو محرف منسوخ اور ناقابلِ اعتبار بتاتے ہیں اور دوسرے مرحلے پر اس سے امتِ مسلمہ کے لیے احکامِ شریعت کا استنباط بھی کرتے ہیں۔............ کبھی اسلامی حدود و تعزیرات کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور کبھی ان کا پورا پورا دفاع کرنے لگ جاتے ہیں، کبھی سنت کے ذریعے قرآن مجید کے کسی حکم کی تخصیص و تقیید ہونے سے انکار کر دیتے ہیں اور کبھی محض قیاس کی بنا پر قرآن مجید کے احکام میں تخصیص و تقیید پیدا کر دیتے ہیں۔

صاحبِ تدبر قرآن نے اپنی تفسیر میں تضادِ فکری کے ایسے بہت سے شاہکار پیش کئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کے باوصف دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر تدبر کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے جو اصول انہوں نے پیشِ نظر رکھے ہیں اور جو معیارِ تفسیر انہوں نے قائم کیا ہے وہ چودہ سو برس سے کسی مفسرِ قرآن کو نصیب نہیں ہوا۔ فیا للعجب!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(8) قرآن اور عُشر

یہ ایک حقیقت ہے کہ مفلس آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے اور منعمِ حقیقی کی ہر نعمت اپنے منعم علیہ بندے سے مناسب شکر گزاری کا تقاضا کرتی ہے۔ مال و دولت جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک آزمائش ہے، وہاں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور اس پر شکر گزاری کی معین صورت یہ ہے کہ اس نعمت سے مستفید و متمتع ہوتے ہوئے اس کا کچھ خاص حصہ ان لوگوں تک منتقل کر دیا جائے جو اس سے بالکل محروم ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی یہ نعمت خود انسان کے لیے نقمت بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

خدائے رحیم نے اپنے مالدار بندوں کو ایسی صورت حال سے بچانے، ان کو اپنا فرماں بردار بنانے اور دنیا و عقبیٰ میں فلاح یاب کرنے کے لیے مال و دولت پر بطور شکر گزاری زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ٹھہرائی ہے اور اس سلسلے میں زرعی پیداوار پر عُشر واجب کیا ہے۔ غور کرنے سے زکوٰۃ و عشر کے اس حکم کی حکمت سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ جس طرح مال و دولت اکثر و بیشتر خدا تعالیٰ کی خاص بخشش کا فیضان ہوتا ہے، بالکل اسی طرح پھل اور اناج کی زرعی پیداوار بھی رب العالمین کے مخصوص فضل و کرم کی مرہون منت ہوتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ہر استحقاق اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔ مال و دولت اور زرعی پیداوار کے اسی استحقاق پر زکوٰۃ و عُشر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر سورۂ واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَفَرَءَ یْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَo ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَo لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَo اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَo بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَo اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَo ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَo لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَo﴾

[سورہ الواقعہ: 63 تا 70]

”بھلا تم اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ تم کاشتکاری کرتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا کر دیں اور تم صرف باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ ”ہم پر الٹی چٹی پڑ گئی بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں ہی سے محروم ہو گئے۔“ اچھا، تم نے دیکھا کہ یہ پانی جو تمہارے پینے کے کام آتا ہے، اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے۔“

گویا جس ہستی کی ربوبیت کے فیض سے تمہیں اناج اور پھلوں کا رزق عطا ہوا، اسی ربِّ کائنات کا یہ حق ہے کہ اس کے دیئے ہوئے رزق کا کچھ حصہ محروم المعیشت لوگوں کو بھی ادا کیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤo اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّاo ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّاo فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّاo وَّعِنَبًا وَّ قَضْبًاo وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًاo وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًاo وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّاo مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْo﴾ [عبس: 24 تا 32]

”انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے...... ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح شق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کردیتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کردیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، کھجور کے خوشے، گھنے باغات، قسم قسم کے میوے، پھل اور طرح طرح کا چارہ...... یہ سب کچھ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ﴾ [النمل:60]

''بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے تمہارے لئے کس نے پانی برسایا؟ پھر اُس کے ذریعے سے ہم نے خوش نما باغ اُگا دیئے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ افسوس یہ لوگ راہ حق سے ہٹے ہوئے ہیں۔''

پھر ارشاد ہوا:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ [المؤمنون:18تا19]

''اور ہم نے ایک خاص اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا، اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اسے واپس لے جائیں۔ پھر اسی پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کردیئے جن میں بہت سے پھل لگتے ہیں اور انہی سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۝﴾ [الانعام: 96]

''یقیناً اللہ ہی کی قدرت ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو شق کرتا ہے (پھر اس سے ہر چیز کا پودا یا درخت پیدا کر دیتا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾

[الانعام: 100]

''اور وہی (اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے۔ پھر ان سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغ اگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ذائقے الگ الگ بھی ہیں۔ جب یہ درخت پکتے ہیں، تو ان میں پھل آنے اور ان کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔''

اور ان کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

پھر فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ﴾

[البقرہ:22]

"اور اسی (اللہ) نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے روزی فراہم کر دی۔"

قرآن حکیم کی درج بالا آیات کا مدعاو مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی کی کارفرمائی انسان کو اس کی معمولی محنت و مشقت کے صلے میں زمین سے بہت زیادہ اناج اور پھل مہیا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بخشش رحمانی اور عطائے ربانی سے جہاں خود بہرہ یاب ہوا ہے۔ وہاں خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھے جو تہی دامن اور بے سروسامان ہیں بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو معاشی سہارا دینے کے لیے اس نعمتِ خداوندی کا ایک مخصوص حصہ ان تک پہنچا دے۔

عُشر کیا ہے؟

عشر کے لغوی معنی "کسی چیز کا دسواں حصہ" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ بارانی زمین کی صورت میں اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور غیر بارانی اراضی یعنی نہری یا چاہی وغیرہ کی صورت میں اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ شرعاً عشر کے طور پر واجب الادا ہوتا ہے بشرطیکہ کل پیداوار شرعی نصاب کے مطابق ہو۔

قرآن اور عشر

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، عشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جہاں تک مطلق زکوٰۃ کے حکم کا تعلق ہے تو اس کی فرضیت اور وجوب کے لیے قرآن مجید میں بیسیوں آیات موجود ہیں۔ بالعموم اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم یعنی عشر کا ثبوت ہمیں قرآن حکیم کی درج ذیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیات سے ملتا ہے۔

1- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ o﴾ [الانعام: 141]

”اور وہی (اللہ) ہے جس نے وہ باغات پیدا کئے جو سہاروں پر چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض نہیں چڑھائے ہوتے، نیز کھجوروں کے درخت اور کھیتیاں اگائیں جن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار بھی باہم مشابہ اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تم ان کے پھلوں اور پیداوار میں سے کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔“

اس آیت کے الفاظ ”وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ“ (اور فصل کی کٹائی اور پھل توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو) سے ظاہر ہے کہ کھیت سے فصل اور پیداوار حاصل کرتے وقت اس کا ایک خاص حصہ بطور حق المال الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے، اور عشر کا یہ وجوب اسی لمحے عائد ہو جائے گا جس لمحے زرعی پیداوار حاصل کر لی گئی۔

اس آیت کے تحت چند مفسرین کرام کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

1- تفسیر طبری: (از ابن جریر طبری)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، انس بن مالکؓ، جابر بن زید، سعید بن میسب، قتادہ، طاؤس، محمد بن حنفیہ، ضحاک اور زید بن اسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((هذا امر من الله بايتاء الصدقة المفروضة من الثمر والحب))(ابو جعفر محمد بن جرير الطبری: تفسیر الطبری:12: 158طبع مصر)

''یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور اناج سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر ادا کیا جائے۔''

2- تفسیر الکشاف (از علامہ زمخشری)

اس تفسیر میں آیت مذکورہ کے تحت درج ہے کہ:

((الآية مكية والزكاة انما فرضت بالمدينة فأريد بالحق ما كان بتصديق به علىٰ المساكين يوم الحصاد ، وكان ذٰلك واجبًا حتى نسخه افتراض العشرو نصف العشر وقيل مدنية والحق هوالزكاة المفروضة))

''یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے لہٰذا اس آیت میں ''حق'' سے مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی کٹائی کے وقت مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ صدقہ واجب تھا، پھر عشر اور نصف عشر کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس میں ''حق'' سے مراد زرعی پیداوار پر زکوٰۃ ہے جو فرض ہے۔

3- احکام القرآن (از ابن العربی)

((وقدافادت هذه الأية وجوب الزكاة فيما سمى الله سبحانه وافادت بيان مايجب فيه من مخرجات الارض التى اجملها فى قوله:'' وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ'' فسرها هاهنا ، فكانت أية البقرة عامة فى المخرج كله مجملة فى القدر وهذه الاية خاصة فى مخرجات الارض مجملة فى القدر فَبَيَّنَهُ رَسُوْل الله ﷺ الّذى أمر بأن يبين للناس ما نزل عليهم، فقال : فيما سقت السّماء العشر وما سقى بنضح اود الية نصف العشر.'' فكان هذا بيانًا لمقدار الحق المجمل فى هذه الاية

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقال ایضًا ﷺ " لیس فیما دون خمسة أوسق من حب اوتمر صدقة" فكان هذا بيانًا لمقدار الذي يؤخذ منه الحق والذی یسمی فی السنة العلماء نصابًا))

[ابن العربی:احکام القرآن:312،313 طبع مصر1313ھ]

"اس آیت سے اس چیز کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد: " وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ "یعنی (اے ایمان والو!) ان اشیاء میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔) جو ہم نے زمین سے نکالی ہیں۔[البقرہ: 227] کی تشریح بھی مل جاتی ہے کہ وہاں پر" زمین سے نکالی ہوئی اشیاء" سے کیا مراد ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء آجاتی تھیں جو زمین مین سے نکلتی ہیں اور اس کے علاوہ وہاں نصابِ زکوٰۃ کا بھی ذکر نہیں تھا۔ مگر اب سورہ انعام کی آیت زیر بحث کے مفہوم میں زمین سے نکلنے والی اشیاء کی خاص نوعیت بیان کردی گئی ہے اگر چہ یہاں پر بھی نصابِ زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر اس آیت کی تشریح وتبیین اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ جنہیں قرآن کی تشریح وتبیین کرنے کا حکم خود خدا نے قرآن مجید میں دیا ہے۔[1] وہ تشریح اور تبیین یہ ہے۔

(("فیما سقت السماء العشر وماسقی بنضح اود الية نصف العشر"))

"جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اور جو دوسرے وسائل آب پاشی کے ذریعے سیراب ہو، اس پر نصف عشر ہے۔"

---

[1] قرآن مجید میں ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ "اور اے نبیؐ! ہم نے اس سراپا ذکر یعنی قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا ہے اسے آپ لوگوں پر واضح فرمادیں۔" [النحل:44]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنتِ نبویؐ نے آیت مذکورہ کے لفظ "حَقَّهُ" میں حق کے اجمال کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

پھر اس کے علاوہ اسی سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((ليس فيما دون خمسة اوسق من حب اوتمر صدقة))

[صحيح مسلم]

"غلے اور کھجور میں پانچ وسق سے کم مقدار پر زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔"

گویا اس حدیث نے وہ مقدار بھی معین کر دی جس پر "حق" کی وصولی کی جائے گی اور جسے علماء کرام اپنی اصطلاح میں "نصاب" کہتے ہیں۔

4- تفسیر کبیرؒ (از امام فخر الدین رازی)

((فی تفسير قوله (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ) ثلاثة اقوال: القول الاوّل: قال ابن عباس فی رواية عطاء يريد به العشر فيما سقت السماء ونصف العشر فيما سقی بالدوا ليب وهو قول سعيد بن المسيب والحسن وطاؤس والضحاك)) [الفخر الرازی، التفسير الكبير، 13:213]

"اللہ تعالیٰ کے قول "وَ اٰ تُوا حَقَّه" کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ پہلا قول جسے عطاء نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس سے بارانی زمین کا عشر اور غیر بارانی کا نصف عشر ہے۔ یہی قول سعید بن مُسیبؒ، حسنؒ، طاؤس اور ضحاک کا بھی ہے۔"

5- تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن......امام قرطبی):

((" اختلف الناس فی تفسير هذا الحق ماهو فقال انس بن مالك وابن عباس وطاؤس والحسن وابن زيد وابن الحنفية والضحاك وسعيد بن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المسیب ھی الزکاۃ المفروضۃ العشر نصف العشر۔“))

[ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی: 17: 99طبع مصر 1967ء]

”اس آیت میں لفظ ”حق“ کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ حضرت ابن عباس، انس بن مالک، طاؤس، حسن، ابن زید، ابن الحنفیۃ، ضحاک اور سعید بن میبّب کی رائے میں اس سے مراد وہ فرض زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے۔“

6- تفسیر ابن کثیر:

”عن ابن عباسؓ(وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ) يعنی الزکاۃ المفروضۃ يوم يکال ويعلم کيله۔“

[عماد الدین اسماعیل ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم2: 181طبع سہیل اکیڈمی، لاہور]

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ:”وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ“ سے مراد وہ فرض زکوٰۃ یعنی عشر ہے جب فصل کی مقدار معلوم کر لی جائے۔“

7- احکام القرآن......ابوبکر جصاص

((روی عن ابن عباس وجابر بن زید ومحمد بن حنفیۃ والحسن وسعید بن المسیب وطاؤس وزید بن اسلم وقتادہ والضحاک انہٗ العشر ونصف العشر))

”ابن عباسؓ، جابر بن زید، محمد بن حنفیۃ، حسن، سعید بن میبّب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں عشر اور نصف عشر مراد ہے۔

8- تفسیر جلالین:

((” العشر أونصفهٗ“)) [جلال الدین سیوطی: تفسیرجلالین: 98 طبع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دھلی 1922ء |

''اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے۔''

9- تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

((قال ابن عباس وطاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب انه الزكوٰة المفروضة من العشر ونصف العشر لان الامر للوجوب))

| قاضی ثناء الله پانی پتی: تفسیر مظهری: 3:294 طبع دهلی 1967ء |

''ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید، سعید بن میبّب کا قول ہے کہ اس جگہ فرض زکوٰۃ مراد ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے کیونکہ فعل امر سے وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔''

10- تفسیر روح المعانی (از علامہ محمود آلوسی):

((وَاٰتُوْا حَقَّهٗ'' الذی أوجبه الله تعالىٰ فيه ''يَوْمَ حَصَادِهٖ'' عن ابن عباسؓ العشر ونصف العشر ونصف العشر، واليه ذهب الحسن و سعيد بن المسيب وقتادة وطاؤس وغيرهم))

| علامه محمد آلوسی: 38:8 طبع بیروت |

''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ'' میں ''حق'' سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے عشر اور نصف عشر مراد ہے یہی رائے حسن، سعید بن میبّب، قتادہ اور طاؤس وغیرہم کی ہے۔''

اس طرح تقریباً تمام مفسرین حضرات نے آیت زیر بحث سے عشر کی فرضیت کا اثبات کیا ہے۔ دوسری جگہ پر حکم خداوندی ہے کہ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌO﴾ [البقرہ:267]

''اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اوران چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ لیکن خراب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو درآنحالیکہ تم خود بھی اسے لینا پسند نہیں کرتے الا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔''

اس آیت کے الفاظ ''اَنفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ'' (اپنی کمائی سے بھی چیزوں کا انفاق کرو) کے بعد ''وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ'' (اور ان چیزوں میں سے بھی انفاق کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیں) سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ خاص حصے کے انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجئے، زمینی پیداوار سے کچھ خاص حصے کا یہ حکم انفاق سوائے حکم عشر کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِO﴾

[الذاریات:19]

''اور ان (متقیوں) کے مالوں میں مانگنے والے اور محتاج کا حصہ ہوتا تھا۔''

یہ آیت اپنے سیاقِ کلام کے لحاظ سے متقین کے اوصاف کے ضمن میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سائل اور محروم المعیشت آدمی کے لیے اپنے مال میں سے ایک معین حصہ بطور حق ادا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نہ تو زرعی پیداوار کے لیے سائلوں اور مفلسوں کا فقدان ہوسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہاں وہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی عشر بھی دیتے ہیں اور ان کی طرف سے عشر کی یہ ادائیگی بطور حق ضروری متصور ہوئی ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت یہ ہے:

﴿وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ o لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ o﴾

[المعارج: 24 تا 25]

''اور جن لوگوں کے اموال میں ایک معلوم و معین حصہ ہے، مانگنے والے اور نہ مانگنے والے حاجت مندوں کے لیے۔''

آیات بالا اپنے سیاق و سباق میں جنتی لوگوں کی صفات کے تذکرے میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ اعمال جن کی جزا کے نتیجے میں نیک لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان میں سے ایک عمل یہ ہوگا کہ ان کے اموال میں دستِ سوال دراز کرنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے محتاجوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک خاص حصہ بطور حق معین ہوتا تھا۔ ''اموالھم'' کے عموم میں زرعی پیداوار بھی شامل ہے۔ لہٰذا ان دونوں آیات سے جہاں ایک طرف زکوٰۃ کے حکم کا اثبات ہوتا ہے وہاں دوسری طرف عشر کا ثبوت بھی فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ o﴾ [التوبہ: 103]

''(اے نبیؐ!) ان لوگوں کے مال سے بھی زکوٰۃ لے لیا کریں تا کہ اس طرح آپؐ ان کو (گناہوں سے) پاک و صاف کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں کیونکہ آپؐ کی دعا ان کے لیے سکون بخش ہے اور اللہ بہت سننے والا جاننے والا ہے۔''

یہ آیت سیاق بیان میں ان لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو ایمان کے باوصف مرض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منافقت میں بھی مبتلا تھے۔ گویا قانونی اعتبار سے ان پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہوتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ آیت میں مستعمل لفظ "صَدَقَةً" (یا صدقات کا لفظ) قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ہم معنیٰ ہے جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ......﴾

[التوبہ:60]

"زکوٰۃ تو ان کا حق ہے جو فقراء ہوں، مساکین ہوں......"

تو یہاں پر صدقات سے مراد صرف صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہے اس طرح آیت زیر بحث میں "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" (ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو۔) کے عام معنی میں زرعی پیداوار بھی بطور مال شامل ہے جس میں سے زکوٰۃ یعنی عشر کی وصولی کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝﴾

[البقرہ:3]

"(متقین وہ ہیں) جو غائبانہ طور پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

آیت مذکورہ میں آمدہ الفاظ "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ" (اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں) سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو روزی عطا کی ہے تو اس کے بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے انفاق کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے سیاق کلام میں متقین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں جہاں ایمان بالغیب اور اقامتِ صلوٰۃ کی خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہاں انفاق کو بھی متقین کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اہل نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب ہے اور اس کے بیسیوں نظائر بھی موجود ہیں کہ نماز پر انفاق کا عطف بالعموم زکوٰۃ کے مفہوم کا حامل ہوتا ہے کیونکہ خود نماز پر زکوٰۃ کا عطف آنا قرآن مجید کا عام اندازِ بیان ہے۔

اب زیرِ نظر مقام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآنی الفاظ "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ متقین کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ حالت ایمان میں اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔ یا اس کا دوسرا اور جامع مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ متقین نماز پڑھتے اور انفاق کرتے ہیں اور پھر اس انفاق میں صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ عشر اور صدقاتِ نافلہ یعنی خیرات دونوں مفاہیم بیک وقت موجود ہوں گے۔

الغرض دونوں مذکورہ مطالب کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم اس آیت میں شامل رہتا ہے۔

اب دوبارہ اصل قرآنی الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کے بخشے ہوئے رزق کے تحت جہاں دوسرے اموال آتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔ وہاں روزی اور وہ رزق بھی بطور مال آجاتا ہے جو ہم زمین سے حاصل کرتے ہیں اس لیے زرعی پیداوار پر عشر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

پھر یہ امر بھی یاد رہے کہ اس مقام پر متقین کے صرف تین ہی بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان، نماز اور انفاق کا۔ اور صرف انہی تین خصوصیات کی بنا پر ایسے لوگوں کے راہ ہدایت پر ہونے اور ان کے فلاح یاب ہونے کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" کے الفاظ اسی انداز میں صلوٰۃ پر عطف کے ساتھ قرآن حکیم میں چند اور مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں اور وہاں بھی بالعموم زکوٰۃ ہی کا مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے کہ:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [الانفال:3]

"(مومنین وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

البتہ اس ساری بحث پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ہم نے يُنْفِقُوْنَ کے مضارع سے وجوبِ حکم ثابت کیا ہے جبکہ عربی زبان میں مضارع وجوب حکم کے لیے نہیں آتا بلکہ وجوبِ حکم کے لیے فعل امر آنا چاہیے۔

مگر اول تو یہ اصول بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے بہت سے نظائر اس اصول کے خلاف موجود ہیں اور ہمیں قرآن حکیم کے مقابل میں بہرحال اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو کچھ بھی وقعت نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جن مقامات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی معطوف علیہ کے طور پر يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ بھی فعل مضارع کے ساتھ آیا ہے۔ تو کیا اس فعل مضارع کے سبب صلوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہے گا اور کیا ایسے تمام مقامات پر فرض نمازوں کی بجائے نفل نمازیں مراد لی جائیں گی؟

دوسرے یہ کہ خود قرآن حکیم میں اہلِ ایمان کے لیے جہاں يُنْفِقُوْنَ کی خصوصیت فعل مضارع کے ساتھ آئی ہے وہاں وہ فعل امر میں اہل ایمان کو انفاق وجوبی کا حکم دیتا ہے جیسے کہ سورۂ بقرہ میں آیا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[البقرۃ:254]

''ایمان والو! ہمارے دیئے میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرلو اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش کام دے گی، اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

اس آیت میں ''اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ'' (ہمارے دیئے میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو) میں اَنْفِقُوْا کا صیغہ فعل امر کا ہے جس سے انفاق واجب ثابت ہوتا ہے نیز اس آیت کے آخری ٹکڑے ''وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے اس بات کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ انفاق کے وجوب کو نہ مانیں اور اس حکم پر عمل نہ کریں تو ایسے لوگوں کی یہ روش مومنانہ کردار کی نہیں بلکہ کافرانہ طرزِ عمل کی غماز ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ ''اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ'' (ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو) سے زکوٰۃ اور عشر کا حکم ثابت ہوگیا۔ کیونکہ کفر کا معاملہ صرف ضروریاتِ دین کے انکار سے ہی پیدا ہوسکتا ہے اور زکوٰۃ وعشر کے ضروریاتِ دین میں ہونے سے کسے انکار ہے۔

اس سلسلے میں ''وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں لکھا ہے کہ:

((''وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' ارادو التارکون الزکوٰۃ ھم الظالمون فقال والکفرون للتغلیظ، کما قال فی اٰخرایۃ الحج ''وَمَنْ کَفَرَ'' مکان ومن لم یحج، ولانہ جعل ترک الزکوٰۃ من صفات الکفار فی قولہ ''وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکَاۃَ''))

''وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے ظالم ہیں۔ اَلْکٰفِرُوْنَ کا لفظ شدت کے لیے آیا ہے جیسا کہ آیت حج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے آخر میں آتا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا، آل عمران آیت 97) آیا ہے، حالانکہ وہاں پر مفہوم یہ تھا کہ ''اور جس نے حج نہ کیا'' پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ترکِ زکوٰۃ کو کافروں کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے۔'' وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ ''(اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔''

ایک دوسرے مقام پر فعل امر کے وجوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے ارشاد ہے:

﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

[المنافقون:10]

''(اور اے اہل ایمان والو!) ہمارے دیئے میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آلے اور آدمی کہنے لگے کہ ''اے میرے رب! کاش تو مجھے کچھ دنوں کی مزید مہلت دے دیتا تو میں صدقہ دے دیتا اور پھر صالحین میں سے ہوتا۔''

آیت بالا میں اہلِ ایمان مخاطب ہیں اور اس آیت سے پہلے کی آیت میں وہ مذکور ہیں اور اس جگہ بھی اہل ایمان ہی کو فعل امر کے وجوب کے ساتھ انفاق کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا انفاق اور ''صدقہ'' کرنے کا حکم موجود ہے جو کسی آدمی کو زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کے لیے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی سے وہ انفاق اور وہ صدقہ کیا چیز ہے جو صالحین کی خصوصیت اور اہل ایمان کا وصف خاص ہے۔ کیا اس سے زکوٰۃ وعشر مراد نہیں ہو سکتے اور کیا یہاں پر بھی صرف صدقاتِ نافلہ یا خیرات مراد لی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ ''وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ''(اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو) کے عمومی الفاظ میں زکوٰۃ وعشر اور خیرات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دونوں کا مفہوم بیک وقت ممکن ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ﴾ [ابراھیم: 31]

"(اے نبیؐ!) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں، کہہ دو کہ نماز قائم کیا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر (خدا کی راہ میں) خرچ کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کچھ خرید و فروخت ہوگی، اور نہ ہی دوستی کام آئے گی۔"

آیت بالا میں بھی فعل امر (غائب) کے ساتھ اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک تو نماز کا اہتمام کریں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کا کچھ حصہ اسی کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ انفاق کے اس حکم میں زکوۃ وعشر کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کے لیے آیت کے لفظ عَلَانِيَةً اور ثانی الذکر کے لیے سِرًّا کا اشارہ اور قرینہ موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فعل امر غائب کا صیغہ اس انفاق کو وجوب وحکم کا درجہ دے دیتا ہے۔ پھر نماز پر انفاق کا یہ عطف بھی زکوٰۃ وعشر کا مفہوم لئے ہوئے ہے جس کے نظائر قرآن حکیم میں موجود ہیں اور جن کی مثالیں اس سے قبل ہم نے بیان کردی ہیں۔

آیت مذکورہ بھی منجملہ ان آیاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن سے زکوٰۃ وعشر کے فرض وواجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے قرآن حکیم کی چند ایسی آیات پیش کردی ہیں جن سے صراحتًا یا اشارۃً عشر کے فرض وواجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ باقی رہیں اس نظام عشر کی عملی تفصیلات، تو نظام زکوٰۃ کی طرح وہ بھی سنت نبویؐ کے نصوص، صحابہؓ کرام کے اجماع اور باقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امت کے تعامل سے معلوم کر لینی چاہئیں۔

البتہ اس سلسلے میں ایک ضروری امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ قرآن حکیم کے عمومی حکم کے باوصف بعض اموال واشیاء کو رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ وعشر سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر گھوڑوں، غلاموں اور سبزیوں کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ان پر زکوٰۃ وعشر واجب نہیں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ:

((ان رسول الله ﷺ كان يا مرنا ان نخرج الصدقة من الذى نُعِدّ للبيع)) [السنن ابیٰ داؤد، کتاب الزکوٰۃ]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں ایسی تمام اشیاء سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جن کو ہم لوگ بغرضِ تجارت استعمال کرتے تھے۔''

اس حدیث کی رو سے ان گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہے جو تجارت کی غرض سے ہوں اور نصاب کے مطابق ہوں۔

نفاذِ زکوٰۃ وعشر کے سلسلے میں البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم کے پیش نظر انسان کی صرف معاشی صلاح وفلاح نہیں ہے بلکہ وہ پوری حیات انسانی کی ہدایت وفلاح کے لیے اپنا ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظام فکر وعمل رکھتا ہے۔ قرآن کی معاشی ہدایات واحکام دراصل اس کی مجموعی دعوت کا محض ایک حصہ ہیں۔ اس لیے اسلام کے صرف کسی جز کو نافذ کر کے اس کے ذریعے سے اس کے کلی نفاذ کی برکات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا جب تک نظامِ اسلام کو اس کے ہمہ جہتی اصولوں کی بنیاد پر پورے اخلاص سے قائم کرنے کی کوشش نہیں ہو گی اس وقت تک اسلامی انقلاب کی منزلِ مقصود کا حصول ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(9) قرآن اور جرم زنا کی سزا

جُرم زنا کی شناعت

ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے صالح خاندان کا وجود ناگزیر ہے اور ایک صالح خاندان وجود میں آ نہیں سکتا اگر مرد اور عورت کے تعلق کی بنیاد نکاح پر نہ ہو۔ معاہدۂ نکاح ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی رو سے ایک صالح خاندان وجود میں آتا ہے۔ اسی سے زوجین کے درمیان حقوق و فرائض کی عادلانہ تقسیم ہوتی ہے۔ اسی کے تحت اولاد اور والدین کا باہمی تعلق اور صحیح خون و نسب کا پاکیزہ رحمی رشتہ قرار پاتا ہے۔ پھر یہی رحمی رشتہ انسان کے صالح جذبات و احساسات کے ساتھ استوار ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اگر مرد اور عورت کے درمیان نکاح کے جائز تعلق کی بجائے زنا کا ناجائز تعلق قائم ہو تو اس چیز کے نتیجے میں نہ تو کوئی صالح خاندان وجود میں آ سکتا ہے اور نہ اس کی بنیاد پر کسی صالح معاشرے کی تشکیل ہو سکتی ہے بلکہ ایسے معاشرے کو انسانی معاشرہ کہنے کی بجائے جانوروں کا ایک گلہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اسلام نے زنا کو کبائر گناہوں میں شمار کیا ہے۔ قرآن حکیم نے جہاں شرک اور قتلِ ناحق کا تذکرہ کیا ہے وہاں زنا کو بھی ان کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد تینوں گناہوں کا یکساں انجام بیان فرمایا ہے۔ جس سے زنا کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًاo یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهِ مُهَانًاo﴾

[الفرقان: 28:29]

''اور جولوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کونہیں پکارتے، اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہوگا اور قیامت کے روز اسے کئی گنا عذاب ہوگا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔''

اسی سلسلے میں ایک حدیث صحیح ملاحظہ ہو:

((عن عبداللہ (بن مسعود) قال سئالت النبی ﷺ أی الذنب اعظم عند اللہ۔ قال ان تجعل اللہ ندًا وھو خلقك، قلت ان ذلك لعظیم۔ قلت ثم ای قال وان تقتل ولدك تخاف ان یطعم معك۔ قلت ثم ای، قال ان تزانی حلیلة جارك۔))

[صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد6، ص22، طبع مصر1345ھ]

''حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تیرا خالق تو اللہ ہی ہے۔میں نے پھر کہا یہ تو سنگین جرم ہے۔میں نے پھر پوچھا ''اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟'' فرمایا: ''کسی شخص کا اپنے بیٹے کو اس اندیشے سے قتل کر دینا کہ وہ اس کے کھانے میں حصہ دار نہ بن جائے۔'' میں نے تیسری بار پوچھا کہ: ''اس کے بعد کون سا بڑا گناہ ہے؟ فرمایا: ''کسی شخص کا اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث نے مذکورہ بالا قرآنی آیت کی گویا تفسیر کر دی ہے۔

زنا مجموعۂ جرائم ہے

زنا کوئی مفرد جرم نہیں بلکہ مجموعۂ جرائم ہے اور ایک زانی بیک وقت حسبِ ذیل جرائم کا مرتکب ہوتا ہے:

1- قرآن نے مرد اور عورت کو غضِ بصر کا حکم دیا ہے اور ارتکابِ زنا اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔

2- اسلام نے عورت کو غیر محرم مرد سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک زانیہ عورت اسلام کے اس حکم کی پرواہ نہیں کرتی۔

3- دینِ اسلام میں حیا کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ حدیث نبویؐ ہے ''الحیاء من الایمان'' یعنی ''حیا ایمان کا حصہ ہے۔'' زنا کا مجرم حیاداری کے بنیادی تقاضوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔

4- اسلام نے مرد اور عورت کے مابین آزادانہ میل جول اور بے تکلفانہ گفتگو کو ناپسند کیا ہے۔ زنا کا مرتکب اسلام کے اس ضابطے کو توڑ دیتا ہے۔

5- قرآن نے فرمایا ہے کہ: '' لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا'' یعنی ''زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔'' اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ فعلِ زنا کے تمام محرکات ودواعی سے بھی اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زنا کا مجرم قرآن کے اس حکم کی صریحًا خلاف ورزی کرتا ہے۔

6- اسلام نے غیر محرم مرد اور عورت کو باہمی ملامست یعنی ایک دوسرے کو چھونے سے منع کیا ہے۔ اسلام کا یہ ضابطہ ایک زانی کے ہاتھوں ٹوٹ جاتا ہے۔

7- اسلام نے مرد اور عورت کو اپنے اپنے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا ہے اور سوائے شوہر اور بیوی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مخصوص حالت کے، کسی اور کے سامنے ستر کھولنے سے منع کیا ہے۔ زنا کے جرم میں اسلام کے اس حکم کی خلاف ورزی موجود ہوتی ہے۔

8- قرآن نے طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبائث یعنی ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک نکاح ایک حلال اور طیب چیز ہے اور زنا کو اس نے حرام اور بے حیائی کا کام بتایا ہے۔ زنا کا مرتکب شخص قرآن کے اس ضابطۂ حلت وحرمت کو توڑ دیتا ہے۔

9- اسلام نے وراثت کے احکام محض قرابت داری کی بنیاد پر دیئے ہیں۔ اولاد اپنے والدین کے ترکے کی جائز وارث ہوتی ہے۔ مگر زنا کے نتیجے میں پیدا شدہ ناجائز اولاد اپنے نام نہاد ''باپ'' کی جائداد اور وراثت سے بلاقصور محروم ہو جاتی ہے اور اس محرومی کی تمام تر ذمہ داری ''زانی باپ'' پر عائد ہو جاتی ہے۔

10- قرآن نے عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں ٹک کر رہے اور کسی خاص ضرورت کے سوا گھر سے باہر نہ نکلے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن نے عورت کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ تبرج یعنی بن ٹھن کر پھرنے سے اجتناب کرے۔ ایک زانیہ عورت بالعموم قرآن کے ان احکامات کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ وہ ایسی جگہ زنا کی مرتکب ہوتی ہے جہاں اسے ایک چھوڑ چار آدمی بھی باآسانی دیکھ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اس کے گھر میں تقریباً ناممکن ہے۔

11- قرآن مجید نے اشاعتِ فاحشہ یعنی بے حیائی پھیلانے والوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور اس حرکت کو سخت ناپسند کیا ہے۔ زنا کا مرتکب اشاعتِ فاحشہ کا مجرم بھی ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ابتداء ہی میں کم سے کم چار آدمیوں تک بے حیائی کے برے اثرات پہنچتے ہیں۔ جو بعد میں وبا کی طرح پورے معاشرے میں پھیل جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

12- زنا کے نتیجے میں بعض اوقات خودکشی کے واقعات جنم لیتے ہیں۔فریقین کے متعلقین میں اشتعال پیدا ہوتا ہے جس کا انجام اتلافِ جان و مال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔پھر فتنہ وفساد اور انتقام کی وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے جو بجھائے نہیں بجھتی۔

شادی شدہ آدمی کا جرم زنا

شادی شدہ زانی کا معاملہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ قبیح ہے۔اس میں علاوہ ان تمام برائیوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں، مزید یہ برائیاں مضمر ہوتی ہیں۔

1- قرآن مجید کی رو سے ایک شخص کی منکوحہ بیوی کے لیے کسی اور مرد سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کے بعد زنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ٹھہرا۔ایک زانیہ عورت قرآن حکیم کی قائم کردہ اس حرمت کو پامال کرتی ہے۔

2- قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک شوہر کے لیے اس کی بیوی بمنزلہ حرث یعنی کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے جس سے اولاد کی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔مگر ایک زانیہ بیوی کھیتی کی اپنی اس حیثیت کو بدل کر ایک کھلی چراگاہ میں تبدیل کر لیتی ہے جس کے بعد صحیح اولاد کی پیداآوری ممکن نہیں رہتی اور عورت کا مقصدِ تخلیق پورا نہیں ہوتا۔اس طرح ایک شادی شدہ زانیہ عورت اللہ کی ٹھہرائی ہوئی فطرت اور حیثیت بدلنے کی مرتکب ہوتی ہے۔

3- قرآن کی رو سے نکاح ایک معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتا ہے۔اسی معاہدے کی رو سے وہ میاں بیوی ہوتے ہیں۔قرآن اس معاہدے کو ''میثاق غلیظ'' یعنی پختہ معاہدہ قرار دیتا ہے۔اسی معاہدے کے تحت میاں بیوی ایک دوسرے کی عفت وعصمت کے محافظ اور امین ہوتے ہیں۔اس کے بعد کسی فریق کی طرف سے معاہدے کی اس حیثیت کو ختم کرنا قرآن حکیم کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4- نکاح کے بعد ایک میاں اور ایک بیوی کو اپنی اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا ایک جائزہ ذریعہ میسر آجاتا ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک فریق دوسرے کے لیے جنسی طور پر تسکین کا باعث نہیں بنتا تو دوسرا فریق اس سے علیحدگی حاصل کرسکتا ہے اور مرد کو اسلام نے ایک سے چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ حاصل ہے تو یہ اس رب العالمین کی کھلی نافرمانی کے سوا اور کیا ہے جس نے نکاح کو حلال اور زنا کو حرام ٹھہرایا ہے؟

5- اس دنیا میں سب سے بڑی بے وفائی کسی بندے کا اپنے خدا سے بے وفائی کرنا ہے اس کے بعد دوسرے درجے پر وہ بے وفائی ہے جو ایک بیوی اپنے خاوند سے کرتی ہے۔ قدیم صحیفوں میں مشرک آدمی کو اس زانیہ عورت سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی کی بیوی ہو۔ توریت میں کئی جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ تمہارا خداوند خدا بڑا غیور ہے۔ جس طرح تم یہ گوارا نہیں کرتے کہ تمہاری بیوی کسی اور کے بستر پر سوئے اسی طرح وہ بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ غیر کی بندگی کرے۔

قرآن مجید نے بھی سورۂ نور میں شرک اور زنا کو ایک ساتھ بیان کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں برے کاموں میں ایک گہری مناسبت ہے۔ مشرک اپنے رب کا اقرار کرتا ہے، اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر کی اطاعت کرتا ہے۔ یہی حال ایک زانیہ بیوی کا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک شوہر کی زوجیت میں دیتی اور اسے اپنی عصمت و ناموس کا مالک بناتی ہے۔ نان ونفقہ اور دیگر تمام حقوق اسی سے حاصل کرتی ہے۔ اور پھر اس کے حقِ زوجیت میں غیر مرد کو شریک کرکے اپنے شوہر سے خیانت کی اور بے وفائی کی مُرتکب ہوتی ہے۔ ایک مشرک کی اپنے خدا سے بے وفائی اور خیانت کی مثال اگر اس دنیا میں کوئی اور ہوسکتی ہے تو وہ کسی زانیہ بیوی کی وہ بے وفائی اور خیانت ہے جو وہ اپنے شوہر سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روا رکھتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زنا ایک ایسا جرم عظیم ہے جس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔اس کی وجہ سے خاندانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔لڑائی جھگڑے اور قتل و فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔بعض اوقات خودکشی کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔لوگوں کا امن و سکون غارت ہوتا ہے اور فتنہ و فساد پھیلتا ہے۔اس کے سبب سے معاشرے میں جنسی بے راہروی اور انارکی پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کا اخلاق جانوروں کی سطح تک گر جاتا ہے۔

قرآن میں جرم زنا کی سزا

قرآن حکیم نے زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے آغاز میں یہ سزا بیان کی تھی کہ اگر چار گواہ اس امر کی شہادت دے دیں کہ انہوں نے کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے تو ان دونوں کو زدوکوب کیا جائے اور زانیہ عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا o وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا o﴾ [النساء:16:15]

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب کرو۔اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا کسی موقع پر ان کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکال دے،اور تم میں سے اگر مرد اور عورت اسی جرم کا ارتکاب کریں تو ان کو ایذا دو۔پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رحم کرنے والا ہے۔''

جرم زنا کی مذکورہ بالا سزا قرآن مجید کا ایک ابتدائی اور عارضی نوعیت کا حکم تھا جس کی طرف ''اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا''(ان کے لیے اللہ کوئی راستہ نکال دے گا) کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سورۂ نور کی آیت 2 میں اس سلسلے کا مستقل حکم نازل ہوا:

﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ [النور:2]

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں قطعاً کوئی نرمی اختیار نہ کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ضروری ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد سورۂ نساء کے مذکورہ بالا احکام منسوخ ہو گئے۔ اب آئندہ کے لیے جرم زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہو گئی۔

مگر آیت جلد کا یہ حکم درحقیقت کوئی حکم عام نہ تھا کہ اس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو، کیونکہ قرآن حکیم نے زانیہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) پر اس حکم کا اطلاق نہیں کیا، بلکہ ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط﴾ [النساء:25]

''جب وہ لونڈیاں قید نکاح میں آجائیں اور پھر اگر وہ کوئی بدکاری کریں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو ''محصنات'' کے لیے مقرر ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ یہاں پر ''العذاب'' کی جو سزا بیان ہوئی ہے یہ وہی سزا ہے۔ جسے آیت جلد میں عَذَابَهُمَا کہا گیا ہے، اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔

اس طرح قرآن مجید نے قیدِ نکاح میں آئی ہوئی لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے لیے ارتکابِ زنا کی صورت میں نصف سزا یعنی پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن حکیم نے زنا کے آزاد اور غلام مجرموں کی دو قسمیں کر دی ہیں اور دونوں کے لیے الگ الگ سزا معین فرمائی ہے۔ آزاد زانی اور زانیہ جن کے لیے آیتِ جلد کی رو سے سوسو کوڑوں کی سزا ہے اور لونڈیاں (اور غلام) جن کے جرم زنا پر ان کو پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

قرآن کی اس تخصیص سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ آیت جلد کا حکم صرف ''محصنات'' کے ساتھ خاص ہے اور غلاموں اور لونڈیاں پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ گویا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اب یہ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ الفاظ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ میں مُحْصَنَاتِ سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ اسی لفظ کے مفہوم سے آیت جلد کے حکم کی گرہ کھلے گی اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سو کوڑوں کی سزا کا حکم کس قسم کے افراد کے لیے آیا ہے۔ فن تفسیر کا ایک مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ:

((القران يفسر بعضه بعضا))

''قرآن مجید کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصے کی تفسیر بیان کرتا ہے۔''

''مُحْصَنَاتِ'' کا مفہوم

''مُحْصَنَاتِ'' کا لفظ احصان سے بنا ہے جس کے معنی ہیں: ''روک یا قید میں آ جانا'' ''قلعہ بند ہونا'' اور ''محفوظ ہو جانا۔'' اس طرح مُحْصَنَاتِ کے لغوی معنیٰ ''اخلاقی طور پر قلعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بند یا محفوظ عورتوں" کے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ "مُحْصَنَاتِ" کل آٹھ مرتبہ آیا ہے اور موقع ومحل کے اعتبار سے یہ لفظ درج ذیل تین معنوں میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے تینوں معنوں کی تفصیل یہ ہے:

1- شادی شدہ عورتیں (قطع نظر اس سے کہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں)

2- آزاد کنواری عورتیں

3- پاک دامن اور پاکباز عورتیں

گویا قرآن مجید کی رُو سے:

ا: وہ لونڈیاں بھی محصنات ہیں جو کسی کی قید نکاح میں آ جائیں۔ کیونکہ اس طرح ان کو اپنے شوہروں کی حفاظت وحمایت حاصل ہو جاتی ہے۔ سورہ نساء کی آیت 25 کے الفاظ "فَاِذَآ اُحْصِنَّ" اور "مُحْصَنَاتِ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ" سے یہی لونڈیاں مراد ہیں۔

ب: آزاد اور شادی شدہ عورتیں بھی محصنات ہیں کیونکہ ان کو اپنے شوہروں اور اپنے خاندانوں کی دوہری حفاظت وحمایت میسر ہوتی ہے اس معنی میں یہ لفظ سورہ نساء کی آیت نمبر 24، جہاں محرمات نکاح کا تذکرہ ہوا ہے، کے الفاظ "وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَآءِ" (اور شادی شدہ عورتیں) میں "المحصنات" سے یہی آزاد اور شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔

ج: آزاد اور کنواری عورتیں بھی "محصنات" کہلاتی ہیں کیونکہ انہیں بھی اپنے خاندانوں کی حمایت وحفاظت حاصل ہوتی ہے۔ سورہ نساء کی آیت 25 کے آغاز میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا اَنْ يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤمِنَاتِ ۝﴾

"اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو۔''

اس مقام پر المحصنات سے یہی آزاد اور کنواری عورتیں مراد ہیں۔

د: پاک دامن اور پاکباز عورتیں بھی ''محصنات'' ہیں کیونکہ وہ ''اخلاقی'' طور پر ''قلعہ بند'' اور ''بدکاری سے محفوظ'' ہوتی ہیں۔ سورہ نساء کی آیت 4 کے الفاظ۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ط﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں۔''

میں المحصنات کا لفظ انہی پاکدامن اور پاکباز عورتوں کے لیے آیا ہے۔ لفظ محصنات کے معانی کی اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل آیت پر غور کریں:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ط﴾

[النساء:25]

''اور تم میں سے جو شخص مومنہ ''محصنات'' یعنی آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کرے۔ اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب ایک ہی جنس ہو۔ ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ ان کنیزوں سے نکاح کرلو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ان کو ادا کردو۔ وہ قیدِ نکاح میں آنے والی ہوں، بدکاری اور آشنائی کرنے والی نہ ہوں۔ پھر اگر وہ قید نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سزا "محصنات" کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر ہوگی۔"

اس ایک آیت میں لفظ "محصنات" تین مرتبہ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ: " اَنْ یَنْکِحَ الْمُحْصَنَاتِ" میں جس سے آزاد کنواری عورتیں، مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اس جگہ یہ لفظ ایک تو فتیات یعنی لونڈیوں کے مقابل میں آیا ہے جس کی وجہ سے یہاں صرف آزاد عورتیں ہی مراد لی جا سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان "محصنات" سے نکاح کی اجازت موجود ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اگر وہ پہلے سے کسی کی منکوحہ ہوں تو پھر "و المحصنات من النساء" (النساء: 24) کے تحت محرمات نکاح میں شامل ہو جائیں۔ اس صورت میں ان سے نکاح کرنا ہی حرام ٹھہرتا ہے اور یہاں ان "محصنات" سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس پہلے مقام پر محصنات سے صرف آزاد اور کنواری عورتیں ہی مراد ہیں۔

دوسری مرتبہ لفظ "محصنات" آیت کے اس ٹکڑے " محصناتٍ غیر مسافحات" ان لونڈیوں کی جن سے نکاح کی اجازت ہے، یہ کیفیت وحالت بیان کرتا ہے کہ وہ "قید نکاح میں آنے والی ہوں، بدکاری کرنے والی ہوں۔" اس کے بعد فَاِذَآ اُحْصِنَّ میں بھی انہی لونڈیوں کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے شوہروں کی حفاظت و حمایت حاصل کر کے داخل احصان یعنی محصنات ہو جائیں گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ لونڈیاں جب بے شوہر تھیں تو وہ "محصنات" نہیں تھیں قید نکاح میں آ جانے کے بعد "محصنات" یعنی شوہر والیاں ہو گئیں۔

تیسری مرتبہ یہ لفظ "محصنات" اس آیت کے فقرے " فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ " میں وارد ہوا ہے۔ اس جگہ اس لفظ سے وہی "محصنات" مراد ہیں جو ابتدائے آیت میں مذکور ہوئی ہیں یعنی "آزاد کنواری عورتیں" اس مقام پر یہی معنی مراد لینے کے حق مین درج ذیل دلائل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1- آیت مذکورہ کے آغاز سے فتیات یعنی لونڈیوں اور محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کے جانبین کا بیان تقابلی انداز میں ہوا ہے اس سلسلۂ کلام میں ایک جانب فتیات کی حالت میں یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ وہ کسی کی قید نکاح میں آنے کی جانب کے اعتبار سے "مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ" کے تحت محصنات ہوگئی ہیں اور پھر ان کی اس حالت کو "فَاِذَآ اُحْصِنَّ" (جب وہ محصنات ہو جائیں) سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ دوسری جانب ...... محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کی کیفیت میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آخر میں انہی جانبین کا تقابل سزا کے لحاظ سے بایں الفاظ بیان ہوا ہے کہ:

﴿فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾

"پھر اگر وہ لونڈیاں قید نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا "محصنات" کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر ہوگی۔"

اس طرح شادی شدہ لونڈیوں کے لیے ارتکاب زنا پر اس سزا کا نصف بتایا ہے جو آزاد و کنواری عورتوں کے مرتکب زنا ہونے پر قرآن نے مقرر کی ہے۔ یعنی شادی شدہ زانیہ لونڈیوں کے لیے پچاس کوڑے اور آزاد اور کنواری زانیہ عورتوں کے لیے سو کوڑے۔

آیت کا یہ سیاقِ کلام ہی وہ واضح قرینہ ہے جو اس مقام پر لفظ "محصنات" کے معنی کو "آزاد کنواری عورتوں" کے ساتھ متعین کر دیتا ہے۔

2- حالتِ احصان کے پہلو سے دیکھا جائے تو معلوم ہے کہ ایک لونڈی غیر محصنہ ہوتی ہے اور کسی کی قید نکاح کے آنے کے بعد ہی وہ محصنہ ہو سکتی ہے۔ اگرچہ نکاح کے بعد بھی وہ حالت احصان کے اعتبار سے کامل طور پر محصنہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایک شوہر کی حفاظت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حمایت میں آ جانے کے باوجود وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد نہیں ہوتی جن کی وہ ملکیت ہے اور نہ ہی معاشرت میں اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو ایک آزاد عورت کو میسر ہوتا ہے۔

اس کے علی الرغم ایک آزاد عورت پہلے ہی سے محصنہ ہوتی ہے۔ خواہ وہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حریت کی بنا پر اسے ایک خاندان کی حفاظت وحمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مجر وحرہ ہونا ہی اس کے محصنہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کے محصنہ کہلانے کے لیے اس کا کسی منکوحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے اس زیرِ بحث مقام پر (محصنات) سے آزاد کنواری عورتیں ہی مراد ہیں اور یہاں اس لفظ میں ان کے شادی شدہ ہونے کا مفہوم داخل کرنا تکلف کے سوا اور کیا ہے؟

3- اگر یہ کہا جائے کہ لونڈیوں کے مقابل میں جب لفظ محصنات آتا ہے تو اس سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کی قسم کی آزاد عورتیں مراد ہوتی ہیں اور اس مقام پر وہی مراد ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن حکیم کے نظائر اور شواہد کے خلاف ہے۔ خود اسی آیت کے آغاز میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [النساء: 25]

''اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کر لے۔''

اس جگہ ''محصنات'' کا لفظ لونڈیوں کے مقابل میں بھی آیا ہے اور اس سے صرف'' غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں ان کے ساتھ شادی شدہ عورتیں قطعاً مراد نہیں لی جا سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ اور کسی کی منکوحہ عورتیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو پھر ان سے نکاح کرنا جائز کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ "والمحصنات من النساء" یعنی شادی شدہ یا کسی کی منکوحہ عورتوں کو آیت زیر بحث سے پہلی آیت النساء24 میں محرمات نکاح کے طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جس کے بعد اس طرح کی بات کہنے کے لیے کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

4- اگر چہ لغت کے اعتبار سے یہ درست ہے کہ جہاں ایک غیر شادی شدہ عورت محصنہ ہے وہاں ایک آزاد شادی شدہ عورت بھی محصنہ ہوتی ہے مگر قرآن حکیم میں یہ لفظ جہاں بھی آیا ہے اپنے ایک ہی معنیٰ میں آیا ہے۔

یعنی یا تو صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے آیا ہے یا پھر صرف غیر شادی شدہ عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے یا پھر ان کے علاوہ اپنے تیسرے معنی، پاک دامن عورتوں، کیلئے بھی آیا ہے اور اس لفظ کے تینوں معنوں کی وضاحت ہم نے اس بحث کے آغاز میں کردی ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کسی ایک مقام پر بھی اپنے دو مختلف معنوں کے لیے مشترک لفظ کے طور پر مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ ہر جگہ یہ لفظ اپنے تینوں معنوں میں سے کسی ایک معنی میں آیا ہے۔

5- زیرِ بحث مقام پر "المحصنات" لام تعریف کے ساتھ آیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ال تخصیص کے لیے ہے، اور اس سے خاص قسم کی محصنات یعنی "غیر شادی شدہ آزاد عورتیں" ہی مراد ہیں۔ اگر اس لام تعریف کو کوئی شخص تعمیم کے مفہوم میں لینا چاہتا ہے تو پھر اس کے معنی میں صرف آزاد عورتیں ہی شامل نہ ہوں گی بلکہ لونڈیاں بھی اس لفظ کے داخل معنی ہو جائیں گی کیونکہ قرآن حکیم نے ان کو بھی محصنات کہا ہے۔ اسی آیت زیر بحث میں ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ﴾ [النساء:25]

''پھران سے ان کے مالکوں کی اجازت لے کر نکاح کرلو اور دستور کے مطابق ان کو مہر کردو قید نکاح میں لاکر، نہ کہ وہ بدکاری کرنے والیاں اور آشنائی گانٹھنے والیاں ہوں۔''

اس کے بعد مقام زیر بحث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ''شادی شدہ لونڈیوں کو ارتکاب زنا پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں اور شادی شدہ لونڈیوں کے لیے مقرر ہے۔'' اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم کس قدر لغو اور بے معنی ہے۔

6- اگر اس جگہ لفظ ''محصنات'' سے صرف ''شادی شدہ آزاد عورتیں'' مراد لی جائیں تو آیت جلد کا حکم انہی عورتوں کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کے ارتکاب زنا کی کیا سزا کا ماخذ کیا ہے؟

7- یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ زیر بحث مقام پر محصنات کا لفظ مطلق لونڈیوں کے مقابل میں نہیں آیا ہے بلکہ منکوحہ لونڈیوں میں آیا ہے گویا لونڈیوں کے بعض افراد کی سزائے زنا کا تقابل آزاد عورتوں کے بعض افراد کی سزائے زنا سے کیا گیا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو لونڈیوں کی وہ خاص نوع ہے جس میں حالت احصان پائی جاتی ہے اور دوسری جانب ہر قسم کی آزاد عورتیں مراد نہیں بلکہ آزاد عورتوں کی صرف وہ خاص نوع مراد ہے جس میں حالتِ احصان کا تحقق موجود ہو اور اولین طور پر اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی مجرد حریت کے بسبب قرآن مجید نے ان کو اسی آیت کے آغاز میں ''محصنات'' کہا ہے۔

8- عقل وحکمت اور عدل وانصاف کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں اسلام کا منشا کیا ہے؟ اسلامی شریعت نے ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اپنی فطری جنسی خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز ذریعہ حاصل نہیں ہو سکا...... اور ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اس کی فطری صنفی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ میسر آچکا ہے...... بہر حال فرق کیا ہے اور دونوں کی حالتوں کے اختلاف کی بنا پر ان کے لیے الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں۔

فرض کیجئے دو عورتیں مرتکب زنا ہوتی ہیں۔ ایک کنواری اور دوسری شادی شدہ عورت ہے۔ پہلی عورت اپنی جنسی خواہش کے ہیجان میں تسکین کا کوئی جائز راستہ نہیں پاتی اور زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ دوسری عورت ایک شوہر کی بیوی ہے۔ اگر اس کا شوہر اس کے لیے وجہ تسکین نہیں بنتا تو وہ عورت اس سے خلع کر کے کسی اور مرد سے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ مگر ایک خاوند کی بیوی ہوتے ہوئے وہ مرتکبِ زنا ہوتی ہے۔ اس کا یہ فعل اس کے شوہر کی حق تلفی، اس سے بدترین خیانت اور پرلے درجے کی بے وفائی ہے۔ اس نے اپنے خاوند سے باندھے ہوئے اس معاہدے کا سرِ عنوان مٹا ڈالا ہے جس معاہدے کو قرآن مجید نے ''میثاقِ غلیظ'' یعنی پختہ معاہدے سے تعبیر کیا ہے۔ کیا ان دونوں عورتوں کا مقدمہ ایک جیسا ہے؟ نہیں! ہماری عقل ان کو دو مختلف مقدمے قرار دیتی ہے کیا ان دونوں عورتوں کا جرمِ زنا ایک ہی درجے کا ہے؟ نہیں! ہماری بصیرت کہتی ہے کہ دونوں کا جرم یکساں درجے کا نہیں ہے بلکہ متفاوت درجوں کا ہے۔ پھر اگر ایسا ہے تو کیا، ان دونوں کو ایک جیسی سزا ملنی چاہئے؟ ہرگز نہیں! عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے ہ چونکہ کنواری عورتوں کا جرم نسبتاً کم ہے اور شادی شدہ عورت کا نسبتاً زیادہ، لہٰذا سزا میں بھی یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کیا ایک فطری اور عقلی شریعت کے لیے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ پہلی مجرمہ کو نسبتاً کم اور دوسری مجرمہ کو نسبتاً زیادہ سزا دے؟

اسی حکمت کے پیش نظر اسلامی قانون میں غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کے لیے تو سو سو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے مگر محصن زانی اور محصنہ زانیہ کے لیے رجم کی حد رکھی گئی ہے۔ دو مختلف صورتوں کو یکساں حیثیت دے کر ان کے لیے ایک ہی سزا تجویز کرنا کسی طور پر بھی عقل و حکمت اور عدل وانصاف کے قرینِ قیاس نہیں ہے اور جو لوگ شریعت کے تمام تر احکامات کو عقل و حکمت ہی پر مبنی قرار دیتے ہیں ان کے لیے تو اس سے انکار کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

الغرض مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زیر بحث مقام " فَعَلَيْهِنَّ نِصفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ"پر محصنات سے مراد صرف آزاد کنواری عورتیں ہیں اور سورۂ نور کی آیت جلد کا حکم بھی صرف غیر محصن زانیوں ہی کے ساتھ خاص ہے اور امت کے تمام مفسرین کرام کا اسی امر پر اجماع ہے۔

"مُحْصَنَات" کے مفہوم کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء

اب ہم زیر بحث مقام " فَعَلَيْهِنَّ نِصفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ" میں لفظ محصنات کے معنی کے بارے میں امت کے اکابر مفسرین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

1- تفسیر طبری (ابن جریر طبریؒ، متوفی 310ھ)

((فعليهن نصف ماعلى الحرائر من الحدّ اذا هن زنين قبل الاحصان بالا زواج))

"یعنی پھر ایسی لونڈیوں پر ان آزاد عورتوں کا حد کا نصف ہے۔ جو شادی سے پہلے زنا کا ارتکاب کریں۔"

2- احکام القرآن۔ (ابوبکر الجصاص، م 375ھ)

((اراد الاحصان من جهة الحرية لا الاحصان الموجب الرجم، لانه لو اراد ذالك لم يصح ان يقال عليها نصف الرجم لانه لا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یتبعض))

''اس جگہ احصان باعتبار حریت مراد ہے اور وہ احصان مراد نہیں جس پر رجم کی حد واجب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دوسرے معنی مراد ہوتے تو پھر رجم کا نصف کہنا صحیح نہ ہوتا کیونکہ رجم کی سزا نا قابلِ تقسیم ہے۔''

3- احکام القرآن (ابن العربی، م 542ھ)

((یکون التقدیر فاذا تزوجن فعلیھن نصف ماعلی الابکار من العذاب وھو الجلد))

''تقدیر کلام یوں ہے کہ جب وہ لونڈیوں قید نکاح میں آ جائیں اور زنا کی مرتکب ہوں تو ان کے لیے آزاد کنواریوں کی اس سزا کا نصف ہے جو (سو) کوڑوں کی ہے۔''

4- مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی، م 606ھ)

((اما ان یکون المرادمنہ الحرائر المتزوجات اوالمراد منہ الحرائر الابکار ، والسبب فی اطلاق اسم المحصنات علیھن بحریتھن و الاول مشکل لان الواجب علی الحرائر المتزوجات فی الزنا الرجم فھذا یقتضی أن یجب فی زنا الاماء نصف الرجم ومعلوم أن ذٰلک باطل والثانی وھو أن یکون المراد الحرائر الابکار فنصف ماعلیھن ھو خمسون جلدۃ ومحصنۃ ھذا القدر واجب فی زنا الأمۃ سواء کانت محصنۃ اولم یکن))

''اس مقام پر محصنات سے یا تو شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہو سکتی ہیں یا کنواری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آزادعورتیں۔ اس کا سبب ہے، کہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر ان کی حریت کی وجہ سے لفظ محصنات کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ پہلی صورت محال ہے کیونکہ شادی شدہ عورتوں کے ارتکاب زنا کی حد رجم ہے اور اس صورت میں یہ امر مقتضی ہے کہ لونڈیوں کو زنا کے ارتکاب پر نصف رجم کی سزا دی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک بے معنی بات ہے۔ دوسرے صورت میں محصنات کے معنی کنواری آزادعورتوں کے ہوسکتے ہیں جس کے بعد زانیہ لونڈیوں کے لیے نصف سزا یعنی پچاس کوڑے ہوں گے اور یہ حد ہر زانیہ لونڈی کے لیے ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا شادی شدہ نہ ہو۔''

5- الجامع الاحکام القرآن (امام قرطبی، م 671ھ)

((ویعنی المحصنات ھاھنا الا بکار الحرائر))

''اس جگہ محصنات کے معنی ہیں'' کنواری آزادعورتیں''

6- تفسیر مدارک (علامہ حافظ الدین نسفی، م 710ھ)

((وان المحصنات ھنا الحرائر اللاتی لم یزوجن))

''اس مقام پر محصنات سے وہ آزادعورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔''

7- تفسیر خازن (علامہ علاؤالدین بغدادی، م 725ھ)

((یعنی فعلی الا ماء اللاتی زنین نصف ماعلی الحرائر الا بکار اذا زنین من الجلد))

''یعنی زانیہ لونڈیوں پر اس سزا کا نصف ہے جو کنواری آزادعورتوں کے لیے ان کے ارتکاب زنا پر کوڑوں کی صورت میں ہے۔

8- جامع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی، م 894ھ)

(((المحصنات :الحرائر الابکار))

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''محصنات سے مراد ہیں: ''کنواری آزاد عورتیں''

9- تفسیر جلالین (علامہ جلال الدین سیوطیؒ، م 911ھ و جلال الدین محلیؒ)

((المحصنات: الحرائر الابکار اذا زنین))

''محصنات یعنی کنواری آزاد عورتیں جب زنا کی مرتکب ہوں۔''

10- تفسیراتِ احمدیہ (ملا احمد جیون۔ سن تالیف 1075ھ)

((والمراد من هذه المحصنات الحرائر بلا تزويج))

''اس جگہ ''محصنات'' سے مراد وہ آزاد عورتیں ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔''

11- فتح القدیر (امام شوکانیؒ، م 1255ھ)

((المحصنات :أی الحرائر الابکار))

''محصنات یعنی کنواری آزاد عورتیں۔''

یہاں ہم نے صرف دس گیارہ قابلِ اعتماد مفسرین کی آراء درج کی ہیں اور طوالت سے بچنے کے لیے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امت کے تمام تر مفسرین کی اس بارے میں متفقہ رائے یہی ہے کہ زیر بحث مقام پر ''محصنات'' سے صرف ''کنواری آزاد عورتیں'' ہی مراد ہیں۔

آیتِ جلد کا حکم

لفظ ''محصنات'' کے مفہوم کی بحث اور اس بارے مفسرین کرام کی متفقہ رائے بیان کرنے کے بعد ہم سورۂ نور کی آیت جلد پر از سرِ نو غور کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کا حکم کس قسم کے مرتکبین زنا کے لیے آیا ہے۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ﴾ [النور:2]

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں قطعًا کوئی نرمی اختیار نہ کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ضروری ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔''

آغاز بحث میں ہم نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ آیت جلد کا یہ حکم صرف آزاد مرد اور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے لونڈیاں (اور غلام) اس حکم میں داخل نہیں۔ اس امر کی تصریح خود قرآن حکیم نے فرما دی ہے۔

﴿ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ﴾ [النساء:25]

''جب وہ لونڈیاں قید نکاح میں آ جائیں اور پھر اگر وہ کوئی بدکاری کریں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو ''محصنات'' کے لیے مقرر ہے۔''

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آیت جلد کا حکم درحقیقت حکم عام نہیں ہے اور آیت جلد کے الفاظ ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ'' میں لام تعریف تعمیم کے لیے نہیں بلکہ تخصیص کے لیے آیا ہے کیونکہ اس سے ہر قسم کے زانی لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ لونڈیاں (اور غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان کی تخصیص خود قرآن نے کردی ہے۔ یوں آیت جلد کے حکم کو بالکل عام سمجھ لینا قرآن کی نص صریح کے خلاف ہے۔

آیت جلد اور مفسرین کرام

اب ہم آیت جلد کے حکم کے بارے میں امتِ مسلمہ کے معتمد علیہ مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں۔

1- تنویر المقباس من تفسیر ابنِ عباسؓ (ابن عباسؓ متوفی 68ھ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اَلزَّانِيَةُ والزَّانِيْ) وهما بكران زنيا ❶))

''یعنی ''اَلزَّانِيَةُ والزَّانِيْ'' میں دونوں کنوارے قسم کے لوگ مراد ہیں جو زنا کے مرتکب ہوں۔''

2- تفسیر طبری (ابن جریر طبری، م 310ھ)

((يقول تعالىٰ ذكره: من زنى من الرجال، اوزنت من النساء، وهو حد بكر غير محصن بزوج فاجلدوه ضربا مائة جلدة))

''اللہ تعالیٰ نے یہاں پر جن زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں جس حد کا حکم ہے وہ صرف غیر محصن کنوارے اور غیر محصنہ کنواری کے لیے ہے۔ پس ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔''

3- تفسیر الکشاف (جار اللہ زمخشری، م 528ھ)

((وهو حكم من ليس بمحصن منهم ، فان المحصن حكمه الرجم))

''اس آیت کا حکم صرف کنوارے اور کنواری کے ارتکاب زنا کے لیے ہے اور شادی شدہ زانی کے لیے رجم کا حکم ہے۔''

4- احکام القرآن (ابن العربی، م 542ھ)

((قوله:'' فَاجْلِدُوْا'' جعل الله كما تقدم حد الزنا قسمين رجمًا على الثيب وجلد على البكر وذلك لان قوله،'' اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا '' عام فى كل زان ثم شرحت السنة

---

❶ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً (النساء:15) کی تفسیر کے تحت بھی حضرت ابن عباس کا یہ قول موجود ہے کہ '' الرجم للثيب والجلد للبكر '' یعنی شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے جلد کی سزا دی جائے۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حال الثیب))

''جیسا کہ پہلے گزر چکا، اللہ تعالیٰ نے حدِ زنا کی دو قسمیں کر دی ہیں۔ شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑوں کی سزا ہے۔ فرمایا ''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو کوڑے مارو۔'' تو یہ حکم ہر قسم کے زانی کے لیے عام تھا۔ پھر سنت نے شادی شدہ کی الگ صورت واضح کی۔''

5- مفاتیح الغیب۔ تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی، م 606ھ)

((احتج الجمهور من المجتهدين على وجوب رجم المحصن لما ثبت بالتواتر انه عليه الصلاة والسلام فعل ذالك، قال ابوبكر الرازى روى الرجم ابوبكرؓ و عمرؓ و علیؓ و جابر بن عبدالله و ابو سعيد خدرى و ابو هريرة و بريدة الاسلمى و زيد بن خالد فى أخرين من الصحابة وببعض هؤلآء الرواة روى خبر رجم ماعز بعضهم خبر اللخمية والغامدية وقال عمرؓ: '' لولا ان يقول الناس زاد عمر فى كتاب الله لا ثبته فى المصحف، والجواب عما احتجوا به اولا انه مخصوص بالجلد فان قيل فيلزم تخصيص القرآن بخبر الواحد قلنا بل بالخبر المتواتر لما بينا ان الرجم منقول بالتواتر ايضًا فقد بينا فى اصول الفقه ان تخصيص القرآن بخبر الواحد جائز))

''جمہور مجتہدین کے نزدیک زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے عمل سے متواتر کے ساتھ یہی ثابت ہے۔ ابوبکر رازیؒ نے کہا ہے کہ رجم کی احادیث کو ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، جابر عبداللہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، بُریدَہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلمیؓ اور زید بن خالدؓ نے روایت کیا ہے پھر ان میں سے بعض راویوں نے وہ احادیث روایت کی ہیں جن میں حضرت ماعز، لخمیہ اور غامد یہ دونوں عورتوں کے رجم ہونے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''اگر مجھے لوگوں کا اندیشہ نہ ہو تاکہ وہ کہیں کہ ''عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کیا'' تو میں اس (حکم) کو قرآن میں لکھوا دیتا۔

جن لوگوں نے اس آیت کے تحت یہ کہا ہے کہ اس میں صرف کوڑوں کی سزا مذکور ہوئی ہے اگر رجم کو مانا جائے تو پھر خبر واحد سے قرآن کے حکم کی تخصیص ماننی پڑتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رجم کی روایات متواتر ہیں۔ اس کے علاوہ اصول فقہ میں بھی ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کے حکم عام کی تخصیص ہو سکتی ہے۔''

6- الجامع الاحکام القرآن۔ تفسیر قرطبی (امام قرطبی، م 671ھ)

(((مِائَةَ جَلْدَةٍ) هذا حد الزانی الحر البالغ البکر و کذٰلك الزانية البکر الحرة...... واما المحصن من الاحرار فعليه الرجم دون الجلد))

''اس آیت میں آزاد، بالغ، کنوارے زانی کے لیے حد بیان کی گئی ہے اور اس طرح آزاد بالغہ کنواری زانیہ عورت کے لیے بھی یہی حد ہے۔ رہے آزاد محصن زانی اور محصنہ زانیہ، تو ان کے لیے رجم کی حد ہے، کوڑوں کی حد نہیں ہے۔''

7- تفسیر مدارک (علامہ نسفی، م 686ھ)

((وهذا حکم حر ليس بمحصن، اذا حکم المحصن الرجم))

''یہ حکم اس آزاد زانی اور زانیہ کے لیے ہے جو غیر محصن یعنی کنوارے ہوں جبکہ محصن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے رجم کا حکم ہے۔''

8- تفسیر خازن (علاؤالدین بغدادی، م725ھ)

((وان كان الزانی محصنًا فعليه الرجم))

''اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کے لیے رجم کی سزا ہے۔''

9- تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (حافظ ابن کثیرؒ، م774ھ)

((فاما اذا كان بكر الم يتزوج فان حده مائة جلدة كما فی الاية...... فاما اذا كان محصنًا وهو الذی قد وطی فی نكاح صحيح وهو بالغ عاقل فانه يرجم))

''جب کوئی غیر شادی شدہ کنوارا مرتکب زنا ہو تو آیت کے بموجب اس کی سزا سو کوڑے ہیں مگر جب کوئی شادی شدہ جس نے نکاح صحیح کے بعد مباشرت بھی کی ہو، مرتکب زنا ہو اور وہ عاقل بالغ بھی ہو، تو اسے رجم کیا جائے گا۔''

10- انوار التنزیل۔ تفسیر بیضاوی (قاضی بیضاوی، م791ھ)

((وهو حكم يختص بمن ليس بمحصن لما دل على ان حدا لمحصن هو الرجم))

''اس آیت کا حکم اس زانی کے ساتھ خاص ہے جو شادی شدہ نہ ہو جبکہ یہ ثابت ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔''

11- جامع القرآن فی تفسیر القرآن (شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی، م894ھ)

((فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ...... وهذا مطلق محمول على بعض، هو حد بالغ عاقل ماجامع فی نكاح شرعی فان حكم من جامع فيه الرجم باحاديث الصحاح))

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس آیت کا حکم بظاہر عام ہے لیکن اس پر قیود عائد ہیں جو یہ ہیں، حریت، عقل، بلوغ اور شرعی نکاح کے تحت عدمِ مباشرت، دوسرے قیود کے ساتھ مباشرت بھی شامل ہوتو پھر احادیثِ صحیحہ کی رو سے رجم کی سزا ہے۔''

12- تفسیر جلالین (جلال الدین سیوطیؒ، م 911ھ و جلال الدین محلیؒ)

(((اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ) أي غير المحصن لرجمهما بالسنة))

''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ...... یعنی غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کیونکہ محصن زانی اور محصنہ زانی کو سنت کی رو سے رجم کرنے کا حکم ہے۔''

13- تفسیراتِ احمدیہ (ملا احمد جیون، سنِ تالیف 1075ھ)

((الحکم المذکور فی الأیة وهو الجد انما هو لغیر المحصن و للمحصن الرجم))

''اس آیت میں جو حکم مذکور ہوا ہے وہ کوڑوں کی سزا ہے جو صرف غیر محصن زانی کے لیے ہے اور محصن زانی کے لیے رجم کی سزا ہے۔''

14- تفسیر مظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، م 1225ھ)

((اجمع علماء الامة علی ان الزانیة والزانی اذا کانا حرین عاقلین بالغین غیر المحصنین فحدها ان یجلد کل واحد منهما مائة جلدة بحکم هذه الأیة))

''علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے حکم کی رو سے آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔''

15- فتح القدیر (امام شوکانی، م 1255ھ)

(((مِائَةَ جَلْدَةٍ) هو حد الزانی الحد البالغ البکر و کذالك الزانیة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اما من کان محصنًا من الاحرار فعلیه الرجم بالسنة المتواترة وباجماع اهل العلم))

''اس آیت میں آزاد بالغ، کنوارے زانی اور کنواری زانیہ کی حد بیان کی گئی ہے، مگر آزاد محصن زانی اور آزاد محصنہ زانیہ کو سنت متواترہ اور اجماع مسلمین کے موجب رجم کرنے کا حکم ہے۔''

16- روح المعانی (علامہ محمود آلوسی، م 1210ھ)

((...... وقد اجمع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ومن تقدم من السلف وعلماء الامة وائمة المسلمین علی ان المحصن یرجم بالحجارة حتی یموت، وانکار الخوارج ذالك باطل لانهم ان انکرو احجة اجماع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم فجهل مرکب۔ وان انکروا وقوعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم لانکار هم حجیة خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدلیل لیس ما نحن فیه لان ثبوت الرجم منه علیه الصلاة والسلام متواتر المعنیٰ))

''اس امر پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، علمائے سلف وخلف اور ائمۂ اسلام کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی اور زانیہ کو رجم کر کے ہلاک کیا جائے گا، اس بارے میں خوارج کا اختلاف باطل ہے کیونکہ اگر وہ اجماعِ صحابہؓ کی حجیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ جہل مرکب ہے اگر وہ محض خبرِ واحد کی حجیت سے انکار کر کے رسول اللہ ﷺ سے اس حکم کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں تو اس...... بات کے باطل ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ رجم متواتر المعنیٰ احادیث سے ثابت ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

17- تفسیر مواہب الرحمٰن (سید امیر علی، م 1337ھ)

"اگر یہ کہا جائے کہ آیت میں زانیہ اور زانی بے شبہ عموم پر ہیں خواہ محصن ہوں یا غیر محصن ہوں تو تم نے کیوں اس طرح عمل نہ کیا؟ جواب یہ ہے کہ عموم سے تخصیص واقع ہوئی ہے یعنی زانیہ باندی و زانی غلام کے واسطے سو درے کا حکم نہیں بدلیل قطعی قولہ تعالیٰ:

﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ﴾

"تو ان (لونڈیوں) پر "محصنات" کی سزا کا نصف ہے۔"

پس جب عموم نہیں رہا تو ہم نے معلوم کیا بذریعہ مشہور حدیث رجم و اجماع کے کہ زانیہ غیر محصنہ کا حکم درے ہیں اور محصنہ کا حکم رجم ہے۔

18- تفسیر مراغی (احمد مصطفیٰ مراغی، م 1365ھ)

((ان كان الزانيان محصنين و استو فيا الشروط الأتيه و هى ان يكون بالغين عاقلين حرين مسلمين متزوجين بعقد نكاح صحيح ، وجب رجمهما : اى رميهما بالحجارة حتى يموتا))

"لیکن اگر زانی محصن ہو اور زانیہ محصنہ ہو اور ان میں درج ذیل شرائط بھی پائی جائیں یعنی بلوغ، عقل، حریت، اسلام، نکاحِ صحیح کی زوجیت تو پھر ان دونوں کے لیے رجم یعنی پتھر مار مار کرنے کی سزا ہے۔"

19- فی ظلال القرآن (سید قطب، م 1385ھ)

((والجلد هو حد البكر من الرجال والنساء وهو الذى لم يحصن بالزواج ويرفع عليه متى كان مسلما بالغا عاقلا حرا۔ فاما المحصن وهو من سبق له الوطى فى نكاح صحيح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسلم حر بالغ فحده الرجم وقد ثبت الرجم بالسنة وثبت الجلد بالقرآن ولما كان النص القرآني مجملا و عاما، و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجم الزانيين المحصنين، فقد تبين من هذا ان الجلد خاص لغير المحصنين))

''کوڑوں کی یہ سزا اس کنوارے مرد اور کنواری عورت کے لیے ہے جن میں نکاح کی حالت احصان نہ پائی جاتی ہو۔ اور پھر وہ مسلمان'' بالغ عاقل اور آزاد رہتے ہوئے زنا کا ارتکاب کریں مگر جو محصن زانی اور محصنہ زانیہ ہو اور وہ مباشرت بھی کر چکے ہوں تو ان کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے۔ حد رجم سنت سے ثابت ہے اور کوڑوں کی حد قرآن سے ثابت ہے اور جبکہ قرآن کی نص مجمل اور عام نوعیت کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے محصن اور محصنہ زانیوں کو چونکہ رجم کی سزا دی تو اس سے ظاہر ہوا کہ کوڑوں کی سزا صرف غیر محصن زانیوں کے لیے ہے۔''

20- تفہیم القرآن (ابوالاعلیٰ مودودی، م 1399ھ)

یہ امر کہ زنا بعدِ احصان کی سزا کیا ہے قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے بلکہ عملاً آپ نے متعدد مقامات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے۔ پھر آپ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اس کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین تک یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا۔ کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرآن اول میں کسی کو اس کے ایک ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ اس کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے کیونکہ اس کی صحت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ امت کی پوری تاریخ میں بجز خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہے اور ان کے انکار کی بنیاد یہ نہیں تھی کہ نبی ﷺ سے اس حکم کے ثبوت میں وہ کسی کمزوری کی نشان دہی کر سکے ہوں بلکہ وہ اسے قرآن کے خلاف قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے اپنے فہم قرآن کا قصور تھا۔ وہ کہتے تھے قرآن '' اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيُ'' کے مطلق الفاظ استعمال کر کے اس کی سزا سو سو کوڑے بیان کرتا ہے لہٰذا قرآن کی رو سے ہر قسم کے زانی کی سزا یہی ہے اور اس سے زانی محصن کو الگ کر کے اس کی کوئی اور سزا تجویز کرنا قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو قانونی وزن رکھتے ہیں، وہی قانونی وزن ان کی اس تشریح کا بھی ہے جو نبی ﷺ نے کی ہو بشرطیکہ وہ آپ ؐ سے ثابت ہو۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امت کے تمام معتمد علیہ مفسرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ آیت جلد کے حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں کے ارتکابِ زنا پر ہوتا ہے اور اس حکم میں شادی شدہ زانی مرد اور عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کا معاملہ الگ نوعیت رکھتا ہے اور ان کے لیے رجم کی سزا مقرر کیا ہے۔

قرآنِ حکیم اور قتل نفس

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآن مجید اصول وکلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام ایسے ہیں جو مجمل طور پر بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیل قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ایسے مجمل احکام کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہمیں سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیلی صورت سامنے آئے اور اس پر عمل کرنا ممکن اور آسان ہو جائے۔

اس کی ایک مثال نماز ہے۔ وہ نماز جو اسلام کا بنیادی رکن اور عماد الدین ہے، جو ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اور کافر کے درمیان عملی سرحد ہے، جس کا ادا کرنا سفر وحضر حتی کہ عین میدانِ جنگ میں بھی ضروری ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید نے اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کا صرف مجمل حکم دیا ہے اور اس کے پانچ اوقات کا تعین' اس کی رکعات کی تعداد اور اس کی عملی ہیئت' ان میں سے کوئی بھی قرآن میں مذکور نہیں ہوئی ہے۔ یہ ساری تفصیلات ہمیں سنت کے ذریعے ملتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر سنت نے نماز پڑھنے کی تفصیل نہ بیان کی ہوتی تو کوئی شخص بھی قرآن کی مطلوبہ نماز ادا نہ کر سکتا۔

اس طرح قرآن مجید نے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن دین ہے؟ زکوۃ کب اور کتنی ادا کی جائے؟ یہ ساری تفصیل ہمیں سنت مبارکہ میں ملتی ہے جس کے بعد زکوۃ کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کی صورت سامنے آتی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلَاتَقْتُلُوْ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ٥﴾

[الانعام:151]

''اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کا قتل کیا جانا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کسی جان کو ناحق قتل نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی جان اِلَّا بِالْحَقِّ کے تحت مباح الدم ہو جائے تو اسے قتل کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں ''اِلَّا بِالْحِقِّ'' کا استثناء مجمل طور پر بیان ہوا ہے اور اس کی پوری تفصیل ہمیں قرآن میں نہیں ملتی کہ کن کن صورتوں میں کون کون سی جان اِلَّا بَالْحَقِّ میں داخل ہے۔

حدیث کی رو سے کسی مسلمان کا خون اس وقت مباح ہو جاتا ہے جب وہ:

① کسی شخص کو قتل کر دے۔

② شادی شدہ ہو اور پھر ارتکاب زنا کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

③ دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے صحیح بخاری (کتاب الدیات) میں بیان کیا ہے اور سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابوامامہ بن سہل عن عثمان کی روایات میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

اب ہم سورۂ انعام کی اس آیت کے ٹکڑے اِلَّا بِالْحَقِّ کے بارے میں ان کی آراء معلوم ہو سکیں۔

1- تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ......بالعدل یعنی بالقود و الرجم والارتداد))

''اِلَّا بِالْحَقِّ کے معنی ہیں عدل و انصاف کی رو سے، یعنی قصاص رجم اور ارتداد کی صورتوں میں کسی جان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔''

2- تفسیر طبری۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ..........یعنی أباح قتلها به ، من ان تقتل نفسا،فتقتل قوادابها ،او تزنی و هی محصنة،فترجم او تر تد عن دینها الحق فتقتل،فذالك الحق الذی أباح اللّٰه جل ثناء وه قتل النفس التی حرم علی المؤمنین قتلها به))

''یعنی وہ صورت جس میں کوئی جان مباح الدم قرار پاتی ہے یہ ہے کہ کوئی جان دوسری جان کو قتل کر دے اور پھر قصاص کے طور پر قتل کی جائے۔ یا وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کی مرتکب ہو اور پھر اُسے رجم کر دیا جائے، یا وہ دینِ حق سے مرتد ہو جائے اور پھر مار ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ یہی وہ ''الحق'' ہے جس کے تحت مسلمانوں کے لیے کسی جان کو قتل کرنا مباح ٹھہرتا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3- معالم التنزیل (امام بغوی، متوفی 516ھ)

((اِلَّا بِالْحَقِّ.........الا بما ابیح قتله من ردة او قصاص او زنا موجب الرجم))

''الا بالحق سے مراد وہ حق شرعی ہے جس کے تحت کسی شخص کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسے ارتداد ،قصاص اور وہ زنا جس پر حدِ رجم ہے۔''

4- تفسیر کشاف۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ.......... کالقصاص والقتل علی الردة والرجم))

''قصاص، مرتدین کا قتل اور رجم سب الا بالحق میں داخل ہیں۔''

5- تفسیر کبیر۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ..........ای قتل النفس المحرمه قد یکون حقا لجرمٍ یصدر منها۔والحدیث أیضاً موافق له وهو قوله علیه السلام ''لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث: کفر بعد ایمان ،و زنا بعد احصان و قتل نفس بغیر نفس''والقرآن دل علی سبب الرابع.......... وهوقوله تعالیٰ:اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا..........))

''یعنی کسی جان محترم کو اس کے جرم کی وجہ سے قتل کر دینا واجب بھی ہو جاتا ہے اور قرآن کے اس حکم کے موافق وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:''مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے حلال نہیں۔

1۔اگر وہ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے۔

2۔اگر وہ شادی ہو جانے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3۔اگر وہ کسی کو ناحق قتل کر دے۔''

اور قرآن نے چوتھا سبب یہ بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں سرگرمِ عمل ہیں ان کی سزا بس یہ ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں۔''

6- تفسیر قرطبی۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ.....الذی یوجب قتلها.........وقال صلی الله علیه وسلم''لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث: الثیب الزنی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة))

''الا بالحق یعنی جس کے تحت کوئی جان واجب القتل ہو جاتی ہے.........آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون مباح نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو۔ یہ کہ۔ 1۔ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو۔ 2۔ یہ کہ وہ قاتل ہو۔ 3۔ یہ کہ وہ دین کو چھوڑ کر جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے۔''

7- مجمع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ ابو علی طبرسی)

((الحق الذی یستباح قتل النفس المحرم قتلها ثلاثء اشیاء :القودو الزنا بعد احصان والکفر بعد ایمان۔))

''وہ حق جس کے تحت کسی محترم جان کا قتل مباح ہو جاتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں: قصاص، حالتِ احصان کے بعد زنا کا ارتکاب، ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا۔''

8- تفسیر مدارک۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ......... کالقصاص والقتل علی الردة والرجم))

''قصاص، مرتدین کا قتل اور (شادی شدہ زانی کے لیے) رجم، یہ سب اِلا بالحق کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحت آتے ہیں۔"

9- تفسیر خازن۔

((اِلَّا بِالْحَقِّ.......وهی التی ابیح قتلها من ردة او قصاص او زنا بعد احصان وهو الذی یوجب الرجم ....عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا اللّٰهُ وانی رسول الله لا اِلَّا باحدی ثلاث: الثیب الزانی، النفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة))

"اِلَّا بِالْحَقِّ" کے تحت قتل کرنا جائز ہے جیسے مرتدین کو قتل کرنا، یا قاتل سے قصاص لین یا زانی محصن کو سنگسار کرنا۔ حضرت (عبداللہ) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں، دراں حالیکہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہیں۔ مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے اولاً یہ کہ زانی محصن ہو، ثانیاً یہ کہ وہ قاتل ہو اور ثالثاً یہ کہ وہ دینِ اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو۔"

10- تفسیر ابن کثیر۔

((فقد جاء فی الصحیحین عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا اللّٰهُ وانی رسول الله الا باحدی ثلاث،الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة۔))

"صحیحین میں یعنی بخاری و مسلم میں حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں اس حال میں کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں۔ سوائے تین حالتوں کے (جن میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے)......ا۔ جبکہ وہ زانی محصن ہو۔ ۲۔ جبکہ اس پر قصاص واجب ہو۔ ۳۔ جب وہ دینِ اسلام کو چھوڑ کر جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے۔"

((وعن امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه انه ،قال و هو محصور : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:"رجل کفر بعد اسلامه ،او زنی بعد احصانه،او قتل نفسا بغیر نفس۔" فوالله مازنیت فی جاهلیة والاسلام ولا تمنیت أن لی بدینی بدلا منه بعد اذهدانی الله،ولا قتلت نفسا ،فلم تقتلوننی؟رواه الامام احمد والترمذی والنسائی و ابن ماجه وقال الترمذی وهذا حدیث حسن))

"امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جب وہ دشمنوں کے نرغے میں تھے، کہا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں بغیر تین صورتوں کے اول یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے، دوم یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے سوم یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر ڈالے۔" خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں کبھی زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد اور میں نے کبھی اپنا دین بدلنے کا ارادہ نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت بخشی اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے پھر مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو؟ اس روایت کو امام احمد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

11-تفسیر بیضاوی

((اِلَّا بِالْحَقِّ.......... کالقود وقتل المرتد و رجم المحصن))

''قاتل سے قصاص لینا ،مرتد کو قتل کرنا اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنا ''اِلَّا بِالْحَقِّ'' کے تحت داخل ہے۔''

12- تفسیر جلالین

((اِلَّا بِالْحَقِّ.......... کالقود وحد الددة و رجم المحصن))

''قصاص،حدِ ارتداداور زانی محصن پر حدِ رجم الا بالحق میں شامل ہیں۔''

13- تفسیر مظہری

((أی بحق یبیح قتله من ردة او قصاص او زنا بعد احصان او نقض عهد او بغی اوقطع طریق))

''یعنی وہ حق شرعی جس کے سبب سے کسی شخص کا قتل مباح ہو جاتا ہے وہ ارتداد ہے،یا قصاص ہے یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب ہے یا اسلامی حکومت سے غیر مسلم کی عہد شکنی ہے یا بغاوت ہے یا رہزنی ہے۔''

14- تفسیر فتح القدیر

((ومن الحق قتلها قصاصا و قتلها بسبب زنا المحصن، و قتلها بسبب الردة و نحوذلك من الاسباب التی ورد الشرع بها۔))

''اور وہ ''حق'' یہ ہے: کسی کو قصاص میں قتل کرنا،کسی شادی شدہ کو زنا کے جرم میں قتل کرنا،کسی کے مرتد ہو جانے پر اسے قتل کرنا اور اسی قبیل کے وہ اسباب قتل جو شریعت میں وارد ہوئے ہیں۔''

15- تفسیر روح المعانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((وَ"بِالْحَقِّ"الذی هو أمر الشرع بقتلها وذلك كما روى فى الخبر بالكفر بعد الايمان والزنا بعد الا حصان وقتل النفس المعصومة))

''اور''بالحق'' سے مراد وہ صورتیں ہیں جن کے تحتِ قتل نفس واجب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ارتداد سے،شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرنے سے،اور کسی بے گناہ جان کو قتل کرنے سے کسی شخص کا خون مباح ہو جاتا ہے۔''

16- تفسیر مراغی

((وقوله"اِلَّا بِالْحَقِّ":إيماء الى أن قتل النفس قد يكون لجرم يصدر منها كما جاء فى الحديث:"لا يحل دم امرئ مسلم الا بأمور ثلاثة : كفر بعد ايمان،و زنا بعد احصان و قتل نفس بغير حق-))

''اِلَّا بِالْحَقِّ'' کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ کسی جرم کے صادر ہونے کے بعد اس مجرم جان کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ''کسی مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں ہے یہ کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو جائے۔یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو،یہ کہ وہ کسی اور جان کو ناحق قتل کر دے۔''

((والخلاصة،إنْ قتلها بالحق هو أمر الشارع با باحة قتلها كقتل القاتل عمداً اور قتل الزانى المحصن))

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی شخص کو حقِ شرعی کے تحق مباح الدم قرار دینے کے بعد قتل کر دینا شارع علیہ السلام کا حکم ہے جیسے قاتل کو قتل کرنا یا شادی شدہ زانی کو قتل کر دینا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

17- تفسیر کاشف

((الأصل فی قتل النفس التحریم،ولا یحل الا بسبب موجب ،وهو واحد من أبعة: نصت السنة النبویة علی ثلاثة منها، وهی قوله(ص)لا یحل دم امریٔ مسلم الا باحدی ثلاث: کفر بعد ایمان،وزنا بعد احصان و قتل نفس بغیر حق-"ونص الکتاب علی السبب الرابع فی الأیة 33 من سورة المائده:
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْا.................))

"کسی جان کے قتل کے بارے میں اصل چیز حرمت ہے اور کسی شرعی عذر کے بغیر قتل نفس جائز نہیں ہے۔شرعی اسباب چار ہیں جن میں سے تین اسباب کے بارے میں سنت کی نص موجود ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کسی مسلمان کا خون سوائے تین حالتوں کے مباح نہیں ہے: 1۔یہ کہ وہ مرتد ہو جائے۔2۔یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر زنا کا مرتکب ہو۔3۔یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر دے۔" اور قرآن میں سورۂ مائدہ کی آیت 33 کے اندر چوتھی حالت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکا دیے جائیں۔"

18- تفسیر فی ظلال القرآن (سید قطب)

((والحق الذی تؤخذ به النفس بینه اللّٰه فی شریعته ولم یترکه للتقدیر والتأویل:فهو القصاص.............وهو القتل فی ردة عن الاسلام...... وهو القتل لحد فی زنا المحصن.........وهو القتل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

للافساد فی الارض، والخروج بالقوة لتقييدا لنص هذه الحالة
''اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه' وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ.........))

''اور وہ ''حق'' جس کے تحت کسی کی جان لی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں بیان فرما دیا ہے اور اسے لوگوں کی رائے یا قیاس پر نہیں چھوڑا ہے اور وہ قصاص ہے ......اور وہ ارتداد ہے..........اور وہ شادی شدہ زانی کی حد ہے...........اور وہ فساد فی الارض ہے اور وہ بغاوت ہے۔ قرآن کی اس نص کے مطابق کہ ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ وہ ڈھونڈ کر قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹی ترتیب سے کاٹ ڈالے جائیں۔''

19- معارف القرآن (مفتی محمد شفیع مرحوم 11 شوال 1396ھ)

''یعنی جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر۔'' اور اس حق کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے جو بروایت عبداللہ بن مسعودؓ بخاری و مسلم نے نقل کی ہے وہ یہ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین چیزوں سے۔ ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو، اس کے قصاص میں مارا جائے، تیسرے یہ کہ اپنا دینِ حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

حضرت عثمان غنیؓ جس وقت باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور لوگ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اس وقت بھی حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ بحمد اللہ میں ان تینوں چیزوں سے...... بری ہوں۔ میں نے زمانۂ اسلام میں تو کیا زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی، اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا اور نہ کبھی میرے دل میں یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسوسہ آیا کہ میں اپنے دین اسلام کو چھوڑ دوں، پھر تم مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو۔"

[معارف القرآن جلد 3،ص 486]

20- تدبرِ قرآن (مولانا امین احسن اصلاحی)

"ہر جان بجائے خود محترم ہے اس وجہ سے اس کی صفت اَلَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ (جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا) وارد ہوئی ہے اس سے مستثنیٰ صرف وہ جان ہے جو کسی شرعی یا بالفاظ دیگر قانون کے تحت مباح الدم قرار پائے۔ مثلاً کسی پر قصاص عائد ہو یا وہ اللہ ورسول کے خلاف بغاوت کے لیے اُٹھ کھڑا ہو یا زنا کی اس شکل کا مرتکب ہوا ہو جس پر رجم کی سزا ہے۔ اس قسم کے حقِ شرعی وقانونی کے بغیر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔"

[جلد دوم ص 577]

سنت اور سزائے رجم

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تمام احادیث صحیحہ کا استقصاء کریں گے جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔ اس سلسلے میں ہم پہلے قولِ رسول اور اس کے بعد فعلِ رسول بیان کرتے ہیں:

ا: قولِ رسول اللہ ﷺ

1- ((عن عائشه رضی الله عنها،قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا اللّٰه و ان محمد رسول الله، الا باحدی ثلاث: رج زنی بعد احصان فانه یرجم ورجل خرج محارًا بالله ورسوله فانه یقتل اویصلب اوینفی من الارض،اویقتل نفسا فیقتل بها))

[ابوداؤد، کتاب الحدود]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون مباح نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرے تو (تو اس جرم کی پاداش میں) اسے قتل کیا جائے گا یا اسے پھانسی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی اور کو قتل کر دے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے گا۔''

2- ((عَن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا اللّٰه واني رسول الله، الا باحدى ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزاني، والمارقِ من الدين التارك الجماعة...... صحيح بخاري، كتاب الديات))

''حضرت عبداللہ (ابن مسعودؓ) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون مباح نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔''

3- ((عن ابى امامة بن سهل: قال: كنا مع عثمان وهو مع عثمان وهو محصور فى الدار، وكان فى الدار مدخلٍ من دخله سمع كلام من على البلاط فدخله عثمان، فخرج الينا وهو متغيرلونه فقال: انهم ليتوعدٗننى بالقتل انفاً قال: قلنا يكفيكم الله يا امير

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المؤمنين..........قال ولم يقتلوننی؟))

''حضرت ابوامامہ بن سہل کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے اور اس گھر کا ایک راستہ تھا جس کے اندر کھڑا آدمی مقام بلاط پر کھڑے لوگوں کی بات آسانی سن سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ وہاں تشریف لائے، ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا، وہ باہر نکلے اور فرمایا: ''ابھی یہ لوگ مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے'' ہم نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! ان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔'' فرمایا: ''یہ لوگ کیوں میرے قتل کے درپے ہیں۔''

((سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث: كفر بعد اسلام او زنا بعد احصان، او قتل نفس بغير نفس، فوالله ما زنيت فى جاهلية ولا فى اسلام قط، ولا احببت ان لى بدينى بدلا مُنذ هدانى الله ولا قتلت نفساً فبِمَ يقتلوننی؟)) [سنن ابی داؤد، کتاب الدیات]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت واقع ہو، وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، یا کسی کو ناحق قتل کر دے۔ خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا دین بدلنا بھی پسند نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت کی توفیق دی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ لوگ مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہیں؟''

ان تینوں احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ از روئے سنت شادی شدہ کے لیے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب: فعل رسول اللہ ﷺ

4- ((عن ابی هریرة رضی الله عنه قال اتٰی رجل رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی المسجد فناداه فقال یا رسول اللهؐ! انی زنیت ،فاعرض عنه حتی ردّد علیه اربع مرات،فلما شهد علی نفسه اربع شهادات۔ دعاه النبی صلی الله علیه وسلم فقال: ''أبك جنون؟'' قال:''لا''قال''فهل احصنت؟'' قال:''نعم'' فقال النبی صلی الله علیه وسلم :''اذهبوا به فارجموه۔'')) [صحیح بخاری]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔اس آدمی نے آپ کو آواز دی اور کہا:''اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔'' آپؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔اس آدمی نے آپ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی۔پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو نبی ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا:''کیا تو پاگل ہے؟وہ بولا :''نہیں۔'' آپ نے پوچھا:''کیا تو شادی شدہ ہے؟ جواب ملا''جی ہاں۔''اس کے بعد نبی ﷺ نے حکم دیا''لوگو!اسے لے جا کر سنگسار کردو۔''

5- ((عن جابربن عبدالله الانصاری أن رجلا من اسلام اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فحدثه انه قد زنی ،فشهد علی نفسه اربع شهادات، فامر به رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجم و کان قد أحصِنَ(صحیح بخاری)))

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی روایت ہے کہ قبیلہَ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔پھر اس نے چار دفعہ قسم کھاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کیے جانے کا حکم دیا اور پھر اسے رجم کیا گیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا۔''

6- ((عن ابی هريرةانه قال اتی رجل من المسلمين رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو فی المسجد فناداه فقال يا رسول الله ! انی زنيت فاعرض عنه ينحیّ تلقاء وجهه فقال له يا رسول اللّٰه! انی زنيت فاعرض عنه حتیّ ثنی ذٰلك عليه اربع مرات فلما شهد علی نفسه اربع شهاداتٍ دعاه رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال: أبك جنون؟ قال:''لا'' قال: فهل))

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔آپ اس وقت مسجد میں تھے۔اس شخص نے آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔''حضورؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔اس نے دوبارہ کہا:''اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔''آپ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی۔پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا:''تو پاگل تو نہیں؟''بولا:''نہیں'' پھر آپؐ نے پوچھا:''کیا تو شادی شدہ ہے''وہ بولا:''جی ہاں''(میں شادی شدہ ہوں)اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔''

7- ((عن ابی هريرة و زيد ابن خالد الجُهنی انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتی رسول الله فقال انشدك الله الا قضيت لی بكتاب الله ،فقال الخصم الاخر وهو افقه منه ،فعم،فاقضّ بيننا بكتاب الله وائذن لی فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم قل! قال ان ابنی كان عسيفاعلی هذا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فزنی بامراته وانی اخبرت ان علی ابنی الرجم فافتدیت منه بمائة شاة ولیدة ، فسالت اهل العلم فاخبرونی انما علی ابنی جلد مائة وتغریب عام و ان علی امرء ة هذا الرجم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لا قضینّ بینکما بکتاب الله،الولیدة والغنم ردو علی ابنك جلدِ مائة و تغریب عام واغدُیا أُنیس الی امرء ة هذا فان اعترفت فارجمهاقال فغدا علیها فاعترفت فامربها رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجمت..............))

[صحیح مسلم، کتاب الحدود]

''حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد جہنی دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرمادیں اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھ دار تھا کہنے لگا: ''مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں۔'' آپ نے فرمایا: ''بیان کرو۔'' وہ بولا ''میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے پر رجم کی سزا واجب ہے تو میں اس کے فدیے کے طور پر اس آدمی کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی ہے، پھر جب میں نے اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی اور عورت پر رجم کی سزا واجب ہے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈیاں اور بکریاں واپس کر دی جاتی ہے۔ تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی اور اے انیس [ایک انصاری صحابی کا نام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اس عورت کے ساتھ جاؤ اگر یہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دینا، پھر جب وہ (صحابی) اس عورت کے ساتھ گئے تو اس نے اعتراف جرم کرلیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔"

8- ((عن جابربن عبدالله ان رجلا من اسلم جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعترف بالزنا فعرض عنه ثم اعترف عنه،حتی شهد علی نفسه اربع شهادات فقال له النبی صلی الله علیه وسلم :"أبك جنون؟" قال:"لا" قال:"احصنت؟"قال:"نعم"قال:فأمر به النبی صلی الله علیه وسلم فرجم فی المصلی فلما اذلقته الحجارة ،فر ، فادرك فرجم حتی مات-[سنن ابی داؤد، کتاب الحدود]))

"حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے جرم زنا کا اعتراف کیا، آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا ،اس نے پھر اقرار کیا،اور جب چار دفعہ قسم کھاچکا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:"کیا تو پاگل ہے؟" اس نے جواب دیا:"نہیں" آپ نے پوچھا:"کیا تو شادی شدہ ہے۔" وہ بولا :"جی ہاں" پھر نبی ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔لوگ اسے عید گاہ کی طرف لے گئے اور رجم کرنے لگے۔جب اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔لوگوں نے تعاقب کر کے اسے پھر جالیا اور سنگسار کر دیا۔"

ان تمام احادیث کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنت نے زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے اور حضور ﷺ نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالتِ احصان کو بھی منجملہ ان شرائط کے پیشِ نظر رکھا ہے جن کی تحقق کے بعد آپ نے حدِ رجم کا نفاذ فرمایا ہے۔دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمۂ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملتی کہ آپؐ نے ملزم کی ''غنڈہ گردی'' کا اثبات فرمانے کے بعد اسے غنڈہ قرار دیا ہو اور پھر اس پر رجم کی سزا نافذ کی ہو۔

اور نہ ایسی کوئی حدیث ملتی ہے جس میں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے ''غنڈہ'' ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ زانی محصن کے لیے حدِ رجم سنت کی نص سے ثابت ہے۔

فقہاء اسلام اور حدِ رجم

اب ہم فقہائے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لیے امت کے تمام مکاتیب فکر کی معتمد علیہ فقہوں کے حوالے نقل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بعض دوسرے مجتہدین کی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔

1- حنفیہ کی رائے:

حنفیہ کے نزدیک زانی محصن کی سزا رجم ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1: ((فلا بد للامام من ان يتامل في ذالك فاذا علم انه صحيح العقل يسئل عن الاحصان لان ما يلزمه من العقوبة يختلف باحصانه و عدم احصانه ،سأله عن ذلك فعسىٰ يقربه ولا يطول الامر على القاضي في طلب البينة على احصانه فاذا قال احصنت ، استفسره في ذلك لان اسم الاحصان يطلق على خصال و بها لا يعرف المقربعضها فيسأله لهذا فاذا فسره امر برجمه))

''امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں خوب غور و تامل سے کام لے۔ جب اُسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہو کہ زنا کا ملزم صحیح العقل ہے تو پھر ملزم سے احصان (شادی شدہ ہونے) کے بارے میں پوچھے کیونکہ حالتِ احصان کے ہونے سے سزا مختلف ہو جاتی ہے ممکن ہے اس کے بعد جلد فیصلہ ہو سکے اور قاضی کو اس بات کے ثبوت میں گواہی طلب نہ کرنی پڑے۔ پھر جب ملزم اقرار کر لے کہ وہ محصن ہے اس سے مزید پوچھا جائے کیونکہ احصان کا لفظ کئی ایک مفہوم رکھتا ہے اور بعض اوقات ملزم ان مفاہیم کو نہیں جانتا۔ اس لیے اس کی حالتِ احصان کا صحیح تعین کرنے کے بعد ہی اس کے بارے میں رجم کیے جانے کا حکم دے۔''

[المبسوط، کتاب الحدود، ج9، ص94 طبع مصر]

ب: ((واذا واجب الحدو كان الذانی محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت لانه عليه السلام، رجم ما عزًا وقد احصن و قال فی الحديث المعروف "وزنا بعد احصان" وعلى هذا اجماع الصحابة رضی الله عنهم))

(الھدایہ شرح ہدایۃ المبتدی، شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی، ج2، ص72، طبع مصر)

''اور جب کسی زانی محصن پر حد واجب ہو جائے تو اسے رجم کر دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ماعز کو رجم کرایا جبکہ وہ شادی شدہ تھا مزید برآں ایک مشہور حدیث میں آپ نے شادی شدہ آدمی کو جرمِ زنا کے ارتکاب پر مباح الدم قرار دیا ہے۔ اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع ہے۔

2- مالکیہ کی رائے

((والثيب حده الرجم بغير جلد والبكر جده الجلد بغير رجم-))(المدونہ الکبریٰ ج4)

''شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے غیر شادی شدہ زانی کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3- شافعیہ کی رائے

((وحد المحصن والمحصنة ان یرجما بالحجارة حتی یموتا))

''شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ کی حد شرعی یہ ہے کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔''

[امام شافعی، کتاب الام کتاب الحدود، ج 6، ص 154]

4- حنابلہ کی رائے

((الرجم لا یجب الا علی المحصن باجماع اهل العلم وفی حدیث عمر: ان الرجم حق علی من زنا و قد احصن وقال النبی صلی الله علیه وسلم "لا یحل دم امرئ مسلمٍ الا باحدی ثلاث ذکر منها۔" او زنا بعد احصان۔))

[المغنی، ابن قدامہ، جلد 9، مطبوعہ قاہرہ]

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ رجم کی حد صرف شادی شدہ زانی کے لیے ہے۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: ''رجم حد شرعی ہے اس زانی کے لیے جو شادی شدہ ہو۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ: مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں اور ان میں آپ نے ایک صورت یہ فرمائی کہ ''شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرنا۔''

5- ائمۂ مجتہدین کی متفقہ رائے اور اجماعِ امت

ا: فان الثیب الاحرار المحصنون فان المسلمین اجمعوا علی ان حدهم

''رہے آزاد شادی شدہ زانی تو اس بارے میں اجماعِ امت یہی ہے کہ ان کے لیے رجم کی حد واجب ہے سوائے ایک گروہ کے جو ہوائے نفس کا پیروکار تھا اس نے گمان کیا ہے کہ ہر قسم کے زانی کے لیے صرف کوڑوں کی سزا ہے۔ مگر جمہور علماء نے احادیث رجم کی بنا پر رجم کو حد تسلیم کیا ہے اور سنت کے ذریعے قرآن کی آیتِ جلد کے حکم میں تخصیص مانی ہے۔''

ب: ((اتفق الائمة علی ان من کملت فیه شروط الاحصان ثم زنا بامرة قد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کملت فیھا شروط الاحصان بان کانت حرۃ بالغۃ عاقلۃ مدخولا بھا فی نکاح صحیح وھی مسلمۃ۔ فھما زانیان محصنان یجب علی کل واحد منھا الرجم حتی یموت))

[کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ از عبدالرحمن جزیری ،جلد پنجم، کتاب الحدود]

''ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں احصان کی سب شرطیں پائی جائیں اور پھر وہ کسی ایسی عورت سے زنا کا مرتکب ہو جس میں بھی احصان کی تمام شرائط موجود ہوں یعنی وہ آزاد بالغہ عاقلہ ہو اور نکاحِ صحیح کے بعد مدخولہ ہو چکی ہو اور مسلمان بھی ہو۔تو ایسے محصن زانی اور محصنہ زانیہ میں سے ہر ایک کو رجم کرنا واجب ہے۔''

ج: ((اجمع العلماء وجوب جلد الزانی البکر مائۃ ورجم المحصن وھو الثیب))

''علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی پر سو کوڑے اور شدی شدہ زانی پر حدِ رجم واجب ہے۔'' [شرح صحیح مسلم از امام نوویؒ، جلد دوم]

6- فقہ جعفریہ

ا: ((عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: الرجم حد اللہ الا کبر والجلد حد اللہ الا صغر فاذا زنی الرجل والمحصن یرجم ولم یجلد))

''حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ حدِ رجم اللہ کی سب سے بڑی حدِ شرعی ہے اور کوڑوں کی سزا اس سے کمتر ہے۔اگر کوئی شادی شدہ مرتکب زنا ہو تو اسے کوڑے مارنے کی بجائے رجم کیا جائے گا۔''

[الفروع من الکافی از ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی،م328، کتاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الحدود ، جلد 7،ص 177]

ب: ((عن ابی عبداللہ علیه السلام قال: الحر والحرة اذا زنیا جلد کل واحد منهما مائة جلدة فاما المحصن والمحصنة فعلیها الرجم))

''حضرت عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: آزاد غیر شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے مارے جائیں مگر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم واجب ہے۔''

ج: ((وأما الرجم فیجب علی المحصن اذا زنی ببالغة عاقلة))

''رجم کی سزا ایسے شادی شدہ پر واجب ہوتی ہے جو کسی بالغہ اور عاقلہ عورت سے زنا کا مرتکب ہو۔'' [شرائع الاسلام از جعفر بن ابی زکریا، متوفی 672ھ]

7-فقہ ظاہریہ

((حد الحروالحرة المحصنین قالت طائفة: الحرو الحرة اذا زنیا و هما محصنان فانهمایرجمان حتی یموتا،وقالت طائفة: یجلد ان مائة ثم یرجمان حتّٰی یموتا.........فاما الازارقةفلیسوا من فرق الاسلام لانهم الذین اخبررسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عنهم بانهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة فانهم قالوا الارجم أصلاً وانما هو الجلد فقط))

''یعنی آزاد شادی شدہ زانیوں کی حد کے بارے میں ایک گروہ نے کہا ہے کہ ''آزاد شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔'' دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ پہلے ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں...... جہاں تک آزارقہ (خوارج کا ایک گروہ) کا تعلق ہے وہ فرقۂ اسلام نہیں ہے کیونکہ اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ دین سے ایسے نکل گئے ہیں جیسے تیر شکار کیے ہوئے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ان لوگوں کی رائے یہ تھی کہ اس باب میں رجم کی کوئی سزا نہیں ہے بلکہ صرف کوڑے مارنے کی سزا ہے۔"

[المحلی از ابن حزم ظاہری، کتاب الحدود، جلد 11،ص 231 تا 233]

8-امام شاطبیؒ کی رائے

((من زعم ان قوله تعالیٰ فی الاماء فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) لا یعقل ما جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیه وسلم رجم ورجمت الائمة بعده لانه یقتضی ان الرجم ینتصف وھذا غیر معقول فکیف یکون نصفه علی الاماء؟ ذھاباً منھم الی ان المحصنات ھن ذوات الازواج،ولیس کذلك،بل المحصنات ھنا المراد بھن الحرائر ،بدلیل قوله اول لآیة:وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلاً اَنْ یَنْکِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ " ولیس المراد ھنا الا الحرائر ،لان ذوات الازواج لا تنکح۔))

[الاعتصام،امام شاطبی،ج 2،ص 315،316]

"جو کوئی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو لونڈیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ"پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر محصنات کے مقابل میں آدھی سزا واجب ہے۔"اور نبی ﷺ اور خلفاء راشدین نے کو رجم کی سزا دی ہے۔جبکہ رجم کا نصف ممکن نہیں تو پھر قرآن وحدیث میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اور لونڈیوں کے لیے نصف سزا کیا ہوگی؟ ایسے شخص نے قرآن کے اس مقام پر محصنات کے معنی شادی شدہ عورت کے لیے ہیں،حالانکہ یہاں یہ معنی لینا صحیح نہیں بلکہ اس جگہ محصنات سے آزاد غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔اس کی دلیل خود اسی آیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے آغاز میں موجود ہے کہ ''جو تم میں سے محصنات مومنات یعنی آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کر لے۔'' اس مقام پر محصنات سے صرف آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں کیونکہ شادی شدہ عورتوں سے تو نکاح نہیں کیا جا سکتا۔''

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے حد رجم واجب ہونے پر امت کے تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے اور سب نے اسے سنت کی نص صریح قرار دیا ہے جس میں قیاس واجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

حد رجم کا اثبات

گزشتہ صفحات میں ہم نے ان امور کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کی رُو سے اسلامی شریعت میں زانی محصن پر حد رجم واجب ہوئی ہے۔ اب اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اپنے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

1- قرآن مجید کی سورۂ نور میں جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ دراصل کوئی ''حکم عام'' نہیں ہے جس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو بلکہ اس حکم کا اطلاق صرف آزاد زانیوں پر ہوتا ہے جبکہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ خود قرآن نے اسی جرمِ زنا پر ان کے لیے پچاس کوڑوں کی حد بیان فرمائی ہے۔ لہذا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ آیتِ جلد کا حکم ہر قسم کے زانیوں کے لیے عام ہے کیونکہ اس سے قرآن کی ایک نص صریح کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

2- قرآن کی آیتِ جلد کا مفہوم صرف وہی معتبر ہو سکتا ہے جو صاحب وحی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو۔ اس لیے کہ رسولؐ کو از روئے قرآن یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ قرآن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ کا ٹھیک مدعا و منشاء، ان کی صحیح تعبیر اور ان کا عملی انطباق (PRACTICAL APPLICATION) واضح کریں۔

3- روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی بیان کردہ کوڑوں کی سزا صرف غیر شادی شدہ زانیوں کو دی ہے اور آپؐ نے شادی شدہ زانیوں پر قرآن کے اس حکم کا اطلاق نہیں کیا، بلکہ ان کو الگ سے رجم کی سزا دی ہے۔ اس سلسلے میں حضورؐ ہر مقدمہ زنا میں ملزم کے بارے میں یہ امر بالخصوص دریافت فرما لیتے کہ آیا وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟ پھر ثبوتِ جرم پر پہلی صورت میں آپؐ سو کوڑوں کی حد نافذ کرتے اور دوسری صورت میں مجرم پر رجم کی حد جاری فرماتے تھے۔

4- جس طرح ایک مسلمان پر کتاب اللہ کی اطاعت واجب ہے بالکل اسی طرح اس پر رسولؐ کی اطاعت بھی واجب ہے اور آج سنت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قائم مقام ہے اس لیے اس کی اطاعت بھی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

5- خلفائے راشدین کے دور میں بھی شادی شدہ زانی کے لیے حد رجم نافذ تھی اور اس دور میں سے ایک ''سنت ثابتہ'' کی حیثیت حاصل تھی۔ پھر اس امر کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے دورِ مبارک کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں نے جن میں عمر بن عبدالعزیزؒ بھی شامل ہیں زانی محصن پر حد رجم نافذ کی۔

6- اُمتِ مسلمہ کے ہر دور کے فقہاء و مجتہدین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سنت کی رو سے زانی محصن پر حد رجم واجب ہے۔ اس بات کے ثبوت میں انہوں نے درج ذیل امور پیش نظر رکھے ہیں:

ا: قرآن حکیم کی آیت جلد کا حکم کوئی ''حکم عام'' نہیں ہے جس سے ہر قسم کے زانی مراد لے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے جائیں اس لیے کہ خود قرآن نے زانیہ لونڈیوں کے لیے پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ اگر یہ ''حکم عام'' ہوتا تو اسی جرم کے دوسرے مرتکبین کے الگ سزا کیوں مقرر کی جاتی۔

ب: آیتِ جلد کے حکم کو اگر بالفرض ''حکم عام'' بھی مان لیا جائے جب بھی سنتِ (خبر متواتر یا مشہور) کے ذریعے قرآن کے کسی ''حکم عام'' میں تخصیص ہو سکتی ہے اور سنت نے چونکہ اس قرآنی حکم میں آزاد زانی محصن کی تخصیص کر دی ہے لہٰذا اس حکم کا اطلاق آزاد محصن زانی پر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس از روئے سنت رجم کی حد واجب ہو گی۔

ج: آیت جلد کے حکم کو اگر ''مطلق حکم'' بھی مانا جائے جب بھی اس میں سنت (خبر متواتر یا مشہور) کے ذریعے تقیید یا تحدید ہو سکتی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح آیت سرقہ (المائدہ 38) کے بظاہر مطلق حکم میں سنت نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ ایک خاص نصاب سے کم مالیت اور غیر محفوظ مال کی چوری پر اس کا اطلاق نہیں کیا، بعینہٖ اس آیت جلد میں بھی سنت (خبر متواتر یا مشہور) نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ آزاد زانی محصن پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ صرف غیر محصن زانی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

د: ملت اسلامیہ کے تقریباً تمام مفسرین کرام بھی اس بات پر متفق ہیں کہ سورۂ نور کی آیت جلد کا حکم صرف آزاد غیر شادی شدہ کنواری اور کنواریوں کے ارتکابِ زنا کے بارے میں آیا ہے اور آیت کے الفاظ ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ'' میں لامِ تعریف تعمیم کے لیے نہیں بلکہ تخصیص کے لیے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے۔

اپنی اس بات کے ثبوت میں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

ا: قرآن مجید نے اپنے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِذَا اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ﴾ [النساء:25]

''پھر اگر وہ قیدِ نکاح میں آ جانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا ''محصنات'' کے لیے مقرر ہے اس کی نصف سزا ان (لونڈیوں) پر ہوگی۔''

اور ''القرآن یفسر بعضه بعضا'' کے اصولِ تفسیر کے مطابق آیتِ جلد کی سزا کو محصنات کی سزا قرار دیا ہے اور سیاق و سباق کا واضح قرینہ اس بات پر شاہد ہے کہ اس سے ''آزاد غیر شادی شدہ عورتیں'' مراد ہیں کیوں کہ ابتدائے آیت میں یہ لفظ ان آزاد عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے جن سے نکاح ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں شادی شدہ عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ ان سے نکاح کرنا از روئے قرآن حرام ہے۔ محصنات پر پوری بحث باب 3 میں گزر چکی ہے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آیت جلد کا حکم صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لیے ہے۔

ب: قرآن مجید کی وہی تفسیر معتبر ہو سکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور آپ کی سنت ثابتہ یہ ہے کہ آپ ؐ نے آیت جلد کے حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں پر کیا ہے اور ان پر سو کوڑوں کی حد جاری فرمائی ہے۔ باقی رہے شادی شدہ آزاد زانی، تو ان کو آپ ؐ نے ہمیشہ رجم کی سزا دی ہے۔

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ﴾ [الانعام:151]

''اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کا قتل کیا جانا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور "اِلَّا بِالْحَقِّ" کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ معروف حدیث ملتی ہے جو حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے اور جس میں منجملہ قاتل اور مرتد کے شادی شدہ زانی کو بھی مباح الدم قرار دیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آیت جلد کا حکم شادی شدہ آزاد زانی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانی کے ساتھ خاص ہے۔

8- سلف سے لے کر خلف تک تمام علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ سنت کے حکم کی رُو سے ہر شادی شدہ آزاد زانی پر حد رجم واجب ہے اور قرآن مجید میں جرم زنا پر جو سو کوڑوں کی سزا وارد ہوئی ہے وہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لیے خاص ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلامی قانون میں زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے اور اس امر کی تائید میں قرآن مجید کے قرائن وشواہد ملتے ہیں، اس کے ثبوت میں سنت نبویہ کے نصوص موجود ہیں، اس کی حمایت میں صحابہ کرامؓ کا تعامل شامل ہیں، اس پر ائمہ مجتہدین متفق ہیں، اس کے بارے میں امت کے فقہاء، محدثین اور مفسرین کے درمیان اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے اور اس پر قرن اول سے لے کر آج تک ہر دور کے تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہٰذا ایسے منصوص اور اجماعی معاملے میں اختلاف رائے کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض "ذوقِ اختلاف" اور "شوقِ اجتہاد" میں اس متفق علیہ چیز کا انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد یہ ہے کہ:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝﴾

[سورہ النساء: 115]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول ؐ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے سوا کسی اور راہ پر چلے تو ایسے شخص کو ہم اُسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرنا چاہتا ہے اور پھر اسے واصل جہنم کریں گے جو ایک برا ٹھکانہ ہے۔''[1]

---

[1] اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے میری کتاب ''حدِ رجم'' دیکھی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(10) قتل خطا میں عورت کی دِیَت

موجودہ حکومت [1] کی جانب سے ''نفاذِ اسلام'' کی کوششوں نے ہمارے ملک کے علمی ،قانونی اور دینی حلقوں میں جن نئی بحثوں کو جنم دیا ہے ان میں ایک بحث یہ ہے کہ قتل خطاء کی صورت میں از روئے شریعت کیا عورت کی دیت بھی مرد کی دیت کے برابر ہے یا اس کا نصف ہے؟

اگر چہ ہم اصولی طور پر ''نفاذِ اسلام'' کے موجودہ طریق کار سے قطعاً متفق نہیں ہیں ،اس لیے کہ ہمارے نزدیک محض جزوی اور تدریجی قانون سازی کے ذریعے ''نفاذِ اسلام'' کا موجودہ طریق کار کسی درخت کی جڑ اور تنے کی خرابیوں سے صرف نظر کر کے محض اس کی شاخوں اور پتوں کی اصلاح کا طریق کار ہے۔

تاہم جہاں تک عورت کی دیت کے زیرِ بحث مسئلے کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہم خالص شرعی نقطۂ نظر سے غور کریں گے۔

لیکن آغاز بحث سے پہلے بطور تمہید ہم یہ عرض کریں گے کہ زیرِ بحث مسئلہ قتلِ خطاء میں عورت کی دیت کا مسئلہ ہے اور قتلِ عمد اس سے الگ اور بالکل مختلف مسئلہ ہے اور ان دونوں کو غلطی سے ایک سمجھ کر خلطِ مبحث پیدا نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن وسنت کی بنیاد پر قتلِ عمد اور قتلِ خطاء میں درج ذیل فرق ہے:

---

[1] ضیاء الحق کا دور۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

① قتلِ عمد میں قاتل سے قصاص لینا واجب ہے الا یہ کہ مقتول کے ورثاء قصاص نہ لینا چاہیں اور کچھ معاوضہ یا دیت لے کر یا بغیر کچھ معاوضہ لیے قاتل کو معاف کر دیں۔

② اس میں معاوضہ یا دیت کا ادا کرنا قاتل کی ذمہ داری ہے۔اس کی عاقلہ (خاندان یا ادارے) پر اس کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

③ اس میں اصل چیز معاوضہ یا دیت نہیں ہے بلکہ قصاص اصل چیز ہے۔

④ اس میں دیت کی مقدار معین نہیں ہے۔

اس کے برعکس قتل خطاء میں:

① قاتل سے قصاص نہیں لیا جا سکتا،صرف دیت لی جا سکتی ہے۔

② اس میں دیت کی ادائیگی قاتل پر نہیں بلکہ اس کی عاقلہ (خاندان یا ادارے) پر لازم ہے۔

③ اس میں اصل چیز دیت ہے،قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

④ اس میں دیت کی مقدار از روئے سنت معین ہے۔

عموماً ہمارے ہاں اکثر لوگ قتل عمد اور قتل خطا کی ان دو مختلف صورتوں کو ایک سمجھتے ہوئے بحث کرتے ہیں اور خود ایک غلط بات کرتے اور دوسروں کو غلط سمجھاتے ہیں۔ضلوا واضلوا۔

اس جگہ پر یہ سوال نہایت اہم ہے کہ ''کیا دیت کسی جان کی قیمت ہوتی ہے؟''اس کا جواب یہ ہے کہ ''ہرگز نہیں'' اول تو جان ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی قیمت لگانا اس کی سخت ناقدری کرنا ہے۔بفرضِ محال اگر ایسا ہوتا تو پھر اسلام میں:

① قتلِ عمد اور قتلِ خطاء میں کوئی فرق نہ ہوتا کیونکہ ایک مسلمان کی جان کا نقصان دونوں جگہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یکساں طور پر ہوتا ہے۔

② ہر جان کی ایک مقررہ قیمت طے ہوتی جو ہر قسم کے قتل کی صورت میں واجب الادا ہوتی جبکہ ایسا واقع میں ہرگز نہیں ہے۔

③ جنین (وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو) اور عام آدمی کی دیت میں تفریق نہ ہوتی۔ جبکہ از روئے سنت جنین کے قتلِ خطاء میں دیت کا نصاب صرف ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور سو اونٹ وغیرہ نہیں ہے۔

④ کسی کافر یا اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور عام مسلمان کی دیت قتلِ خطاء میں بھی کوئی فرق نہ ہوتا۔ مگر احادیث صحیحہ میں ان دونوں کی دیتوں میں واضح فرق موجود ہے۔

قرآن اور مسئلہ دیت

جہاں تک قرآن حکیم میں قتل خطاء کی دیت کا تعلق ہے تو اس کے واجب ہونے کا ثبوت درج ذیل آیت میں ملتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا﴾ [النساء:92]

”کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کر دے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دی جائے الا یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں۔“

اس آیت میں مقتول کے لیے ”مُؤْمِنًا“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی عربی زبان میں ”مومن مرد“ کے ہیں اور مومن عورت کے لیے عربی زبان میں مُؤْمِنَةٌ کا لفظ آتا ہے جو یہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا مفسرین کرام اور فقہاء اسلام نے اس جگہ بغیر کسی معنوی تاویل کے صرف "مسلمان مرد" مراد لیا ہے اور آیت کے الفاظ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ (اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے۔) سے دیت کی ادائیگی کے واجب ہونے کو قرآنی حکم قرار دیا ہے لیکن دیت کی مقدار کا تعین اس آیت میں نہیں کیا گیا۔ مقدارِ دیت ہمیں صحیح احادیث سے ملتی ہے۔

جیسا کہ ابوبکر جصاص نے "احکام القرآن" میں لکھا ہے کہ:

((انما لم يكن مقدار الدية مبينا فى الكتاب كان فعل النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلك وارد مورد البيان وفعله صلى الله عليه وسلم اذا ورد مورد البيان فهو على الوجوب))

[ج 2، ص 239]

"چونکہ الکتاب یعنی قرآن میں دیت کی مقدار بیان نہیں ہوئی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس بارے میں وضاحت مل جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی وضاحت سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آیت میں صرف دیت کا واجب ہونا مراد ہے۔"

اس بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی اپنی مشہور تفسیر "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں:

"دیت کی مقدار مجمل ہے اور کس پر دیت واجب ہے، اس کا بیان بھی آیت میں نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرما دیا ہے۔"

[تفسیر مظہری، ج 3، ص 201، مطبوعہ دہلی]

پھر لفظ "دِيَة" پر بحث کرتے ہوئے امام جصاص فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((ان دية المرء ة لا يطلق عليها اسم الدية وانما يناولها الاسم مقيدا الا ترى انه يقال دية المرء ة نصف الدية واطلاق اسم الدية انما يقع على المتعارف المعتاد وهو كمالها))

[احکام القرآن ج2، ص238]

"درحقیقت عورت کی دیت پر لفظِ دیت کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ عورت کے لیے اس لفظ کا محدود مفہوم مراد ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ عورت کی دیت آدھی دیت ہے دراصل لفظ دیت کا عام استعمال صرف پوری دیت کا مفہوم لیے ہوتا ہے۔"

گویا امام جصاص کے نزدیک آیت زیر بحث میں صرف مسلمان مرد کی دیت مراد ہے عورت یا اس کی دیت سرے سے مذکور ہی نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چونکہ عربی زبان میں عام طور پر مذکر کے صیغے میں مؤنث بھی تغلیباً شامل ہوتی ہے لہٰذا آیتِ مذکور میں مُؤمِنًا کے لفظ میں عورت بھی داخل ہے۔اس لیے جو دیت از روئے حدیث مقتول مسلمان مرد کی ہے وہی عورت کی بھی ہے۔اور مقدارِ دیت کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ "تغلیب" کا قاعدہ عربی زبان کا کوئی ایسا قطعی اصول نہیں ہے جس کی بناء پر ہر جگہ مذکر کے صیغے میں مؤنث کو شامل سمجھا جائے۔خود قرآن حکیم میں بھی بہت سے ایسے نظائر ملتے ہیں جہاں قاعدۂ تغلیب باطل ہے اور مذکر کا صیغہ صرف مذکر ہی کے لیے آیا ہے۔اس میں مؤنث ہرگز شامل نہیں ہے۔

① مثال کے طور پر سورۂ نور کی آیت 33 میں ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

اس جگہ المؤمنین مذکر کا صیغہ ہے اور اس میں مؤنث داخل نہیں ہے۔ گویا مومنین سے مراد صرف ''مرد مسلمان'' ہیں اور عورتیں ان میں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ بعد کی آیت 31 میں یہی حکم مومنات (مسلمان عورتوں) کو دیا گیا ہے۔

② سورۂ انفال آیت 65 میں ہے کہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ﴾

''اے نبی! مومنوں کو جنگ پر اُبھارو۔''

سب جانتے ہیں کہ جنگ وقتال کرنا صرف مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر فرض نہیں ہے اس لیے آیت میں مومنین کے لفظ میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

③ سورۂ جمعہ آیت 9 میں ہے کہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔''

اس آیت میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا (اے مومنو!) اور پھر فَاسْعَوْا (پھر دوڑو) دونوں کا خطاب مذکر کے صیغوں یں ہے مگر ان میں مؤنث شامل نہیں ہیں کیونکہ نماز جمعہ کی فرضیت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ لہذا یہاں پر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اور فَاسْعَوْا کے مخاطب مردوں میں عورتیں شامل نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

④ سورۂ احزاب آیت 50 میں ہے:

﴿وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞﴾

''اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کیا ہو اگر نبی اسے نکاح لینا چاہے، یہ رعائت خالصۃً تمہارے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔''

اس آیت میں بھی مومنین کے مذکر صیغے میں مؤنث شامل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ یہاں پر صرف عام مردوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے لیے تحدید نکاح کرنے کا حکم موجود ہے وار اس عام حکم کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں خصوصی اجازت کا اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہاں پر لفظ مومنین صرف مرد مسلمان کے لیے آیا ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

⑤ سورۂ احزاب آیت 36 میں ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ﴾

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔''

اس آیت، میں بھی لفظ مومن سے مراد صرف مرد مسلمان ہے اور اس میں مسلمان عورت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے الگ سے مُؤْمِنَةٌ کا لفظ آیا ہے۔

⑥ سورۂ توبہ آیت 71 میں ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کر رفیق ہیں۔''

یہاں چونکہ اَلْمُؤْمِنُوْنَ میں عورتیں شامل نہ تھیں اس لیے ان کا ذکر بعد میں الگ سے کیا گیا ہے۔

⑦ سورۂ بقرہ آیت 128 میں ہے کہ:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنا۔''

اس مقام پر بھی لفظ مسلمین (دو مسلم) مذکر کا صیغہ ہے اور اس میں مؤنث داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں پر دعا کرنے والے صرف دو مرد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہی مراد ہیں اور کوئی عورت شامل نہیں ہے۔

⑧ قرآن مجید میں مومنوں (یا مومنین) اور مومنات یا مسلمین اور مسلمات کا یہی اسلوب کم از کم بارہ مقامات پر موجود ہے جہاں مردوں کے صیغے میں عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے الگ طور پر تذکرہ کرنا ضروری ٹھہرا ہے۔

مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورۂ فتح آیت 51، سورۂ نور آیت 12، 31، سورۂ توبہ آیت 72 ، سورۂ احزاب آیت 35، 58 اور آیت 73، سورۂ نوح آیت 28، سورۂ بروج آیت 12، سورۂ محمد آیت 19 ، نیز سورۂ حدید آیت 12۔

مندرجہ بالا نظائر کی روشنی میں ہم اس امر کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور عربی زبان و بیان کا یہ کوئی قطعی اصول یا کلیہ نہیں ہے کہ ہر جگہ تغلیب کے تحت مردوں کے صیغے میں عورتوں کو بھی شامل سمجھا جائے۔ اگر کہیں تغلیب کے تحت ایسا ہوتا ہے کہ مذکر کے صیغے میں عورت داخل ہوتی ہے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکر کے صیغے میں عورت شامل نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتی اور تغلیب کا قاعدہ باطل ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آیت زیرِ بحث میں مفسرین اور فقہاء حضرات نے مُؤمِناً کے لفظ سے صرف مسلمان مرد ہی مراد لیا ہے اور عورت کو اس میں شامل نہیں سمجھا۔ جیسا کہ احکام القرآن میں امام ابو بکر جصاص نے لکھا ہے کہ:

((ان اللہ تعالیٰ انما ذکر الرجل فی الآیۃ))

[ج2، ص238]

''اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف (مسلمان) مرد کا ذکر کیا ہے (مسلمان عورت کا نہیں)''

تغلیب کی اس بحث کے بعد اب ہم مذکورہ آیت دیت پر غور کریں تو یہاں پر کوئی ایسا قرینہ قاطعہ موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے لفظ مُؤْمِنًا میں مرد اور عورت دونوں کو شامل سمجھا جائے۔ اب اگر ایک شخص پورے زور سے یہ کہتا ہے کہ یہاں تغلیب کے تحت مومناً میں عورت بھی داخل ہو سکتی ہے تو کوئی دوسرا شخص بھی اسی قوت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں پر تغلیب کا قاعدہ سرے سے مؤثر ہی نہیں ہے اور باطل ہے اور یہاں پر لفظ مُؤْمِنًا سے صرف اس کا لغوی مفہوم ''مسلمان مرد'' ہی مراد ہے۔ ❶

حدیث اور مسئلہ دیت

حدیث کی جن معتبر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ قتلِ خطا میں دیت کی جو روایات آئی ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں:

((ان فی النفس مائۃ من الابل))

---

❶ بلکہ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو دوسرے شخص کا مؤقف کچھ وزنی معلوم ہوگا اس لیے کہ وہ لفظِ ''مومن'' کی کوئی معنوی تاویل نہیں کر رہا ہے بلکہ اسے ٹھیک لغوی اور اصطلاحی معنوں میں لے رہا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"نفس (جان) کی صورت میں (دیت) سو اونٹ ہے۔"

[موطا امام مالک، کتاب العقول، سنن نسائی، کتاب القسامہ، والقود والدیات]

یہاں پر لفظ نفس استعمال ہوا ہے جس کے معنی جان کے ہیں یہ لفظ عربی زبان میں مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے بھی آتا ہے اور بعض اوقات یہ صرف مذکر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

1- مثال کے طور پر سورۂ نساء آیت 1 میں ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑ ا بنایا۔"

اس مقام پر تمام مفسرین "نفس واحدہ" ایک جان سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت آدم مرد تھے۔

2- سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ 6 میں ہے کہ:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ﴾

"سوائے نبی! ان سے کہو، آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی لے آئیں۔"

یہاں پر انفس (جانیں) میں عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ صرف مرد مراد ہیں اس لیے کہ عورتوں کا ذکر الگ سے "نساء" کے لفظ سے پہلے آ چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کا لفظ خاص مرد کے لیے بھی آتا ہے جس میں عورت شامل نہیں ہوتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3- سورہ کہف آیت 74 میں ہے کہ:

﴿فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾

''پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا۔''

اس جگہ جس کو نفساً زکیۃ (پاک جان) کہا گیا ہے وہ اسی آیت میں لفظ غلاماً یعنی لڑکا مذکور ہے جو مرد ہے۔ لہذا نفس کا اطلاق صرف مرد پر بھی ہوتا ہے۔

4- سورۂ قصص آیت 33 میں ہے کہ:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ﴾

''موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔''

اس آیت میں نفس سے مراد ایک قبطی مرد ہے جو حضرت موسیٰ کے ہاتھوں مصر میں مارا گیا تھا۔ اس امر کی تصریح خود قرآن میں دوسری جگہ (ملاحظہ ہو القصص 15 تا 19) مذکور ہے۔

5- اسی طرح سورۂ توبہ آیت 41 میں ہے:

﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾

''نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو، اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔''

سب جانتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد و قتال صرف مردوں پر فرض ہے اور نفیرِ عام کے مخاطب صرف مرد ہیں۔ یہاں پر بھی انفس کے لفظ میں کوئی عورت شامل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قرآن مجید میں دو مقامات پر نفس سے بھی تعبیر کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾

[آل عمران:28]

''اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔''

﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [الانعام:12]

''اس (اللہ) نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔''

ان دونوں جگہوں پر لفظ نفس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا ہے۔ مزید برآں لفظِ نفس کے مفہوم میں تو کافر و مشرک بھی شامل ہیں اور صحیح احادیث میں بعض خاص قسم کے کافروں کی دیت آدھی قرار دی گئی ہے۔

خود قرآن میں اسی آیت زیر بحث میں آگے ایک مومن مقتول کا کفارہ صرف تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (ایک مسلمان غلام آزاد کرنا) قرار دیا ہے۔ اس کی دیت سرے سے نہیں رکھی صرف کفارہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾

[النساء:92]

''پھر اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی تھی تو اس کا کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے۔''

گویا ایسا مومن قتلِ خطا کے نتیجے میں ہلاک ہو تو ازروئے قرآن وشریعت اس کی کوئی دیت ہی نہیں ہے۔ کیا حدیث کے لفظ نفس کا عمومی اطلاق اس مقتول مومن پر نہیں ہوتا۔ یقیناً نہیں ہوتا۔ ورنہ اس مقتول مومن کے لیے بھی قرآن میں دیت کا ذکر آتا جس کی مقدار حدیث نے سو اونٹ مقرر کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حدیث کے لفظ نفس میں عموم نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں صرف مرد کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیت بیان ہوئی ہے۔عورت اس میں شامل نہیں ہے۔

ان مثالوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس حدیث پر دوبارہ غور کریں جس کے الفاظ یہ ہیں:

((فی النفس مائة من الابل))

''جان میں دیت کی مقدار سو(100)اونٹ ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ نفس کی دیت سو(100)اونٹ ہے۔اب اگر کوئی شخص جس طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے لفظ نفس میں عورت بھی شامل ہے تو بالکل اسی طرح سے کوئی دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں مستعمل نفس دیت میں عورت شامل نہیں ہے کیونکہ لفظِ نفس صرف مرد کے لیے بھی آتا ہے اور اس میں عورت شامل نہیں ہوتی۔

لفظِ نفس کے لغوی مفہوم اور اس کے استعمال کی اس بحث کا صریح نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ عربی زبان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہو تو اس میں حتمی طور پر نہ تو عموم کا مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے لازماً مرد اور عورت دونوں مراد لیے جائیں اور نہ ہی حتمی طور پر صرف مرد کا خاص مفہوم لیا جا سکتا ہے۔بلکہ نفس کا لفظ اپنے اندر دونوں احتمالات رکھتا ہے۔

لہٰذا دیت کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث میں بھی لفظ نفس مجمل ہے اور تشریح کا محتاج ،اس میں جس قدر احتمال اس مطلب کا ہے کہ اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں بالکل اسی قدر احتمال اس مفہوم کا بھی ہے کہ اس سے صرف مرد ہی مراد لیا جائے۔

اب تک کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا مسئلہ دیت پر صرف قرآن مجید میں مذکور لفظ مومن یا حدیث میں مستعمل لفظ نفس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں مقامات پر ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ایسا سمجھنا عربیت کی رو سے بالکل غلط ہوگا۔

اب ہم صحیح حدیث کی بنیاد پر یہ استدلال کریں گے کہ عورت اور مرد کی دیت برابر نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بلکہ ان میں فرق موجود ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:

((عقل المرء ة مثل عقل الرجل حتٰی یبلغ الثلث من دیتہٖ))

[رواہ النسائی، دار قطنی و صححہ ابن خزیمہ]

''عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے بشرطیکہ مقدار دیت (کل دیت کے) ایک تہائی سے زیادہ۔''

(بحوالہ التاج الجامع الاصول فی احادیث رسول مؤلفہ شیخ منصور علی ناصف ج2، ص11۔ نیز مصنف عبدالرزاق ج79، ص296۔)

اس حدیث میں جراحات یعنی اعضاء کے تلف ہونے یا زخموں کی صورت میں دیت کا بیان آیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عورت کی دیت جراحات میں بھی صرف اسی حد تک مرد کی دیت کے برابر ہوتی ہے جب مقدار دیت کل دیت (سو اونٹ) کے ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو۔ اگر عورت کی مقدارِ دیت کل دیت کے ایک تہائی سے بڑھ جائے (کل دیت کا نصف وغیرہ ہو جائے) تو پھر مرد اور عورت کی دیت میں مساوات نہیں رہے گی بلکہ دونوں کی دیت میں عدم مساوات پیدا ہو جائے گی۔

اس طرح حدیث بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کی دیت جراحات میں بھی مساوی نہیں ہے بلکہ ان میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ اور جب جراحات کی دیت میں بھی مرد اور عورت کی دیت کے مابین عدم مساوات ہے تو پھر ان دونوں کی پوری دیت میں کیونکہ مساوات ہوگی؟

اب ہم امام بخاریؒ کے ایک ہم عصر محدث محمد بن نصر مروزی (متوفی 294ھ) کی کتاب ''السنۃ'' سے ایک حوالہ پیش کریں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((حدثنا اسحاق(انباء)ابو اسامة عن محمد بن علقمة قال كتب عمر بن عبدالعزيز فى الديات،فذكر فى الكتاب و كانت دية المسلم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مائة من الابل فقومها

''ہم سے اسحٰق نے روایت کیا انہوں نے ابو اسامہ سے انہوں نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیات کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں یہ تحریر تھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان مرد کی دیت سو اونٹ تھے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے شہریوں کے لیے اس مقدار کے متبادل کے طور پر ایک دینار یا بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آزاد مسلمان عورت کی دیت پچاس اونٹ تھی۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے (اپنے زمانے میں) شہریوں کے لیے اس مقدار کے متبادل پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم دیت مقرر کی۔''

واضح رہے کہ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے اس کتاب میں امام صاحب نے صرف وہ حدیثیں شامل کی ہیں جن کو ''سنتِ ثابتہ'' کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا عورت کی دیت کے مسئلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے......!!

جو لوگ مرد اور عورت کی دیت میں مساوات کے قائل ہیں وہ اپنے مؤقف کی تائید کے لیے یہ صحیح حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

((اَلْمُسْلِمُوْنَ تتكافأ دماء هُمْ))

''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔''

مگر یہ حدیث تو مسلمانوں کے خون میں مساوات کو ظاہر کرتی ہے۔ مرد اور عورت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیت ....کا برابر ہونا اس سے کہاں ثابت ہو گیا؟ پھر امت کے تمام فقہاء، محدثین او رمفسرین نے اس حدیث کو قصاص کے ضمن میں لیا ہے اوراس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ قتلِ عمد میں قصاص لینا ضروری ہے۔ مقتول خواہ مرد ہو یا عورت ہو یا غلام ہو ہر صورت میں خون برابر ہے اور قاتل سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔ حافظ ابنِ کثیر اس حدیث کو قصاص میں برابری کے مفہوم میں لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فی کتاب عمرو بن حزم:ان الرجل یقتل بالمرء ة فی الحدیث الأخر: المسلمون تتکافاء دماء هم)) [تفسیر ابن کثیر: ج2،ص62]

''عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا ہے کہ ''عورت کے قصاص میں مرد کو بھی قتل کیا جائے گا۔'' حدیث میں بھی ہے کہ ''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔''

خود صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے اس حدیث کو کتاب القصاص میں بیان کیا ہے اور کتاب الدیات میں اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

آثار صحابہؓ اور اجماعِ صحابہؓ

اسی مسئلہ دیت کے بارے میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات کا یہ قول ملتا ہے:

((عن ابراهیم النخعی عن عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب انها قالا عقل المرء ة علی النصف من دیة الرجل فی النفس و فیما دونها))

[سنن الکبریٰ از امام بیهقی: ج 8،ص 96 ۔نیز کتاب الحجة از امام محمد، ج4،ص 284]

''ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کا یہ قول ہے کہ عورت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قتلِ نفس اور زخموں کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔"

تفسیر نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن) میں اسی آیتِ دیت کے تحت مذکور ہے کہ:

((ان دية المرء ة نصف دية الرجل با جماع المعتبرين من الصحابه))

"عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور اس پر معتبر صحابہ کا اجماع ہے۔"

اجماعِ امت

قتلِ خطاء میں عورت کی دیت مرد کے مقابل میں نصف ہونے پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ اسی حقیقت کو علامہ ابن رُشد اپنی کتاب "بداية المجتهد" میں ائمہ اربعہ کے متفقہ مسلک کے طور پر بیان فرماتے ہیں:

1- ((اما دية المرء ة فانهم اتفقوا على النصف من دية الرجل فى النفس فقط))

[بداية المجتهد: ج2، ص315]

"باقی رہا عورت کا معاملہ تو اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔"

2- التشریع الجنائی میں عبدالقادر عودہ شہید لکھتے ہیں کہ عورت کی نصف دیت پر پوری امت متفق ہے۔

((ومن المتفق عليه ان دية المرء ة على النصف من دية الرجل فى القتل))

[التشبريع الجنائى: ج1، ص669]

"اس امر پر امت کا اتفاق رائے ہے کہ قتل (خطاء) کی صورت میں عورت کی دیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔''

اب اگر اجماعِ امت بھی دین میں حجت ہے اور وہ یقیناً حجت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون میں قتلِ خطاء کی صورت میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

حاصلِ بحث

حاصلِ بحث یہ ہے کہ قانون اسلامی میں قتل خطاء کی صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف رکھی گئی ہے۔ قرآن وسنت سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور تعامل صحابہ و اجماعِ امت سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اب ایک اشکال یہ ہے کہ اسلام کے اس قانون میں کیا حکمت ہے؟ تو اسے سمجھنے کے لیے اسلام کے پورے اجتماعی اور معاشی نظام کو سمجھنے کی ضرورت ہے اسلامی معاشرے میں ایک عورت پیداواری عامل یا معاشی طور پر کسی کی کفیل نہیں ہوتی۔ اس لیے بالعموم اس کی ہلاکت سے خاندان یا ورثاء کو اس قدر مالی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا جس قدر مالی نقصان ایک مرد کے مرجانے سے اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی طرح وراثت میں بھی قرآن نے مرد کے مقابلے میں عورت کا حصہ نصف قرار دیا ہے۔

لیکن دین کے بارے میں کسی مسلمان کا یہ طرز عمل ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جب تک اسے شریعت کے اوامر ونواہی کی حکمت سمجھ میں نہ آئے، یا اگر کوئی شرعی مسئلہ اس کی خواہش نفس کے خلاف ہوتو وہ اسے تسلیم نہ کرے، ایسا کرنا ایمان کے منافی اور کفر کے مترادف ہے۔

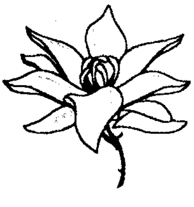

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(11) اسلام میں عورت کی گواہی

اعتراضات اور جوابات

ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے موجودہ قانون سازی کی مہم میں ایک اہم بحث عورت کی شہادت کا مسئلہ ہے۔ جہاں تک اسلامی قانون میں عورت کی شہادت کا تعلق ہے تو اس بارے میں قرآن وسنت کے واضح احکام موجود ہیں کہ مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کیا گیا ہے گویا تمام مالی معاملات میں ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف شمار ہوتی ہے۔

قرآن میں عورت کی گواہی

قرآن حکیم میں صریح طور پر عورت کی شہادت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَءَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾

[البقرہ:282]

"اور اس پر اپنے لوگوں میں سے دو مردوں کو گواہ ٹھہرالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ یہ گواہ تمہاری پسند کے ہوں۔ دو عورتیں اس لیے کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔"

سیاقِ کلام میں آیت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو مالی معاملات میں یہ ہدایت کی جا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے کہ وہ جب کبھی آپس میں قرض کا کوئی لین دین کریں تو ایسے معاملے کا ایک تو تحریر میں لایا جانا ضروری ہے اور دوسرے یہ کہ قرض کی ایسی دستاویز پر شہادت قائم ہونی ضروری ہے۔ یہ گواہی دو مردوں کی گواہی ہوگی اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ گواہ عادل ہونے چاہئیں۔ جس کی طرف واضح اشارہ آیت کے الفاظ ''مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ'' (یہ گواہ تمہاری پسند کے ہوں) میں موجود ہے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کو گواہ بنانے کی علت وحکمت یہ بیان فرمائی کہ ''ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلادے۔''

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام مالی معاملات میں شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔

امت کے تمام فقہاء اور مفسرین اسی مفہوم پر متفق ہیں اور اس مفہوم سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

حدیث میں عورت کی گواہی

جہاں تک حدیث میں عورت کی گواہی کا تعلق ہے تو اس بارے میں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ:

((فشهادة امرء تين تعدل شهادة رجل))

''دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، ج اول ص 61]

اسی مفہوم کی دیگر احادیث صحیح بخاری، کتاب الحیض میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے، ترمذی، ابواب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے، ابوداؤد، کتاب السنۃ میں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اور مسند احمد بن حنبل میں بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایت سے موجود ہیں۔

گویا قرآن وسنت کے صریح احکام کے مطابق دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے یا دوسرے الفاظ میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہے۔

فقہاءِ اسلام اور عورت کی گواہی

قرآن وسنت کے واضح احکامات کے مطابق فقہاء اسلام نے مالی معاملات میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ابن رشد نے اپنی کتاب ''بدایة المجتھد''میں ائمہ اربعہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

((واتفقوا على انه تثبت الاموال بشاهد عدل ذكر وامرأتين لقوله تعالىٰ:''فَرَجُلٌ وَّ امْرَءَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ''))

[بداية المجتهد، ج2،ص465،مطبوعه مصر،1960ء]

''اس پر اتفاق ہے کہ مالی معاملات میں ایک عادل مرد اور دو (عادل) عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ ''پھر اک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں جن کی گواہی تمہیں پسند ہو۔''

اس بات پر بھی فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ حدود وقصاص کے مقدمات میں عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے۔

عورت کی نصف گواہی پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

موجودہ حکومت کی جانب سے مجوزہ ''اسلامی قانونِ شہادت'' کی تدوین کے دوران میں اور اب اُس کے نفاذ پر بعض لوگوں بالخصوص چند مغرب زدہ خواتین نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔اس گروہ کا موقف یہ ہے کہ ہر معاملے میں مرد کی طرح عورت بھی گواہ بن سکتی ہے اور اس کی گواہی ہر حال میں مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کی جانی چاہئے۔اس سلسلے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورت کی نصف گواہی کے خلاف جو اعتراضات اس گروہ نے اٹھائے ہیں ذیل میں ہم ان کے تمام اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر 1:

مرد اور عورت دونوں ہی انسانیت میں برابر ہیں۔ دونوں ہی یکساں طور پر احترام کے مستحق ہیں لہٰذا ان کی معاشرتی ذمہ داریوں اور سماجی سرگرمیوں میں بھی کسی قسم کی عدمِ مساوات نہیں ہونی چاہیے اور دونوں کو زندگی کے تمام معاملات میں ''شانہ بشانہ'' حصہ لینا چاہیے۔ بنا بریں عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کا نصف قرار دینا دراصل عورت کی تذلیل کرنا ہے۔ اسے مرتبۂ انسانیت سے گرانا ہے اور اُسے حقیر سمجھنا ہے اور یہ سب کچھ اسلام کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ ہمیں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔

جواب:

اس حقیقت سے کوئی معقول آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ شرفِ انسانیت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں یکساں طور پر انسان ہیں اور اسلام میں جس طرح مرد کا احترام ہے اُسی طرح عورت کا بھی احترام ہے لیکن ان دونوں کے شرفِ انسانیت میں برابر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں کی معاشرتی سرگرمیاں اور سماجی ذمہ داریاں بھی ایک جیسی ہوں اور ان میں کوئی فرق نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو مختلف جسمانی صلاحیتوں اور مزاجی خصوصیتوں سے نوازا ہے۔ ایک کو ''صنف نازک'' بنایا ہے تو دوسرے کو ''صنف سخت'' ایک کو نسوانیت کا پیکر بنایا ہے تو دوسرے کو مردانگی کا جوہر عطا کیا ہے۔ اسی فطری اختلاف کی بدولت ''یکساں طور پر انسان ہونے کے باوصف'' دونوں فریق معاشرے میں الگ الگ ذمہ داریاں رکھتے ہیں۔ دونوں کے حقوق و فرائض مختلف ہو گئے ہیں اور دونوں کا دائرۂ عمل جدا جدا ہو گیا ہے۔ اسلام دین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فطرت ہے اور اس نے مرد اور عورت کے اسی اختلافِ صلاحیت وعمل کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ مرد کو خاندان کا سربراہ بنایا گیا ہے، اس پر پورے خاندان کی نگرانی اور معاشی کفالت کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور ایک مرد کی صلاحیتیں اسی کی متقاضی ہیں کہ اسے خاندانی زندگی میں یہی مقام دیا جائے۔ اس کے برعکس ایک عورت کو (خواہ وہ بیٹی ہو، بہن ہو، بیوی ہو یا ماں ہو) معاشی جدو جہد سے فارغ کر کے امورِ خانہ سرانجام دینے اور بچوں کی پرورش اور نگہداشت کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اور ایک عورت ہی ان تمام معاملات کو صحیح طور پر سرانجام دے سکتی ہے اس کی فطری صلاحیتیں بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ معاشرتی زندگی میں اسے یہی منصب عطا ہو۔ ❶ یہ ایک فطری نظام ہے اور اس میں صلاحیت وعمل کا اختلاف کسی فرد کے بارے میں بھی احساسِ کمتری پیدا نہیں کرتا۔ نہ اسے حقیر جانتا ہے اور نہ انسانی ترقی کے منافی ہے۔ اسلام کے واضح اور صریح احکامات سے یہی تقسیمِ عمل ثابت ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص دین اسلام کے ان واضح احکام کو نہیں ماننا چاہتا تو اُسے چاہیے کہ وہ اخلاقی جرأت سے کام لے اور اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے۔ اسلام کا نام لے کر اس کے خلاف عمداً بغاوت کرنا ایک سنگین جرم ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ طرزِ عمل مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾

[الاحزاب: 36]

"کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی

❶ ممکن ہے بعض خاص حالات میں عورت ہی کسی خاندان کی معاشی طور پر کفیل ہو اور کوئی مرد بطور کفیل نہ ہو مگر یہ ایک استثنائی صورت ہے یہ اسلامی معاشرے کا عام قاعدہ نہیں ہے اور مستثنیات پر عام قوانین کا اطلاق نہیں ہوا کرتا۔ ان کا معاملہ بالکل الگ ہے اور اس کا حل بھی دوسرا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اس کے بعد اُن کے لیے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔"

اب اگر قرآن وسنت میں ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف قرار دی گئی ہے تو یہ ایک ایسا حکم ہے جس سے کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس حکم کی حکمت خواہ ہماری محدود اور ناقص عقل میں نہ آئے، خواہ یہ حکم ہماری خواہش نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، بہر حال تسلیم کرنا ہوگا۔

دوسرا اعتراض:

یہ ہے کہ عورت کی نصف گواہی اسلام کے ابتدائی دور کے لیے تھی۔ اس وقت کی عورت اتنی باشعور اور ترقی یافتہ نہ تھی۔ اب حالات کے تغیر سے وہ باشعور اور ترقی یافتہ ہو گئی ہے۔ حالات کے تغیر سے احکام بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا اب اجتہاد کے ذریعے عورت کی پوری گواہی کو شرعی طور پر تسلیم کر لینا چاہیے تاکہ حالات کی تبدیلی کے لحاظ سے اسلام کا صحیح منشاء پورا ہو سکے۔

جواب:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں تو اس بارے میں فقہائے اسلام کا یہ متفقہ اصول ہے کہ یہ تبدیلی قرآن وسنت کے واضح اور منصوص احکام میں نہیں ہو سکتی۔ منصوص احکام ناقابلِ تغیر ہیں۔ تبدیلی صرف فقہ کے ایک مخصوص دائرے میں ہو سکتی ہے جس کا تعلق لوگوں کے مصالح اور عرف وغیرہ سے ہو۔ مثال کے طور پر روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔ یہ کم وبیش نہیں ہو سکتیں۔ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں ان کی تعداد گھٹائی یا بڑھائی نہیں جا سکتی۔ زکوٰۃ کی شرح اور نصاب مقرر ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تبدیلی کا تعلق فقہی اجتہادات سے ہے مثلاً ایک زمانے میں کوئی اسلامی حکومت دائرہ شریعت کے اندر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہوئے زکوٰۃ جمع کرنے اور اسے صرف کرنے کا ایک عملی طریق کار وضع کرتی ہے۔ یہ عملی طریق کار حالات کے تغیر سے بدلا جا سکتا ہے، کسی اور زمانے کی اسلامی حکومت کوئی نیا عملی طریقہ کار بنا کر اس پر عمل پیرا ہو سکتی ہے، اس لیے کہ نظامِ زکوٰۃ کا عملی طریق کار منصوص نہیں ہے۔ لہٰذا اسے حالات کے مطابق بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن جو امر منصوص ہوگا اس میں تبدیلی کا امکان نہ ہوگا۔

اب جہاں تک عورت کی نصف گواہی کا معاملہ ہے تو یہ ایک امر منصوص ہے اور قرآن و سنت کے واضح احکامات سے ثابت ہے۔ یہ کوئی اجتہادی یا انتظامی معاملہ نہیں ہے کہ اس میں تغیر ممکن ہو۔ لہٰذا عورت کی نصف گواہی کا حکم تا قیامت قائم رہے گا۔

البتہ جو لوگ قرآن و سنت کے واضح اور صریح احکام کو اپنی خواہش نفس کے تابع رکھ کر یا حالات کے دباؤ میں آ کر انہیں موم کی ناک بنانے کا ارادہ رکھتے ہوں کہ جس طرح چاہیں ،جب چاہیں ان کو بدل کر رکھ دیں تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [یونس: 17]

''بلاشبہ مجرم لوگ فلاح نہیں پا سکتے۔''

تیسرا اعتراض:

اس سلسلے کے تیسرا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ قانونِ شہادت میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اور اب وہ اس حق تلفی کی وجہ سے بجا طور پر احتجاج کر رہی ہے۔

جواب:

گواہی دینا سرے سے کوئی حق (Right) نہیں ہے جس کے تلف ہونے پر کوئی شخص مضطرب ہو۔ عدالتی شہادت تو مردوں کا بھی حق نہیں ہے بلکہ یہ ایک فرض (Duty) ہے جو عائد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے۔دنیا کے کسی مذہب اور قانون میں گواہی کو حق تسلیم نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہر جگہ اسے ایک ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔تعجب ہے کہ آج کی بعض خواتین (جن کو مردنما خواتین کہنا زیادہ مناسب ہے) سڑکوں پر جلوس نکال کر یہ احتجاج کرتی پھرتی ہیں کہ اُن کو ان کے ''حق'' سے محروم کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ اگر غور فرمائیں تو ان کے معاملے کی یہ صورت ہے کہ آج وہ چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہیں کہ قانون ان پر گواہی کی ذمہ داری کیوں عائد نہیں کرتا؟ کیوں نہیں اُن پر گواہی کی ذمہ داری کا بوجھ ڈالا جاتا؟

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

اسلام نے اگر صنفِ نازک پر ادائے شہادت کی بھاری ذمہ داری نہیں ڈالی تھی تو یہ اس کا عورت پر احسانِ عظیم تھا کہ ایک جانِ ناتواں کو اس بارِ گراں سے سبکدوش رکھا گیا۔شہادت دینا کوئی انسانی حق (Human Right) نہیں تھا، جسے عورت سے چھین لیا گیا ہو اور جس کی محرومی پر اُسے واویلا کرنا چاہیے تھا۔بلکہ یہ تو ایک فریضہ تھا جسے اول تو اسلام نے عورت پر عائد ہی نہیں کیا اور اگر کبھی کیا بھی ہے تو اس کے ساتھ ایک اور عورت کا سہارا بھی دے دیا ہے۔مگر شاید یہ بھی دانشِ نسوانی کی بوالعجبیوں میں سے ہے کہ وہ کسی حق کی محرومی پر نہیں بلکہ ایک ذمہ داری کے اس پر عائد نہ کیے جانے پر آج سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت

چوتھا اعتراض:

یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کی آیتِ دَین 282 میں جہاں مرد اور عورت کی گواہی کا ذکر آیا ہے وہاں ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے۔'' گویا اصل میں گواہ تو ایک ہی عورت ہوگی، دوسری عورت صرف مذکرہ یعنی یاددہانی کرانے والی (Reminder) ہوگی۔لہٰذا عورت کی گواہی از روئے قرآن مرد کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گواہی کے بالکل برابر ہے اس کا نصف نہیں ہے۔

جواب:

یہ ایک سطحی اعتراض ہے جو صرف عربیت اور قرآن فہمی دونوں سے عاری ذہن ہی میں پیدا ہو سکتا ہے اور اس کا مبداء قرآن کے اُردو یا انگریزی ترجموں کے حوالے سے قرآن کے قانون کو سمجھنے کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ زیرِ بحث میں گواہی کے دو نصاب مقرر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ قرض کے معاملے میں دو مرد بطور گواہ ہونے چاہئیں اور آیت کے الفاظ ''وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ''(اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو، میں یہی نصاب مذکور ہوا ہے۔ دوسرا نصاب شہادت یہ بیان ہوا ہے کہ:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَءَتَانِ﴾

''پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔''

یعنی ایک مرد اور دو عورتیں۔ گویا ایک مرد کی بجائے دو عورتیں گواہ بنالی جائیں۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوگی یا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہے۔ دوسرے نصاب کی رُو سے دونوں عورتیں گواہ ہوں گی۔ قرآن نے شہادت کے یہی دو نصاب بیان فرمائے ہیں۔

تمام مفسرین کے نزدیک قرآن میں شہادت کے یہی دو نصاب بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ بات کہ دوسرے نصاب کی رو سے دونوں عورتیں بطور گواہ ہوں گی، خود قرآن مجید کے متن اور کتبِ تفاسیر کی تصریحات سے بالکل واضح ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں پر چند حوالے نقل کریں گے۔

۱: ''احکام القرآن'' میں ابن عربیؒ تحریر فرماتے ہیں:

((فاذا كانت امرأتان وذكرت احداهما الأخرى كانت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شهادتهما شهادة رجل واحد كالرجل يستذكر في نفسه فيتذكره)) [احکام القرآن ج 1، ص 255]

''جب دو عورتیں ہوں گی اور ایک دوسری کو یاد دلا دے گی تو ان دونوں عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہو جائے گی جیسے کوئی مرد اپنے حافظے پر زور دے کر کوئی بات دوبارہ یاد کر لیتا ہے۔''

ب: تفسیر ''معارف القرآن'' میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

''اور اگر گواہی کے لیے دو مرد میسر نہ آئیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لیے کافی ہیں بشرطیکہ یہ سب ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم گواہ بنانے کے لیے پسند کرتے ہو۔ یعنی ثقہ اور امین ہوں، فسق و فجور اور بے مروتی سے متہم نہ ہوں اور نہ دونوں میں کوئی ایسی قرابت ہو کہ جو شبہ اور تہمت کا باعث ہو۔ اور ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کا ہونا اس لیے شرط کیا گیا کہ شاید ایک عورت اپنی فطری غفلت اور ذاتی قصورِ عقلی کی وجہ سے واقعۂ شہادت کے کسی جز کو بھول جائے تو دوسری اُسے یاد دلا دے اور اس طرح شہادت کا مضمون مکمل ہو جائے۔''

[معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ج اول، ص 425]

ج: تفسیر ''تدبر القرآن'' میں مولانا امین احسن اصلاحی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اگر مذکورہ صفات کے دو مرد میسر نہ آسکیں تو اس کے لیے ایک مرد اور دو عورتوں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ دو عورتوں کی شرط اس لیے ہے کہ اگر ایک سے کسی لغزش کا صدور ہو گا تو دوسری کی تذکیر و تنبیہ سے اس کا سدِ باب ہو سکے گا۔ یہ فرق عورت کی تحقیر کے پہلو سے نہیں ہے بلکہ اس کی مزاجی خصوصیات اور اس کے حالات و مشاغل کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے یہ ذمہ داری اس کے لیے ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ اس وجہ سے شریعت نے اس کے اٹھانے میں اس کے لیے سہارے کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔"

[تدبر القرآن ج اول، ص 597]

اس ضمن میں ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ بالفرض دو عورتوں میں سے کسی کا شاہدہ (گواہ) ہوتا اور دوسری کا مذکرہ (یاد دہانی کرانے والی) ہونا کیسے طے ہوگا؟ کیونکہ قرآنی عبارت کی رو سے دونوں ہی شاہد اور دونوں ہی مذکرہ ہو سکتی ہیں۔ بلکہ قرآن کے الفاظ میں تو بھولنے والی شاہدہ ہی کو مذکرہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا کسی ایک کو شاہدہ (گواہ) اور دوسری کو مذکورہ ٹھہرانا خود قرآن کے الفاظ اور مفہوم دونوں کے خلاف ہے۔

پانچواں اعتراض:

یہ ہے کہ "لعان" کی صورت میں بھی عورت اور مرد کی گواہی کو برابر تسلیم کیا گیا ہے اور قرآن میں اس کے لیے لفظِ "شہادت" آیا ہے۔ لہٰذا عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے اور ان میں کوئی فرق کرنا روا نہیں ہے۔

جواب:

ہمارے نزدیک لعان کو شہادت قرار دینا اصولی طور پر غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے کہ لعان کی بنیاد پر عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے برابر ٹھہرایا جائے۔ ہم اس بارے میں درج ذیل دلائل دیتے ہیں:

ا: حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں لعان اور شہادت کے الگ الگ ابواب آتے ہیں اور کہیں بھی ان کو ایک نہیں سمجھا گیا بلکہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے مختلف امر سمجھ کر جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

ب: حضرت ماعز اسلمی کے رجم سے متعلق احادیث میں بھی شہادت کا لفظ آیا ہے مگر یہ اصطلاحی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ اقرار، حلف بالیمین اور اقبالِ جرم کے معنوں میں ہے اور عربی زبان میں شہادت کا لفظ ان معنوں میں بھی آتا ہے۔صحیح بخاری کے الفاظ:

((فَشهد علی نفسه اربع شهادات))

''پھر اس نے حضرت ماعز نے) چار مرتبہ اپنے خلاف قسم کھائی (کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے)

فقہاء اسلام نے حضرت ماعز کی اس ''شھد''، ''شھادات'' کو اصطلاحی ''شہادت'' نہیں مانا ہے بلکہ ''حلفیہ اقرارِ جرم'' تسلیم کیا ہے۔لہٰذا محض لفظِ شہادت کے استعمال سے وہ قانونی اور اصطلاحی شہادت مراد نہیں لی جاسکتی جو کسی مقدمے میں مدعی اور مدعا علیہ کے علاوہ ایک تیسرا شخص ثبوتِ دعویٰ یا خلافِ دعویٰ گواہی دیتا ہے۔

ج: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الام'' میں لعان کو شہادت کی بجائے یمین قرار دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

((الشهادة ههنا يمين)) [کتاب الام: ج 5، ص 134]

''(لعان میں) شہادت سے مراد یمین (اپنے بارے میں حلفیہ بیان ہے)''

د: احکام القرآن میں ابنِ عربیؒ تحریر کرتے ہیں کہ:

((والفیصل فی انه یمین لا شهادة)) [احکام القرآن ج 3، ص 1344]

''دوٹوک بات یہی ہے کہ یہ (لعان) یمین (اپنے بارے میں حلفیہ بیان) ہے شہادت نہیں ہے۔''

چھٹا اعتراض:

یہ ہے کہ ایک عورت کا بیان اگر حدیث کی روایت کرنے میں معتبر ہے تو مقدمات میں اس کا قول کیوں غیر معتبر یا نصف ہو۔مثال کے طور پر اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ سے بکثرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احادیث مروی ہیں اور امت نے آپ کو ثقہ اور عادل راویہ تسلیم کیا ہے، تو کیا مقدمات میں حضرت عائشہ ؓ کی گواہی معتبر نہ تھی یا نصف قرار دی گئی تھی؟

جواب:

ادائے شہادت اور روایتِ حدیث کو ایک سمجھنا بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے۔ یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں اور ان کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے ان دونوں کا مختلف ہونا درج ذیل شواہد سے واضح ہو جاتا ہے:

۱: حدیث اور روایت میں خبرِ واحد بھی معتبر اور حجت ہوتی ہے۔ ایک راوی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، صحابی ہو یا غیر صحابی اگر وہ ثقہ اور عادل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو تو اُس کی روایت قبول کی جاتی ہے لیکن اگر وہی راوی کسی ایسے مقدمے میں تنہا گواہ بن کر کسی قاضی کے سامنے آ جاتا ہے جس میں دو یا چار گواہوں کا نصاب ضروری ہے تو باوجود اس راوی کی ثقاہت و عدالت کے قاضی اُسے اس کی تنہا گواہی پر کسی ملزم کو نہ تو مجرم قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اُسے سزا دینے کا مجاز ہے۔

تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی ایک زرہ اپنے عہد خلافت میں گم ہو گئی، اتفاق سے وہی زرہ آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھ لی اور پھر عدالت میں اُس کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ اس پر قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے ثبوت طلب کرتے ہوئے دریافت کیا:

((أَلَكَ بينة يا امير المؤمنين))

''امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس اس (دعویٰ) کا ثبوت ہے؟ (کہ یہ زرہ اسی یہودی نے چرائی ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علیؓ کوئی حدیث بیان فرماتے تو پھر بھی آپ سے کوئی شخص یہ پوچھ سکتا تھا کہ ''جناب! اس حدیث کا ثبوت لائیے، ورنہ آپ کی روایت کردہ حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔''

یہ تو صرف مقدمات میں ہے کہ ایک قاضی عدالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق کہ:

((البینة علی المدعی))

''مدعی پر بارِ ثبوت ہے۔''

بڑے سے بڑے صحابی سے بھی اس کے دعویٰ میں ثبوت طلب کر سکتا ہے۔ جبکہ روایت حدیث کا معاملہ یہ ہے کہ محدثین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ:

((الصحابة کلھم عدول))

تمام صحابہؓ (روایت میں) عادل ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی پر روایتِ حدیث کے باب میں کوئی جرح نہیں ہو سکتی۔ یہ اسلامی قانون ہے کہ کسی ایک صحابی یا تابعی کی شہادت پر نہ تو کسی ملزم پر حدِ قذف جاری کی جا سکتی ہے، نہ اس پر حدِ زنا قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہی اسے رجم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے لیے چار صحابی یا چار تابعی یا چار دوسرے عادل گواہوں کی شہادت درکار ہے۔ اس کے بغیر حد کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ روایتِ حدیث اور چیز ہے اور ادائے شہادت اور چیز۔

ب: روایتِ حدیث میں یہ بات نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوتی ہے کہ ایک راوی یہ بتائے کہ ''اخبرنا فلان عن فلان'' ''میں نے یہ حدیث فلاں سے سنی ہے۔'' اور اُس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے فلاں سے سنی ہے۔ یہاں محض سماع بلکہ صحیح تر لفظوں میں ''سماع الی السماع'' بھی نہ صرف یہ کہ معتبر ہے بلکہ صحت حدیث کا ضامن ہے۔ لیکن کیا اسی سماع یا سماع علی السماع کو کوئی عدالت بھی بطور شہادت قبول کر سکتی ہے۔ جبکہ فقہائے اسلام کا اس امر میں اتفاق ہے کہ تمام مقدمات میں سمائی شہادت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور ادائے شہادت کے لیے ضروری ہے کہ واقعہ کا چشم دید گواہ موجود ہو محض سنی سنائی شہادت ہرگز معتبر نہیں ہے۔

لہٰذا روایتِ حدیث اور عدالتی شہادت کو ایک سمجھنا بنیادی طور پر غلط ہے اور اس کی بنیاد پر عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے برابر ٹھہرانا قیاس مع الفارق ہے۔

ساتواں اعتراض:

اس سلسلے کا ساتواں اعتراض یہ ہے کہ اگر عورتوں کو مختلف مقدمات میں گواہ بننے سے روک دیا جائے، یا ان کی گواہی کو آدھی گواہی مانا جائے تو یہ امر معاشرے میں جرائم کے اضافے کا موجب ہوگا۔

جواب:

یہ ایک غلط فہمی ہے جو اسلام کے نظامِ قانون و عدالت کے بارے میں بے اعتمادی کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر فی الواقع ہمارے معاشرے میں اسلامی حدود و تعزیرات کو لفظاً و معناً (In Letter and Spirit) پورے خلوص کے ساتھ نافذ کیا جائے اور صرف مردوں کی شہادت ہی کو تسلیم کر لیا جائے تو ہم پورے وثوق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام کی عبرتناک سزاؤں کی بدولت صرف ایک سال کے اندر اندر جرائم کا تقریباً خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اس دنیا میں سعودی عرب اور امریکہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ ایک ملک میں عورت کی عدمِ شہادت یا نصفِ شہادت ہے اور جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دوسرے ملک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں عورت کی پوری شہادت ہے مگر وہاں جرائم کی شرح خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

پھر جس معاشرے میں جیسا کہ ہمارا معاشرہ ہے مردوں کو بھی گواہی دینے میں انتہائی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں وہاں عورتوں کو عدالتوں میں گواہی کے لیے گھسیٹنا اُن کے ساتھ کون سی ہمدردی ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(12) عورت کے چہرے کا پردہ

عورت کے پردے سے متعلق اکثر لوگ یہ خلطِ مبحث کرتے ہیں کہ وہ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے الگ الگ احکام ہیں۔عورت کا ستر یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اپنا پورا جسم چھپائے گی، جس کا کوئی حصہ بھی وہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور کے سامنے کھول نہیں سکتی۔ستر کا یہ پردہ ان افراد سے ہے جن کو شریعت نے ''محرم'' قرار دیا یہ اور ان محرم افراد کی پوری تفصیل قرآن مجید کی سورۂ نور آیت 31 میں موجود ہے۔اور ان میں عورت کا باپ، اس کا بیٹا، اس کا بھائی، اس کا بھانجا اور اس کا بھتیجا وغیرہم شامل ہیں۔ان محرم افراد سے عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے۔البتہ ان کے سامنے عورت اپنے سر اور سینے کو اوڑھنی یا دوپٹہ وغیرہ سے ڈھانپے گی۔ستر کے تمام احکام سورۂ نور میں بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیلات ہمیں احادیث نبویؐ میں مل جاتی ہیں۔گھر کے اندر عورت کے لیے پردے کی یہی صورت ہے۔

مگر عورت کا حجاب اس کے ستر سے بالکل مختلف ہے اور یہ وہ پردہ ہے جب عورت گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلتی ہے۔۔اس صورت میں شریعت کے وہ احکام ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے سے متعلق ہیں۔حجاب کے یہ احکام قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں بیان ہوئے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت جلباب یعنی بڑی چادر (یا برقع) اوڑھے گی تا کہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور چہرے پر بھی چادر (یا برقعے) کا ایک پلو ڈالے گی، اب وہ صرف اپنی آنکھ کھلی رکھ سکتی ہے، باقی پورا جسم چھپائے گی، یہ چہرے پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقاب کا حکم ہے، اجنبی مردوں سے عورت کا یہ پردہ ہے جسے حجاب کہا جاتا ہے۔ اُردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا بھی کہتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کے چہرے کا پردہ محض ایک رسم ہے جو ''ملاؤں'' نے ایجاد کر لی ہے یا یہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ مسلمان عورت اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کا پردہ کرے گی؟ اس سوال کا جواب ہمیں سورۂ احزاب کی آیت 56 میں مل جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی نہ ستائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

سب سے پہلے اس آیت کے اصل الفاظ پر غور کیجئے۔ اس میں یُدْنِیْنَ کا لفظ آیا ہے، جس کا مصدر اِدْنَاء ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی ''قریب کرنے'' اور ''لپیٹ لینے'' کے ہیں۔ مگر جب اس کے ساتھ عَلٰی کا صلہ آ جائے تو پھر اس میں اِرْخَاء کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ ''اوپر سے لٹکا لینا۔'' دوسرا اہم لفظ جَلَابِیْبِهِنَّ ہے۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی، جس کے معنی رداء یعنی ''بڑی چادر'' کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مِنْ کا حرف آیا ہے جو یہاں تبعیض ہی کیلئے ہو سکتا ہے۔ یعنی چادر کا ایک حصہ۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ لیں اور ان کا ایک حصہ یا ان کا پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ اردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے۔ ادناء علی کے الفاظ کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استعمال عربی زبان میں اسی مفہوم کیلئے ہے۔ جب کسی عورت کے چہرے پر سے کپڑا سرک جائے تو اسے دوبارہ چہرے پر لٹکا لینے کیلئے عربی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ:

((ادني ثوبك علي وجهك))

''اپنا کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لو۔''

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عورت کیلئے چہرے کے پردے کا یہ حکم اجنبی مردوں سے متعلق ہے تو یہ مفہوم لینے کا واضح قرینہ اسی آیت کے ان الفاظ میں موجود ہے کہ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ۝ یعنی جب عورتیں اپنے چہرے کا پردہ کریں گی تو اجنبی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شریف زادیاں ہیں۔ اس طرح کسی بد باطن کو یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ ان کو چھیڑے یا ستائے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح پہچاننے کی اور چھیڑنے ستانے کی صورت گھر سے باہر کے ماحول ہی میں پیش آسکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ بڑی چادر لینے کی ضرورت بھی گھر سے باہر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کام کاج کی وجہ سے عموماً گھر میں عورتیں ہر وقت بڑی چادریں نہیں اوڑھ سکتیں۔ اور تیسرے یہ کہ گھر کے اندر عورت کے پردے کے بارے میں الگ سے حکم موجود ہے جو سورۂ نور کی آیت 31 میں اس طرح آیا ہے: وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْ بِهِنَّ اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ گویا گھر کے اندر عورت کو چادر پہننے کی ضرورت نہیں، صرف اوڑھنی کافی ہو سکتی ہے اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو بڑی چادر لے کر نکلے گی جس کا ایک حصہ اپنے چہرے پر بھی ڈال لے گی۔

امت مسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسرین نے سورۂ احزاب کی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

1- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسے حافظ ابن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ:

((امر الله نساء المؤمنين اذ اخرجن من بيوتهن فى حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة))

''اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے جب وہ کسی کام کیلئے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

2- ابن جریر اور ابن المنذر کی روایت ہے کہ محمد بن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ السلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا (یہ حضرت عبیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینے آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں فقہ اور قضاء میں قاضی شریح کے ہم پلہ مانا جاتا تھا) انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔

حضرت قتادہ اور سدی نے بھی اس آیت کی قریب قریب یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

3- امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''جامع البیان ج 22، 33 پر اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

''شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھر سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں' بلکہ انہیں چاہئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکالیا کریں۔ تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے۔''

4- امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

((فا مرالله الحرائر بالتجلبب......المراديعرفن انهن الايزنين

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لان من تسترو جهها مع انه ليس بعورة لا يطمع فيها انها تكشف عورتها فيعرفن انهن مستورات لايمكن طلب))

''اللہ تعالیٰ آزاد عورتوں کو چادر اوڑھنے کا حکم دیا ہے...... اسے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے اس سے کوئی شخص یہ توقع نہیں کرسکتا کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہو گی۔ اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں ان سے زنا کی امید نہیں کی جا سکتی۔''

5- علامہ زمخشری جو کہ مشہور مفسر ہیں اسی آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

((ایر خینها علیهن ویعظین بها وجو ههن واعطا فهن))

[الکشاف ج 2، ص 221]

''وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں۔''

6- علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن جلد 22 ص 32 پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''عورتیں اپنے اوپر چادر کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ اس طرح عورتوں کو سر اور چہرہ ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

7- مشہور حنفی مفسر ابو بکر جصاص اپنی تفسیر احکام القرآن 3، ص 458 پر اسی آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

((قال ابو بکر فی هذه الایة دلالة ان المرء ة مامورة بستر وجهها عن الاجنبین واظهار السترو العفاف عند الخروج لئلا یطمع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اھل الریب فیھن))

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ مشتبہ سیرت وکردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں۔''

8- علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر ''تفسیر نسفی'' میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

((ومعنی يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيبِهِنَّ o یرخینھن عَلَيْهِن ویغطین بھا وجوھھن وأعطافھن))

''اور آیت کے الفاظ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيبِهِنَّ کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس طرح اپنے چہروں اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں۔''

[تفسیر نسفی: ج 3 ص 313]

9- مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت نے بصراحت چہرہ کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے اس مضمون کی مکمل تائید ہوگئی جو اوپر حجاب کی پہلی آیت کے ذیل میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ فی نفسہٖ ستر میں داخل نہیں۔ مگر بوجہ خوف فتنہ کے ان کا چھپانا بھی ضروری ہے، صرف مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں۔''

[معارف القرآن جلد 4، ص، 234]

10- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے اس آیت کے تحت اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ صرف چادر لپیٹ کر زینت چھپانے ہی کا حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ بھی فرما

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے کہ عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں۔کوئی معقول آدمی اس ارشاد کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگھٹ ڈالنا ہے تا کہ جسم ولباس کی زینت چھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے۔''

[تفہیم القرآن چہارم ص131]

11- مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''قرآن نے اس جلباب سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اسکا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔تا کہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں بھی زحمت نہ آئے۔'' یہی جلباب ہے جو آج بھی دیہات میں شریف بوڑھی عورتیں لیتی ہیں جس نے بڑھ کر برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔''

[تدبر قرآن۔ج6،ص269]

12- پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ''ضیاء القرآن'' جلد 4' ص 95 پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواج مطہرات' اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔''

حضرات مفسرین نے سورۂ احزاب کی اسی زیر بحث آیت 59 میں چہرے کے پردے کا حکم سمجھا ہے اور چہرے کا یہ پردہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ظاہر ہے کہ اسلام کے پیش نظر زنا اور زنا کے مقدمات ومحرکات کی پیش بندی اور روک تھام ہے۔ورنہ حقیقت ہر شخص پر عیاں ہے کہ ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جوان عورت کا چہرہ ہی سب سے زیادہ جاذب نگاہ اور صنفی محرک ہوتا ہے، بالخصوص جب اسے غازہ وورنگ سے بھی خوب مزین کر دیا جائے۔فقط چہرہ دیکھ لینے ہی سے عورت کے حسن وجمال کا اندازہ کر لیا جاتا ہے اور بغیر چہرہ دیکھے اُس کے حسن وجمال کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اسلام محرکات زنا کو ایک ایک کر کے ان کی ممانعت کرتا ہے۔جو نامحرم عورت کو دیکھنے پر پابندی لگاتا ہے اور غض بصر کا حکم دیتا ہے۔جو مرد اور عورت کو تنہائی میں یکجا ہونے سے روکتا ہے۔جو عورت کو کسی غیر مرد سے بات کرتے وقت لگاوٹ کا لہجہ اختیار کرنے سے منع کرتا ہے۔جو اس کی آواز کا پردہ چاہتا ہے کہ عورت نماز میں امام کو اس کی غلطی پر ٹوکنے کیلئے سبحان اللہ تک نہ کہے۔عورت اپنی کوئی زینت بھی غیر مرد کو نہ دکھائے۔وہ اسلام یہ کیسے چاہے گا کہ چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑے دروازے کو چوپٹ کھلا چھوڑ دیا جائے' اور نسوانی حسن وجمال کے مرکز چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہ دے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔قرآن حکیم سے' احادیث سے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے نظائر سے اور فقہ سے عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہے۔البتہ خاص حالات اور مجبوری کی صورت میں عارضی طور پر یہ پابندی اٹھ بھی سکتی ہے۔کیونکہ اسلام غیر فطری اور غیر عقلی مذہب نہیں ہے۔ہنگامی اور جنگی صورتِ حال میں، حج کے مناسک ادا کرتے وقت اور علاج معالجے کی صورت میں اور زیادہ بوڑھی عورت کے لیے چہرے کے پردے ہیں رخصت دی گئی ہے۔مگر اصل حکم جو عام ہے اور سب کے لیے ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔شریعت اسلامیہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔اب یہ مسلمان عورتوں کا کام ہے کہ وہ دینِ اسلام کے ایک حکم کی پیروی کرتے ہوئے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کریں یا پھر اسلام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرب کی اندھی تقلید کرتی پھریں اور جو چاہے کریں۔آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اس کی جوابدہ ہوں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(13) اقبال کا تصورِ جنت و دوزخ

اقبال مرحوم ایک عظیم شاعر، فلسفی اور کاروانِ امت کے حُدی خواں تھے۔ فی الحقیقت ان کے سوا تاریخ اسلامی میں کوئی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا جس نے اسلام کے پورے نظامِ فکر و عمل کو شاعری کا خوبصورت اور دل آویز جامہ پہنایا ہو۔ ان کے کلام میں بیک وقت حافظ کی رنگینی بیاں، زُہیر کا حکیمانہ لہجہ اور غالب کی شوخیِ ادا پائی جاتی ہے۔ آج بین الاقوامی سطح پر وہ ایک مسلم مفکر کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔

تاہم انہوں نے جنت و دوزخ کے بارے میں جو تصور اپنی انگریزی تصنیف

"The Reconstruction of Religious thought in Islam"

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) کے خطبۂ چہارم

"The Human Ego - His freedom and Immortality"

(انسانی خودی..........اس کی حریت و ابدیت) میں پیش کیا ہے اور جس کی تشریح و توضیح ہمیں "پیامِ مشرق" اور "جاوید نامہ" میں شاعرانہ اسلوبِ بیان کے ساتھ ملتی ہے، وہ نہایت قابلِ غور ہے۔

اقبال مرحوم کی رائے میں جنت اور دوزخ مقامات نہیں ہیں بلکہ احوال و کیفیات کے نام ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"Heaven and Hell are states,not localities. The descriptions in the Quran are visual representations of an

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

inner fact, i.e,character. Hell, in the words of the Quran,is 'God's kindled fire which mounts above the hearts'---the painful realization of one's failure as a man. Heaven is the joy of triumph over the forces of disintegration."

ترجمہ:

"جنت اور دوزخ احوال و کیفیات ہیں، مقامات نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے، اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ ایک داخلی حقیقت، یعنی انسان کے اندرونی احوال کا نقشہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے، جیسا کہ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں پر چڑھتی ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ انسان کے اندر بحیثیت انسان اپنی ناکامی کا دردانگیز احساس ہے۔ اسی طرح جنت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت۔" [ص:123]

مزید برآں اقبال مرحوم کے نزدیک جو لوگ جنت یا دوزخ میں ہوں گے، ان کے لیے خلود (ہیشگی) نہیں ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند یا دوزخ کے عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔ بلکہ یہ بھی ایک دورِ زمانی ہوگا جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔ جنت اور دوزخ میں عدمِ خلود کے اس تصور سے متعلق اقبال مرحوم کے الفاظ یہ ہیں:

"The word eternity used in certain verses,relating to Hell,is explained by the Quran itself to mean only a period of time(78:23).Time cannot be wholly irrelevant to the development of personality. Character tends to become permanent; its reshaping must require time. Hell,therefore,

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

as conceived by the Quran, is not a pit of everlasting torture inflicted by a revengeful God; it is a corrective experience which may make a hardened ego once more sensitive to the living breeze of Divine Grace. Nor is Heaven a holiday. Life is one and continous. Man marches always onward to recieve ever fresh illuminations from an Infinite Reality which every moment appears in a new glory, And the recipient of Divine illuminations is not merely a passive recipient. Every act of a free ego creates a new situation, and thus offers further opportunities of creative unfolding.

''قرآن مجید نے لفظ ''خلود'' کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے مراد محض ایک مدتِ زمانی (23:78) ہے۔ یوں بھی انسانی سیرت کا تقاضا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرے، اس میں سختی اور پختگی پیدا ہوتی جائے، لہٰذا سیرت اور کردار کی تبدیلی کے لیے بھی، وقت کی ضرورت ہوگی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہنم بھی کوئی ''گڑھا'' نہیں ہے جسے منتقم خدا نے اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتارِ عذاب رہیں۔ وہ درحقیقت تادیب کا ایک عمل ہے تاکہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہوگئی ہے وہ پھر سے رحمتِ خداوندی کی نسیمِ جاں فزا کا اثر قبول کر سکے۔ لہٰذا جنت بھی لطف وعیش یا آرام و تعطل کی کوئی حالت نہیں۔ زندگی ایک ہے اور مسلسل، اور اس لیے انسان بھی ذاتِ لامتناہی کی نو بہ نو تجلیات کے لیے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے، ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہے گا۔ پھر جس کسی کے حصے میں سعادت آئی ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تجلیات الٰہیہ سے سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا، خودی کی زندگی اختیار کی زندگی ہے جس کا ہر عمل ایک نیا موقف پیدا کر دیتا ہے یوں اپنی خلاقی اور ایجاد و طباعی کے لیے نئے نئے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔" [ص:123]

اقبال مرحوم نے اپنے انہی تصورات کو اپنے اشعار میں بھی کئی جگہ پیش کیا ہے۔ اپنے مجموعہ کلام "پیامِ مشرق" کے حصہ افکار میں "حور و شاعر" کے عنوان سے گوئٹے کے نام جو جوابی نظم لکھی ہے اس میں بھی انہوں نے جنت و دوزخ سے متعلق اپنے یہی نظریات ظاہر کیے ہیں۔

اس مکالماتی نظم میں حورِ بہشت شاعر (اقبال) سے یہ شکایت کرتی ہے۔

نہ بہ بادہ میل داری نہ بمن نظر کشائی

عجب ایں کہ تو نہ دانی رہ و رسم آشنائی

ترجمہ:۔

"تو نہ تو شراب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ میری جانب نگاہ اٹھاتا ہے، تعجب ہے کہ تجھے آدابِ محبت بھی معلوم نہیں ہیں۔"

اس کے جواب میں شاعر (اقبال) کہتا ہے کہ:

چہ کنم کہ فطرت من بہ مقام در نسازد

دلِ ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے

چو نظر قرار گیرد بہ نگارِ خوبروئے

تپد آں زماں دلِ من پئے خوبتر نگارے

ز شرر ستارہ جویم، ز ستارہ آفتابے

سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے

چو ز بادۂ بہارے، قدحے کشیدہ خیزم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزلے دِگر سرایم بہ ہوائے نو بہارے

طلبم نہایتِ آں کہ نہا یتے ندارد

بہ نگاہِ نا شکیبے، بہ دلِ اُمید وارے

دلِ عاشقاں بمیر و بہ بہشتِ جاودانے

نہ نوائے دردمندے، نہ غمے، نہ غمگسارے

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص296 تا 298)

ترجمہ:-

"..........میں کیا کروں میرے مزاج کو کسی مقام سے سازگاری نہیں ہے، میرا دل ہر وقت بے قرار رہتا ہے جیسے باغ میں صبا بے قرار رہتی ہے۔

..........جب میری نگاہ کسی خوبصورت محبوب پر پڑتی ہے تو میرا دل اسی وقت کسی اور زیادہ خوبصورت محبوب کی طلب میں تڑپنے لگتا ہے۔

..........مجھے شرر کے بعد ستارے کی اور ستارے کے بعد سورج کی تلاش رہتی ہے ،میری کوئی منزل نہیں ہے کیونکہ کسی جگہ مقیم ہو جانے میں میرے لیے موت ہے۔

..........جب میں موسمِ بہار کی شراب کا ایک جام لنڈھا کر اٹھتا ہوں تو فضائے نو بہار میں آکر ایک تازہ غزل کہتا ہوں۔

..........مجھے اپنی بے چین نگاہ اور اپنے پر امید دل کے ساتھ ایسی انتہا کی تلاش ہے جس کی اور کوئی انتہا نہیں۔

..........عاشقوں کا دل اس بہشت جاودانی میں پہنچ کر مر جاتا ہے جہاں کسی دردمند کی صدا نہیں، جہاں کوئی غم نہیں اور کوئی غم گسار نہیں۔"

اسی طرح "جاوید نامہ" میں بھی اقبال مرحوم اپنے اسی تصور کو مرشد رُومی کی زبان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یوں بیان کرتے ہیں:

آنچہ خوانی کوثر و غلمان و حور
جلوۂ ایں عالمِ جذب و سرور

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص:743)

ترجمہ:۔

''جو کچھ تو کوثر، غلمان اور حوروں کے بارے میں پڑھتا سنتا ہے، اس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اسی جذب و سرور کی دنیا کا ایک جلوہ ہے۔''

اور ''جاوید نامہ'' میں جب زندہ رود (اقبال) فردوسِ بریں سے رخصت ہونے لگتا ہے تو جنت کی حوریں اس سے ہم نشینی کی فرمائش کرتی ہیں:

برلبِ شاں زندہ رود، اے زندہ رود
زندہ رود، اے صاحبِ سوز و سرود

شور و غوغا از یسار و از یمیں
یک دو دم با ما نشیں، با ما نشیں

(کلیات اقبال، فارسی، ص:774)

ترجمہ:۔

''ان کے لبوں پر زندہ رود، زندہ رود کا نام ہے اور وہ زندہ رود کو جو کہ صاحب سوز و سرور ہے، پکار رہی ہیں۔ دائیں بائیں ہر طرف ان کا شور و غوغا ہے، اور وہ کہتی ہین کہ اور کچھ دیر کے لیے ہمارے ساتھ رہو۔''

مگر ان کے جواب میں زندہ رود (اقبال) یہ کہتا ہے کہ:

راہرو گو داند اسرارِ سفر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تر سد از منزل رہزن بیشتر

عشق در ہجر و وصال آسودہ نیست
بے جمالِ لا یزال آسودہ نیست

ابتدا پیش بُتاں اُفتادگی
انتہا از دلبراں آزادگی

عشق بے پروا و ہر دم در رحیل
در مکاں و لامکاں ابن السبیل

کیشِ ما مانندِ موجِ تیز گام
اختیارِ جادہ و ترکِ مقام

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص:775)

ترجمہ:

"............وہ راہرو جو سفر کے رازوں سے واقف ہے، اسے خوفِ رہزن سے بڑھ کر خوفِ منزل ہوتا ہے۔

............عشق کو نہ ہجر میں چین ہے نہ وصال میں، اسے جمالِ لازوال کے بغیر آسودگی کہاں؟

............عشق کی ابتدا محبوبوں کے سامنے عجز و انکساری ہے، اور اس کی انتہا دلبروں سے بے نیاز ہو جانا ہے۔

............عشق بے پروا ہے، ہر وقت محوِ سفر رہتا ہے، مکاں ہو یا لامکاں وہ دونوں ہی میں مسافر ہوتا ہے۔

............ہمارا مذہب وہ ہے جو تیز رفتار موج کا ہے، ہم راستہ تو اختیار کرتے ہیں مگر کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقام پر ٹھہرا نہیں کرتے۔''

اقبال مرحوم کے انہی تصورات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب ''فکرِ اقبال'' میں لکھا ہے کہ:

''اقبال کے ہاں عذاب وثواب اور جنت ودوزخ کا تصور بھی عام عقائد سے بہت کچھ الگ ہوگیا ہے، وہ جنت کو مومن کا مقصود نہیں سمجھتا اور نہ ہی اسے ابدی عشرت کا مقام خیال کرتا ہے، اس کے نزدیک جنت یا دوزخ مقامی نہیں بلکہ نفسی ہیں۔

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

(فکرِ اقبال، ص: 125 مطبوعہ بزم اقبال، لاہور)

اقبال مرحوم کی کتاب ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کے خطبۂ چہارم کے مضمنات پر اقبال کی ترجمانی کرتے ہوئے، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مزید لکھتے ہیں کہ:

''اگر ہم مکانی تصورات سے نجات حاصل کرلیں تو یہ عقیدہ بھی قائم کرسکتے ہیں کہ جنت ودوزخ مقامات کا نام نہیں، بلکہ نفس کے احوال کا نام ہے، ازروئے قرآن دوزخ کی آگ کسی خارجی ایندھن سے نہیں جلتی بلکہ اس کے شعلے قلوب میں اٹھتے ہیں۔''

[فکرِ اقبال، ص: 823]

ان تصورات کا تجزیہ

ہمارے نزدیک اقبال مرحوم کے یہ دونوں تصورات...... جنت ودوزخ کا مقامات کی بجائے احوال وکیفیات ہونا اور وہاں کی زندگی میں عدمِ خلود ہونا........ قرآن مجید کی آیات اور اس کے نصوص کے صریحاً خلاف اور غلط ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے پہلے تصور کے حق میں انہوں نے جو قرآنی دلیل دی ہے اس کا اصل حوالہ یہ ہے:

﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ o الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْأَفْئِدَةِ o﴾

[ھمزہ: 7,6]

"وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچتی ہے۔"

ان دونوں آیاتِ قرآنی سے اقبال مرحوم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے ، بلکہ ناکامی کے دردانگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔

اب ذرا ان دونوں آیاتِ مذکورہ کا اصل سیاقِ کلام ملاحظہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ o الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ط یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ o وَمَآ اَدْرٰکَ مَاالْحُطَمَةُ o نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ o الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْأَفْئِدَةِ o اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ o فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ o﴾

[سورۃ ھمزہ]

"ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں پر طعن کرتا اور پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرنے کا خوگر ہے، جو مال جمع کرتا ہے، اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا ، ہرگز نہیں وہ شخص چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا اور تمہیں کیا معلوم وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک پہنچے گی ، وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی ، اس حالت میں وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔"

پوری سورۃ کے اس سیاق کلام میں لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ (وہ شخص چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔) اور فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔) کے قرآنی الفاظ بول بول کر اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اس میں "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ۔'' سے مراد وہ دوزخ مراد ہے جو ایک آتشیں مقام اور جگہ ہے۔

پھر دوزخ کے مقام ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں اتنے واضح دلائل، نظائر اور نصوص موجود ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان شواہد کی موجودگی میں دوزخ کا کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا جو دوزخ ہی سے متعلق قرآن مجید کی دوسری تصریحات سے متصادم یا ان کے منافی ہو۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ دوزخ کو بِئْسَ الْمَصِيْرُ (البقرہ: 126) اور بِئْسَ الْمِهَادُ (آل عمران: 12) کہا گیا ہے جن کے معنی ہیں ''برا ٹھکانا'' کہیں اُسے دَارُ الْفَاسِقِيْنَ (فاسقوں کا گھر) (الاعراف: 145) قرار دیا گیا ہے۔ کبھی اسے مَثْوَى الظَّالِمِيْنَ (ظالموں کے رہنے کی جگہ) (آل عمران: 51) سے تعبیر کیا ہے۔ کبھی اسے بِئْسَ الْقَرَارُ (بری جگہ) (ابراہیم: 29) بتایا ہے، اور کہیں اسے هَاوِيَةٌ (گڑھا) (القارعۃ: 9) کہا ہے۔

قرآن مجید کے اس قدر کثیر نصوص اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے آخر سورۂ ھُمَزَہ کے مذکورہ حوالے کی بنیاد پر یہ کہنے کی گنجائش کہاں ہے کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے اور ناکامی کے دردانگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔

دوسری جانب جنت کے مقام و مستقر ہونے کے نصوص اور قطعی دلائل بھی خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

① سورۂ فرقان میں ''عباد الرحمان'' اللہ کے نیک بندوں کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ وہ ایک اچھے مستقر اور مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿اُولٰٓئِکَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ○﴾

[الفرقان: 75,76]

''ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے جنت میں رہنے کو بالا خانے ملیں گے اور وہاں دعا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیا ہی اچھی جگہ ہے، تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے ہو یا مستقل طور پر رہنے کے لیے۔''

② سورۂ نازعات آیت 41 میں بتایا کہ نیک نفس انسان کے لیے جنت کا ٹھکانا ہوگا۔

﴿فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾

''پھر جنت اس کا ٹھکانا ہے۔''

سورۂ دخان میں ہے کہ پرہیزگاروں کے لیے جنت اور چشموں کی جائے امن ہوگی۔

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝﴾

''بے شک پرہیزگار لوگ امن کی جگہ پر ہوں گے، باغوں میں اور چشموں میں۔''

اب آیئے اس قرآنی دلیل کی طرف جس کی بنیاد پر اقبال مرحوم نے جنت اور دوزخ میں عدمِ خلود ہونے کا نظریہ قائم کیا ہے۔ جس آیت کا حوالہ انہوں نے دیا ہے وہ سورۂ نبا کی آیت نمبر 23 ہے، جہاں اللہ کے باغیوں کو جہنم کی وعید سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ:

﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝﴾

''وہ اس میں رہیں گے قرنوں تک۔''

اس آیت کے لفظ احقاب سے اقبال مرحوم یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ قرنوں تک کی مدت کہیں جا کر ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا دوزخ میں کسی کے لیے بھی خلود نہ ہوگا۔

مگر یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات کے قطعی خلاف ہے۔

1- لغت کی دلیل

پہلی بات جو اقبال مرحوم کے استدلال کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے وہ لفظِ احقاب کے لغوی معنی و مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی ہے۔ عربی لغت میں احقاب (واحد حقب اور حقبہ) کے معنی ''لا متناہی زمانے'' کے ہیں۔ عربی زبان کے مشہور و مستند لغت ''لسان العرب'' میں اسی لفظ کے معنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُدَّةٌ لَا وَقْتَ لَهَا (جلد 1، ص 326) کے بیان کیے گئے ہیں، جس کے معنی ہیں ''ایسی مدت جس کے ختم ہونے کے لیے کوئی وقت نہ ہو۔'' پھر اسی لغت میں مشہور ماہر لغت ''فراء'' کا قول درج کیا گیا ہے جس کے نزدیک اس آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے:

((والمعنیٰ انهم یلبثون فیها احقابا، کلما مضیٰ حُقُب تَبِعَه حُقب اُخر))

[لسان العرب، جلد اول، ص:326]

''اور اس کے معنی کہ وہ دوزخ میں احقاب کی مدت رہیں گے۔ یہ ہیں کہ جب ایک دورِ زمانی گزرے گا تو پھر دوسرا دورِ زمانی شروع ہو جائے گا۔''

عربی زبان کے ایک ماہرِ لغت مفسرِ قرآن علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر ''الکشاف'' میں لٰبِثِیْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا کی اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

((احقابا، حقبا بعد حقب کما مضیٰ حقب تبعه آخر الیٰ غیر نهایة ولا یکاد یستعمل الحقب و لاحقبة الاحیث یراد تتابع الازمنة و توالیها))

[الکشاف، جلد 4، ص:209]

''احقاب کے معنی ہیں، ایک مدتِ دراز ختم ہونے کے بعد دوسری مدتِ دراز کا شروع ہو جانا، لامتناہی طور پر، حقب اور حقبہ (جمع احقاب) کے الفاظ کا استعمال صرف ایسی صورت میں ہوتا ہے جہاں پے در پے ایک زمانہ ختم ہو جانے کے بعد دوسرے زمانے کا آغاز ہو جانا مراد ہوتا ہے۔''

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے قرآن مجید کی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’احقاب کے صیغۂ جمع آ جانے سے کوئی گنجائش دوزخ کے عدمِ خلود کے قائلوں کے لیے نہ رہی۔‘‘

[بحوالہ ترجمۂ وتفسیر قرآن مجید، ص: 117، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ]

مولانا امین احسن اصلاحی نے آیت مذکورہ کا یہ مطلب تحریر کیا ہے: ’’لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا ، اَحْقَابٌ کے معنی قرنوں کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کے الفاظ سے ہوگئی ہے۔ یعنی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اس سے طویل مدت مراد کے کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دن ختم ہو جائے گی لیکن یہ رائے غلط ہے۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں کرتے ہیں نہ کہ مفصل کی شرح مجمل کی روشنی میں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کے الفاظ ظاہر ہے کہ مفصل ہیں اور لفظ احقاب مجمل، اس مجمل کو مفصل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اس کے برعکس۔

’’علاوہ ازیں یہاں انجام باغیوں اور سرکشوں کا بیان ہوا ہے جس کے لیے قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ تصریح ہے کہ ان کو جہنم سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔‘‘

[تدبر قرآن، جلد 9، ص: 163، لاہور 1983]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

’’اصل میں لفظ ’’احقاب‘‘ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ’’پے در پے آنے والے طویل زمانے‘‘ ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دور ختم ہوتے ہی دوسرا دور شروع ہو جائے۔ اس لفظ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنت کی زندگی میں تو ہیشگی ہوگی مگر جہنم میں ہیشگی نہیں ہوگی کیونکہ یہ مدتیں خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں ، بہرحال جب مدتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے یہی متصور ہوتا ہے کہ وہ لامتناہی نہ ہوں گی بلکہ کبھی نہ کبھی جا کر ختم ہو جائیں گی۔ لیکن یہ استدلال دو وجوہ سے غلط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے: ایک یہ کہ عربی لغت کے لحاظ سے ''حقب'' کے لفظ ہی میں یہ مفہوم شامل ہے کہ ایک حقب کے پیچھے دوسرا حق ہو۔ اس لیے احقاب لازماً ایسے ادوار ہی کے لیے بولا جائے گا جو پے در پے ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں اور کوئی دور بھی ایسا نہ ہو جس کے پیچھے دوسرا دور نہ آئے۔ دوسرے یہ کہ کسی موضوع کے متعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ایسا مفہوم لینا اصولاً غلط ہے جو اسی موضوع کے بارے میں قرآن کے دوسرے بیانات سے متصادم ہوتا ہو۔ قرآن میں 34 مقامات پر اہل جہنم کے لیے خلود (ہمیشگی) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ ''وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں، مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔'' [المائدہ: آیت نمبر: 37] ان تصریحات کے بعد لفظ احقاب کی بنیاد پر یہ کہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جہنم میں خدا کے باغیوں کا قیام دائمی نہیں ہوگا بلکہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔''

[تفہیم القرآن، جلد 6، ص 229,230]

2- اُصولِ تفسیر کی دلیل

قرآن مجید کی تفسیر کا ایک مسلمہ اصول (بلکہ اصل الاصول) تفسیر القرآن بالقرآن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی کی روشنی میں کی جائے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضَہٗ (قرآن کا بعض اس کے بعض کی تفسیر کر دیتا ہے۔)

اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو قرآن مجید نے چالیس (40) سے زیادہ مقامات پر یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جنت یا دوزخ میں رہنے والے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، ہوں گے یعنی وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

گویا قرآن مجید نے خلود فی النار (دوزخ میں ہمیشگی) اور خلود فی الجنۃ (جنت میں ہمیشگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس روز لوگوں کے اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی؟ اس لیے اس دن کو فیصلے کے دن سے تعبیر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ o قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ o﴾ [السجدہ:29]

''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ فیصلے کا دن کب آئے گا؟ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی۔''

34- یوم فصل (یوم الفصل، فیصلے کا دن)

قیامت کا ایک قرآنی نام یومِ فصل (يَوْمُ الْفَصْلِ) بھی ہے۔ عربی میں فصل کے اصل معنی جدائی کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ فیصلے اور فرق و امتیاز کے معنوں میں آیا ہے۔ یومِ فصل سے مراد قیامت ہے جو کہ فیصلے کا دن ہے۔ اس دن حق و باطل میں فرق و امتیاز کر دیا جائے گا۔ پھر کسی کو جنت ملے گی اور کسی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

﴿هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ o﴾ [الصافات:21]

''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔''

35- یومُ القیامہ (قیامت کا دن)

آخرت کو یومُ القیامہ بھی کہا گیا ہے۔ عربی میں قیامت کے معنی ایک دم کھڑے ہونے کے ہیں۔ قیام بمعنی ثبوت بھی آتا ہے۔ پہلے مفہوم کے لحاظ سے قیامت کے دن چونکہ سب لوگ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ دوسرے مفہوم میں چونکہ قیامت کا دن برحق اور اٹل ہے اور ایک واقعی حقیقت ہے اس لیے اسے اس نام سے تعبیر کیا گیا۔ سورۃ البقرہ آیت 85 میں ہے کہ:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ط﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب میں دھکیل دیا جائے۔''

36- یوم کبیر (بڑا دن)

قرآن میں قیامت کے دن کو یومِ کبیر (بڑا دن) کا نام بھی دیا گیا ہے۔ کَبِیْرٌ دراصل فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشتبہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وسعت اور مقدار میں بڑا، یا ہولناکیوں میں بڑا۔ چونکہ قیامت کے دن میں یہ دونوں خصائص پائے جاتے ہیں اس لیے اسے ''یوم کبیر'' سے موسوم کیا گیا۔ سورۂ ھود آیت 3 میں ہے:

﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ٥﴾

''اور اگر تم نہیں مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ تم ایک بڑے دن کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔''

37- یوم مجموع (جمع ہونے کا دن، ہجوم کا دن)

آخرت کے دن کو ''یوم مجموع'' بھی کہا گیا۔ مجموع جَمَعَ یَجْمَعُ سے اسم مفعول ہے۔ یوم مجموع سے مراد وہ دن ہے جس میں سب لوگوں کو جمع اور اکٹھا کیا جائے گا۔ وہ سب حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے۔ چنانچہ سورۂ ھود آیت 103 میں ہے کہ:

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ٥﴾

''اس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔''

38- یوم محیط (گھیر لینے والا دن)

قیامت کو یوم محیط بھی کہا گیا ہے۔ محیط اَحَاطَ یُحِیْطُ سے اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی ہیں ''گھیرنے والا۔'' چونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے ہر چیز کو ہر طرف سے گھیر لے گا اور اس پر قابو پالے گا۔ کوئی اس کے احتساب سے بچ نہیں سکے گا۔ اس لیے قیامت کے دن کو ''یوم محیط'' (گھیر لینے والا دن) کہا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ:

﴿اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝﴾ [ھود آیت:84]

39- یوم مشہود (حاضری کا دن)

قیامت کے دن کو یومِ مشہود (حاضری کا دن) بھی کہا گیا ہے. مشہود شَھِدَ یَشْھَدُ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "حاضر کیا گیا۔"

چونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اپنی عدالت میں حاضر کرے گے اس لیے اس دن کو "یوم مشہود" (حاضری کا دن) کہا گیا۔

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وَ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ ۝﴾

"اس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔"

40- یوم معلوم (مقررہ دن)

قرآن میں قیامت کو یومِ معلوم (معلوم دن) کا نام بھی دیا گیا ہے۔ معلوم عَلِمَ یَعْلَمُ سے اسم مفعول ہے۔ جس کے معنی مقرر اور معین کے ہیں۔ چونکہ قیامت کا دن اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر اور متعین ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ سورۃ الواقعہ آیت 50 میں ہے کہ:

﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝﴾

"سب ایک مقررہ دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔"

41- یوم موعود (وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا)

قرآن نے قیامت کو یومِ موعود (وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا) بھی کہا ہے۔ موعود دراصل اسم مفعول ہے وَعْدٌ مصدر سے۔ یومِ موعود کے معنی ہیں وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ قیامت کو یومِ موعود کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے واقع ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ البروج آیت 2 میں اسی نام سے قیامت کے دن کی قسم کھائی گئی ہے:

﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ o﴾

''قسم ہے اس دن کی جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔''

42- یوم وعید (ڈراوے کا دن، دھمکی کا دن)

قرآن نے روزِ قیامت کو ''یوم وعید'' بھی کہا ہے۔ وعید مصدر ہے جس کے معنی دھمکی، تنبیہ اور عذاب کے وعدے کے ہیں۔ چونکہ اس دن کے عذاب سے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے اس لیے یہ نام رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ o﴾ [ق آیت: 20]

''اور صور پھونکا جائے گا تو وہ ڈراوے کا دن ہوگا۔''

43- یوم الوقت المعلوم (مقررہ وقت کا دن)

قرآن میں قیامت کے دن کو یَوْمُ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (مقررہ وقت کا دن) بھی کہا گیا ہے۔ چونکہ قیامت کے برپا ہونے کا وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں معین اور مقرر ہے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ چنانچہ سورۃ الحجر آیت 38 میں ارشاد ہوا کہ:

﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ o﴾

''اس دن تک کے لیے جو کہ مقررہ وقت ہے۔''

الغرض قیامت کے یہ سب نام قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے اس دن کی کیفیات، احوال اور مختلف مراحل واضح ہو جاتے ہیں۔

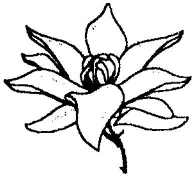

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(15) غُثَآءً اَحْوٰی کے معنی ❶

بعض تجدد پسند لوگوں نے سورۂ اعلیٰ کی آیت 5 میں غُثَآءً اَحْوٰی کے قرآنی الفاظ کا ترجمہ ایسی گھنی نباتات کیا ہے جو سیاہی مائل سرسبز و شاداب ہو۔ چنانچہ وہ سورۂ اعلیٰ کی آیت 4 اور 5 کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝﴾

''اور جس نے نباتات اُگائیں، پھر ان کو گھنی سرسبز و شاداب بنایا۔''

مگر ہمیں غُثَآءً اَحْوٰی کے مذکورہ بالا ترجمے سے اختلاف ہے کیونکہ یہ ترجمہ قرآن مجید کی قطعی نص اور عربیت کے خلاف ہے۔ اور ہمارے نزدیک ان دونوں آیات کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

''اور جس نے نباتات اُگائی، پھر اسے سیاہ کوڑا کر دیا۔''

قرآنی دلیل

عربی زبان میں غُثَآءً کے معنی وہ نہیں ہیں جو ان حضرات نے سمجھے ہیں۔ بلکہ اس کے اصل معنی خس و خاشاک ہی کے ہیں۔

سورۂ مومنون میں قومِ صالح پر عذاب کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ج﴾

[المومنون آیت: 41]

❶ یہ مضمون ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ دسمبر 1988ء (جلد 110 عدد 4) میں چھپ چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پھر ہمارے وعدۂ برحق کے مطابق ان کو سخت آواز (عذاب) نے آ پکڑا اور ہم نے ان کو خس وخاشاک (کی طرح پامال) کر دیا۔''

مذکورہ آیت میں ''غُثَآءً'' کے معنی خس وخاشاک اور ''سیاہ کوڑے'' کے آئے ہیں، اور اس سے گھنا سیاہی مائل سبزہ مراد نہیں لیا جاسکتا۔

عربی لُغت کے دلائل

مشہور عربی لغت لسان العرب میں اہل لغت کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ ''غُثَآءً اَحْوٰی'' کے معنی سیاہ خشک گھاس یا خس وخاشاک کے ہیں۔

① ((الفرّا فی قوله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ قال: اذا صار النبت یَبِیْسًا فَهُوَ غُثَآءٌ، وَالْاَحْوٰی، الذی قد اسود من القدم والعتق وقد یکون معناه ایضاً اَخْرَجَ الْمَرْعٰی، أی اخضر فجعله غُثَآءً بعد خَضْرَتِهٖ فیکون مؤخرا معناه التقدیم، والاحوٰی: الاسود من الخُضرة، کما قال: ﴿مُدْهَآمَّتَانِ﴾))

[لسان العرب، ابن منظور، جلد 14 ص 207]

"فراء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ ﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ جب نباتات سُوکھ کر خشک ہو جائے تو اسے غُثَآءً کہتے ہیں اور اَحْوٰی اس چیز کو کہتے ہیں جو بوسیدگی اور قدامت کی وجہ سے سیاہ ہو جائے۔ اس کے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی کہ اسے سب اُگایا اور پھر خشک کر دیا اور اس طرح دونوں جملوں میں تاخیر وتقدیم ہوگئی ہے اور اَحْوٰی کے معنی زیادہ سرسبز وشاداب ہونے کی وجہ سے سیاہ ہونے کے بھی ہیں، جیسے (قرآن میں) مُدْهَآمَّتٰنِ ''دوسرسبز سیاہی مائل باغ'' آیا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

② ((وَقَالَ الزجاج فی قوله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ قال: غُثَآءً جفّفهٗ حتّٰی صَیَّرهٗ هشِیْمًا جافًا کالْغُثَاءِ الذی تراه فوق السیل، وقیل معناه اخرج المرعی الاحوی أی اخضر فجعله غُثَآءً بعد ذٰلک أی یابِسًا))

[لسان العرب، ابن منظور، جلد 15 ص 116]

''الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ غُثَآءً بنا دینے سے مراد یہ ہے کہ اس سبزے اور نباتات کو خشک اور چورا بنا دیا جیسے سیلاب کے اوپر خس و خاشاک نظر آتے ہیں۔''

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں اخرج المرعی الاحوی یعنی سبز نباتات کو اُگایا اور پھر اس کے بعد اُسے غُثَآءً یعنی خشک کر دیا۔

③ ابن قتیبہ نے ''تفسیر غریب القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

((فَجَعَلَهٗ غُثَآءً أی یَبَسًا)) (پھر اسے غُثَآءً بنا دیا یعنی خشک بنا دیا۔) (اَحْوٰی) ((اَسود من قِدمهٖ واحترقهٖ)) (جو بوسیدگی یا جل کر راکھ ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہو۔)

[تفسیر غریب القرآن، ص 524، طبع بیروت]

④ مشہور لُغوی مفسر علامہ زمخشری نے غُثَآءً کے بارے میں یہ تحقیق کی ہے:

((وهو الحمیل السیل مما بلی و اسود من العیدان والورق))

[الکشاف للزمخشری، جلد 3، ص 32، مطبوعہ بیروت]

''﴿غُثَآءً﴾ سے مراد سیلاب کے خشک اور سیاہ خس و خاشاک ہیں جو اصل میں بوسیدہ لکڑیوں کے ٹکڑے اور درختوں اور پودوں کے سُوکھے ہوئے پتے ہوتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی تفسیر میں غُثَآءً کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ:

((اَحوٰی صفة لغثاء: ای(اخرج المرعی) انبته (فجعله)بعد خضر ته و رفیفه (غُثَآءً اَحوٰی) دَرِیْنًا أسود،و یجوز ان یکون حالًا من المرعیٰ،ای اخرجه احوی اسود من شدة الخضرة و الری فجعله غثاء بعد حوته۔))

[الکشاف للزمخشری، جلد 4، ص243، مطبوعہ مصر]

"اَحوٰی یہاں غُثَآءً کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ گویا اَخرَجَ الْمَرعٰی سے مُراد ہے کہ نباتات اُگائی اور فَجَعَلَه' غُثَآءً اَحوٰی یعنی اس کو تر و تازہ سبزہ بنانے کے بعد سیاہ خشک کر دیا۔ اور یہ معنی بھی جائز ہیں کہ اَحوی حال ہوا لمرعیٰ کا۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہے کہ سبزہ اُگایا جو تر و تازگی اور شادابی کی وجہ سے سیاہی مائل تھا اور اس کے بعد اسے خشک سیاہ بنا دیا۔"

⑤ مشہور مفسر قرطبی نے غُثَآءً کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

الغثا الشئ الیابس یعنی غُثَآءً سے خشک چیز مراد ہے۔

پھر اس کی مزید تشریح کی ہے کہ:

((الغثاء ما یقذف به السیل علی جوانب الوادی من الحشیش والنبات والقماش)) یعنی "غُثَآءً سے مراد وہ گھاس پھوس اور کوڑا کرکٹ ہے جسے سیلاب وادیوں کے کناروں پر پھینک دیتا ہے۔"

((ویُقال للبقل والحشیش اذا تحطم و یبس : غثاء وهشیم))

"یعنی جب سبزہ اور گھاس ریزہ ریزہ اور خشک ہو جائیں تو اُسے غُثَآءً یا هَشِیم کہا جاتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر اسی تفسیر میں غُثَآءً اَحْوٰی کے بارے میں مشہور ماہرینِ لغت ابوعبیدہ اور عبدالرحمٰن بن زید کے یہ اقوال بھی ہیں:

((وقال ابو عبیدہ : فجعله اسود من احتراقه وقدمه ،والرطب اذا یبس اسود،وقال عبدالرحمن بن زید : اخرج المرعٰی اخضر،ثم لما یبس اسودّ من احتراقه،فصار غثاء تذهب به الریاح والسیول))

''ابوعبیدہ نے اس غثاء احْوٰی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اسے بوسیدہ ہونے یا جل کر راکھ ہونے کی وجہ سے سیاہ کوڑا کر دیا،اور سبزہ جب خشک ہو جائے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔اور عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبز نباتات اُگائی۔پھر جب وہ خشک ہوئی اور سیاہ راکھ بن گئی تو وہ غُثَآءً ہے جسے ہوائیں اڑاتی ہیں اور سیلاب بہالے جاتے ہیں۔''

(ان حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی،جلد 10،ص 18،17۔طبع بیروت)

⑥ تفسیر البحر المحیط میں ابن حیان اندلسی نے غُثَآءً اَحْوٰی کے ضمن میں لکھا ہے:

((قال ابن عباس المعنی فجعله غثاءً اَحْوٰی ،ای اسود لأن الغثاء اذا قدم واصابته الامطار اسود و تعفن فصار اَحْوٰی))

[البحر المحیط،لابن حیان اندلسی،جلد 8،ص 458]

''ابن عباسؓ کا قول ہے کہ غُثَآءً اَحْوٰی کے معنی ہیں کہ غثا یعنی خشک نباتات سیاہ ہو گئی۔کیونکہ خشک نباتات جب بوسیدہ ہو جاتی ہے تو بارش وغیرہ کے اثر سے گل سڑ کر سیاہ ہو جاتی ہے اور اَحْوٰی ہونے کے یہی معنی ہیں۔''

⑦ تفسیر قاسمی (محاسن التاویل) میں محمد جمال الدین قاسمی نے سورۂ اعلیٰ کے اس مقام کی تفسیر اس طرح کی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اَلْمُرْعٰی: أی أخرج من الارض مرعی الانعام من صنوف النبات فجعله"ای بعد خضرته و نضرته"غُثَآءً" ای جافًا یابسًا تطیر به الریح۔

"اَحْوٰی"أی اسود ،صفة مؤکدة(لغثاء)لان النبات اذا یبس تغیر اِلٰی (الحوة)وهی السواد))

[تفسیر قاسمی، جلد 10، ص126،طبع بیروت]

"اَلْمَرْعٰی کے معنی ہیں کہ زمین سے مختلف قسم کی نباتات اُگائیں جو مویشیوں کے لیے گھاس چارہ ہے۔فَجَعَلَه، غُثَآءً یعنی اس نباتات کو سرسبزی وشادابی کے بعد اُسے ایسا خشک کردیا جسے ہوا اُڑائے پھرتی ہے۔

اور "اَحْوٰی" کے معنی "سیاہ" کے ہیں اور یہ غُثَآءً کی صفت کے طور پر آیا ہے کیونکہ جب سبزہ خشک ہوجاتا ہے تو اس کا رنگ سیاہ ہوجاتا ہے۔"

⑧ تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ سے غُثَآءً اَحْوٰی کی یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ:

﴿فَجَعَلَه، غُثَآءً اَحْوٰی﴾ قَالَ ابن عباس: هَشِیْمًا مُتَغَیِّرًا۔

[بحوالہ تفسیر ابن کثیر، جلد 4، ص500،طبع بیروت]

"یعنی اس سے مراد ہے سیاہ رنگ میں تبدیل شدہ کوڑا، چُورا۔"

لُغت وتفسیر کی ان تصریحات سے درج ذیل امور بالکل واضح ہیں:

1۔ لفظِ غُثَآءً کے لغوی معنی یہ ہیں:

"خس وخاشاک، سُوکھی ہوئی گھاس پھونس، خشک نباتات، خشک چورا اور کوڑا وغیرہ۔"

2۔ لفظِ اَحْوٰی کے لغوی معنی دو ہیں:

ا= ایسی نباتات جو کہنگی اور بوسیدگی کی وجہ سے سیاہ ہوچکی ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲=ایسی نباتات جوتازگی وشادابی اورزرخیزی کی وجہ سے سیاہ مائل سبز ہوگئی ہو۔

3۔ پھر جن لوگوں نے لفظِ اَحْوٰی کو غُثَآء کی صفت مانا ہے، انہوں نے اس کے پہلے معنی مراد لیے ہیں۔یعنی کنگی اور بوسیدگی کی وجہ سے سیاہ ہونے کا مفہوم۔اور ان کے نزدیک دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ جس نے نباتات اُگائی اور پھر اسے سیاہ خس وخاشاک بنادیا۔''

4۔ جن لوگوں نے اَحْوٰی کو اَلْمَرْعٰی کی صفتِ مؤخر قرار دیا ہے انہوں نے اَحْوٰی کو مذکورہ دوسرے معنوں میں لیا ہے اور ان کی رائے میں دونوں آیات کا مفہوم یہ ہے:

''وہ جس نے سیاہی مائل سبز نباتات اُگائی اور پھر اسے خس وخاشاک بنادیا۔''

گویا''اَحْوٰی'' کے دو مختلف لُغوی معنوں کے باوصف جس مفہوم پر علمائے لُغت اور مفسرین کرام کا کامل اتفاق اور اجماع ہے وہ یہ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ و عجیبہ ہے کہ اس نے پہلے سبزہ پیدا کیا اور ہر طرح کی نباتات اُگائی اور پھر کچھ عرصے کے بعد اُسے خس وخاشاک اور خشک وسیاہ چُورے میں تبدیل کردیا۔''

سورۂ اعلیٰ کی ان دونوں آیات کی یہی تفسیر قرآن مجید کے دوسرے نصوص اور نظائر سے مطابقت رکھتی ہے، مثال کے طور پر اس کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

1۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَه‘ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُه‘ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُه‘ حُطَامًاo اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ o﴾

[الزمر،آیت:21]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں چلا دیتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے سے مختلف رنگوں کی کھیتی اُگاتا ہے، پھر وہ خوب بڑھتی ہے۔ پھر تو اُسے زرد شدہ دیکھتا ہے۔ پھر وہ اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔''

2۔ سورۂ حدید میں فرمایا گیا ہے:

﴿اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ﴾

[الحدید، آیت: 20]

''جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد چاہنا ہے، جیسے بارش کی حالت کہ اس کی روئیدگی سے کسان خوش ہو جائیں پھر وہ اُبھرے اور تم اُسے زرد دیکھو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔''

3۔ سورۂ کہف میں بیان ہوا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۝﴾

[الکہف: 45]

''اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو جیسے پانی کہ جسے ہم نے آسمان سے برسایا پھر زمین کی روئیدگی پانی کے ساتھ مل گئی۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہوگئی، جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخری آیت میں وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا (اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔) سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سرسبز نباتات اُگانا اور پھر اُسے زرد، خشک اور سیاہ خس وخاشاک کر دینا اور اُسے چُورا بنا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور یہی مضمون سورۂ اعلیٰ کی زیرِ بحث آیات میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اور یہ چیز قرآن مجید میں تصریفِ آیات کے اسلوب کے بالکل مطابق ہے کہ ایک ہی مضمون بار بار کئی طرح بیان ہوتا ہے۔ اور اس سے ایک اور مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے کہ ((اَلْقُرآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُه' بَعْضَه')) یعنی ''قرآن کا بعض حصہ اس کے بعض حصے کی تفسیر کرتا ہے۔'' گویا قرآن اپنی تفسیر آپ کر دیتا ہے۔

اب جو لوگ ان آیات کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے نباتات اُگائی اور پھر اُسے گھنا اور سرسبز و شاداب بنا دیا۔''

تو یہ مفہوم لینے میں چند در چند کمزور پہلو ہیں:

1۔ اس مفہوم میں پہلا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس میں لفظ غُثَآءً (خس و خاشاک) کے وہ صحیح معنی شامل نہیں ہیں جو قرآن مجید اور عربیت میں مستعمل ہیں اور جس کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں۔

2۔ اس مفہوم میں دوسرا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صرف ایک جز بیان ہوتا ہے کہ اس نے سرسبز و شاداب نباتات اُگائی۔ اور اتنی بات کے اظہار کے لیے دو آیتیں نازل کی گئیں۔ اس کے برعکس صحیح مفہوم کے مطابق دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ابتدا سے انتہا تک کامل طور پر ہوتا ہے کہ اس نے سرسبز نباتات اُگائی اور پھر ایک وقت آیا جب اُسے سیاہ چُورے اور خس و خاشاک میں تبدیل کر دیا۔

3۔ اس مفہوم میں تیسرا کمزور پہلو یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لفظ اَخْرَجَ سے صرف نباتات کو زمین سے اُگا دینے کی حالت مراد لی گئی ہے اور بعد کے مراحل مثلاً اس کا بڑھنا اور پھلنا، پھولنا مراد نہیں لیا گیا۔ جب کہ قرآن مجید میں اَخْرَجَ کا لفظ اس طرح کے قرینے کے ساتھ جو یہاں موجود ہے، محض اُگانے کی حالت بیان کرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ اس لفظ میں بعد کے مراحل ...... بڑھنا اور پھلنا پھولنا وغیرہ ...... کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔

1۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرہ میں ارشاد الٰہی ہے کہ:

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا﴾

[البقرہ:22]

''اور اس نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر اس سے تمہارے لیے کھانے کو پھل نکالے۔''

اس آیت میں فَاَخْرَجَ آیا ہے اور اس کے ساتھ کھانے کے پھلوں کا ذکر ہے اور ظاہر ہے یہاں پر محض نباتات کے اُگنے کی حالت مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں پھلنے، پھولنے اور پکنے تک کی تمام حالتیں مراد ہیں۔

2۔ اسی طرح سورۂ فاطر آیت 27 میں ارشاد ہوا کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے پھل نکالتے ہیں، جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔''

یہاں بھی فَاَخْرَجْنَا (پھر ہم نکالتے ہیں۔) کے ساتھ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگوں کے) آیا ہے۔

اور معلوم ہے کہ زمین سے مختلف رنگوں کے پھل ابتداء میں نہیں نکلتے، بلکہ یہاں بھی اُگنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مرحلے سے لے کر پھلنے پھولنے تک کے سارے مراحل شامل ہیں۔

3۔ پھر سورۂ یٰس آیت 33 میں فرمایا گیا کہ:

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ o﴾

''اوران کے لیے خشک زمین بھی ایک نشانی ہے، جسے ہم نے زندہ کیااور اس سے اناج نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔''

یہاں بھی اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (ہم نے اناج نکالا) اور ظاہر ہے کہ اُگنے کی ابتدائی حالت میں زمین سے اناج یا دانے نہیں اُگتے بلکہ پودے اور درخت اُگتے ہیں۔لہٰذا یہاں بھی اَخْرَجْنَا کے لفظ میں نباتات کے اُگنے سے لے کر پھلنے پھولنے تک کی تمام حالتیں یکجا مراد ہیں۔

4۔ اس مفہوم کا چوتھا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیات کے مفہوم سے میل نہیں کھاتا اور اس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سورۂ اعلیٰ کی زیرِ بحث آیات کا وہی مفہوم صحیح اور معتبر ہے جس کی تائید لغت سے ہوتی ہے، جس کی قرآنی نصوص اور نظائر سے موافقت موجود ہے اور جو اُمتِ مسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسرین کرام کی متفقہ تفسیر کے بالکل مطابق ہے۔اور جسے پہلے بیان کر دیا جا چکا ہے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

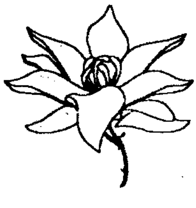

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(16) مکی اور مدنی سورتیں

مفسرین کرام نے قرآن مجید کی کل 114 سورتوں کو نزول کے اعتبار سے مکی اور مدنی سورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح قرآن حکیم کے تدریجی احکامات اور سیرتِ طیبہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

1- مکی و مدنی سورتوں کی تعداد

مکی اور مدنی سورتوں کی الگ الگ تعداد میں اختلاف ہے۔ تاہم قرآن مجید کا قریباً دو تہائی سے زیادہ حصہ مکی سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح تعداد اور مقدار دونوں اعتبار سے مکی سورتیں مدنی سورتوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔

2- مکی و مدنی سورتوں کی تعیین

قرآنی سورتوں میں سے بعض کو مکی اور بعض کو مدنی قرار دینے میں مفسرین حضرات کی تین مختلف آراء ہیں:

① جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

② جن سورتوں میں اہل مکہ سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں اہلِ مدینہ مخاطب ہیں وہ مدنی ہیں۔ اسی رائے کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وضاحت کی جاتی ہے کہ اکثر اہلِ مکہ کافر و مشرک تھے۔ اس لیے انہیں **يَا اَيُّهَا النَّاسُ** (اے لوگو!) کہہ کر خطاب کیا گیا، اگرچہ وہاں کے دوسرے لوگ بھی ان میں شامل ہیں۔ اسی طرح اہلِ مدینہ میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اس لیے انہیں **يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** (اے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس روز لوگوں کے اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی؟ اس لیے اس دن کو فیصلے کے دن سے تعبیر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ o﴾ [السجدہ: 29]

''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ فیصلے کا دن کب آئے گا؟ کہہ دیجیے کہ فیصلے کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔''

34- یوم فصل (یوم الفصل، فیصلے کا دن)

قیامت کا ایک قرآنی نام یومِ فصل (يَوْمُ الْفَصْلِ) بھی ہے۔ عربی میں فصل کے اصل معنی جدائی کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ فیصلے اور فرق و امتیاز کے معنوں میں آیا ہے۔ یومِ فصل سے مراد قیامت ہے جو کہ فیصلے کا دن ہے۔ اس دن حق و باطل میں فرق و امتیاز کر دیا جائے گا۔ پھر کسی کو جنت ملے گی اور کسی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ o﴾ [الصافات: 21]

''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔''

35- یومُ القیامہ (قیامت کا دن)

آخرت کو یومُ القیامہ بھی کہا گیا ہے۔ عربی میں قیامت کے معنی ایک دم کھڑے ہونے کے ہیں۔ قیام بمعنی ثبوت بھی آتا ہے۔ پہلے مفہوم کے لحاظ سے قیامت کے دن چونکہ سب لوگ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ دوسرے مفہوم میں چونکہ قیامت کا دن برحق اور اٹل ہے اور ایک واقعی حقیقت ہے اس لیے اسے اس نام سے تعبیر کیا گیا۔ سورۂ البقرہ آیت 85 میں ہے کہ:

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب میں دھکیل دیا جائے۔''

36- یوم کبیر (بڑا دن)

قرآن میں قیامت کے دن کو یومِ کبیر (بڑا دن) کا نام بھی دیا گیا ہے۔ کَبِیْرٌ دراصل فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشتبہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وسعت اور مقدار میں بڑا، یا ہولناکیوں میں بڑا۔ چونکہ قیامت کے دن میں یہ دونوں خصائص پائے جاتے ہیں اس لیے اسے ''یوم کبیر'' سے موسوم کیا گیا۔ سورۂ ھود آیت 3 میں ہے:

﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ○﴾

''اور اگر تم نہیں مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ تم ایک بڑے دن کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔''

37- یوم مجموع (جمع ہونے کا دن، ہجوم کا دن)

آخرت کے دن کو ''یوم مجموع'' بھی کہا گیا۔ مجموع جَمَعَ یَجْمَعُ سے اسم مفعول ہے۔ یوم مجموع سے مراد وہ دن ہے جس میں سب لوگوں کو جمع اور اکٹھا کیا جائے گا۔ وہ سب حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے۔ چنانچہ سورۂ ھود آیت 103 میں ہے کہ:

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ○﴾

''اس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔''

38- یوم محیط (گھیر لینے والا دن)

قیامت کو یوم محیط بھی کہا گیا ہے۔ محیط اَحَاطَ یُحِیْطُ سے اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی ہیں ''گھیرنے والا۔'' چونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے ہر چیز کو ہر طرف سے گھیر لے گا اور اس پر قابو پا لے گا۔ کوئی اس کے احتساب سے بچ نہیں سکے گا۔ اس لیے قیامت کے دن کو ''یوم محیط'' (گھیر لینے والا دن) کہا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ:

﴿اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ o﴾ | ھود آیت:84 |

39- یوم مشہود (حاضری کا دن)

قیامت کے دن کو یومِ مشہود (حاضری کا دن) بھی کہا گیا ہے۔ مشہود شَھِدَ یَشْھَدُ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''حاضر کیا گیا۔''

چونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اپنی عدالت میں حاضر کرے گے اس لیے اس دن کو ''یوم مشہود'' (حاضری کا دن) کہا گیا۔

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ o﴾

''اس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہو گا۔''

40- یوم معلوم (مقررہ دن)

قرآن میں قیامت کو یومِ معلوم (معلوم دن) کا نام بھی دیا گیا ہے۔ معلوم عَلِمَ یَعْلَمُ سے اسم مفعول ہے۔ جس کے معنی مقرر اور معین کے ہیں۔ چونکہ قیامت کا دن اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر اور متعین ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ سورۃ الواقعہ آیت 50 میں ہے کہ:

﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ o﴾

''سب ایک مقررہ دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔''

41- یوم موعود (وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا)

قرآن نے قیامت کو یومِ موعود (وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا) بھی کہا ہے۔ موعود دراصل اسم مفعول ہے وَعْدٌ مصدر سے۔ یومِ موعود کے معنی ہیں وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ قیامت کو یومِ موعود کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے واقع ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۂ البروج آیت 2 میں اسی نام سے قیامت کے دن کی قسم کھائی گئی ہے:

﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝﴾

''قسم ہے اس دن کی جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔''

42- یوم وعید (ڈراوے کا دن، دھمکی کا دن)

قرآن نے روزِ قیامت کو ''یوم وعید'' بھی کہا ہے۔ وعید مصدر ہے جس کے معنی دھمکی، تنبیہ اور عذاب کے وعدے کے ہیں۔ چونکہ اس دن کے عذاب سے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے اس لیے یہ نام رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝﴾ [ق آیت:20]

''اور صور پھونکا جائے گا تو وہ ڈراوے کا دن ہوگا۔''

43- یومُ الوقت المعلوم (مقررہ وقت کا دن)

قرآن میں قیامت کے دن کو یَوْمُ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (مقررہ وقت کا دن) بھی کہا گیا ہے۔ چونکہ قیامت کے برپا ہونے کا وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں معین اور مقرر ہے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ چنانچہ سورۃ الحجر آیت 38 میں ارشاد ہوا کہ:

﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝﴾

''اس دن تک کے لیے جو کہ مقررہ وقت ہے۔''

الغرض قیامت کے یہ سب نام قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے اس دن کی کیفیات، احوال اور مختلف مراحل واضح ہو جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(15) غُثَآءً اَحۡوٰی کے معنیٰ [1]

بعض تجدّد پسند لوگوں نے سورۂ اعلیٰ کی آیت 5 میں غُثَآءً اَحۡوٰی کے قرآنی الفاظ کا ترجمہ ایسی گھنی نباتات کیا ہے جو سیاہی مائل سرسبز و شاداب ہو۔ چنانچہ وہ سورۂ اعلیٰ کی آیت 4 اور 5 کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

﴿وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی o﴾

''اور جس نے نباتات اُگائیں، پھر ان کو گھنی سرسبز و شاداب بنایا۔''

مگر ہمیں غُثَآءً اَحۡوٰی کے مذکورہ بالا ترجمے سے اختلاف ہے کیونکہ یہ ترجمہ قرآن مجید کی قطعی نص اور عربیت کے خلاف ہے۔ اور ہمارے نزدیک ان دونوں آیات کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

''اور جس نے نباتات اُگائی، پھر اسے سیاہ کوڑا کر دیا۔''

قرآنی دلیل

عربی زبان میں غُثَآءً کے معنیٰ وہ نہیں ہیں جو ان حضرات نے سمجھے ہیں۔ بلکہ اس کے اصل معنیٰ خس و خاشاک ہی کے ہیں۔

سورۂ مومنون میں قومِ صالحؑ پر عذاب کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ بِالۡحَقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً ۚ﴾

[المومنون آیت: 41]

[1] یہ مضمون ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ دسمبر 1988ء (جلد 110 عدد 4) میں چھپ چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پھر ہمارے وعدۂ برحق کے مطابق ان کو سخت آواز (عذاب) نے آ پکڑا اور ہم نے ان کو خس وخاشاک (کی طرح پامال) کر دیا۔''

مذکورہ آیت میں ''غُثَآءً'' کے معنی خس وخاشاک اور ''سیاہ کوڑے'' کے آئے ہیں، اور اس سے گھنا سیاہی مائل سبزہ مراد نہیں لیا جاسکتا۔

عربی لُغت کے دلائل

مشہور عربی لغت لسان العرب میں اہل لغت کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ ''غُثَآءً اَحْوٰی'' کے معنی سیاہ خشک گھاس یا خس وخاشاک کے ہیں۔

① ((الفرّا فی قوله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَه غُثَآءً اَحْوٰیo﴾ قال:اذا صار النبت یَبِیْسًا فَهُوَ غُثَآءٌ،وَالْاَحْوٰی،الذی قد اسود من القدم والعتق وقد یکون معناه ایضاً اَخْرَجَ الْمَرْعٰی،أی اخضر فجعله غُثَآءً بعد خَضرَتِهٖ فیکون مؤخرا معناه التقدیم،والاحوٰی: الاسود من الخُضرة، کما قال: ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾))

[لسان العرب،ابن منظور،جلد14ص 207]

"فراء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ ﴿وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَه غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ جب نباتات سُوکھ کر خشک ہو جائے تو اسے غُثَآءً کہتے ہیں اور اَحْوٰی اس چیز کو کہتے ہیں جو بوسیدگی اور قدامت کی وجہ سے سیاہ ہو جائے۔ اس کے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی کہ اسے سب اُگایا اور پھر خشک کر دیا اور اس طرح دونوں جملوں میں تاخیر وتقدیم ہوگئی ہے اور احوٰی کے معنی زیادہ سرسبز وشاداب ہونے کی وجہ سے سیاہ ہونے کے بھی ہیں، جیسے (قرآن میں) مُدْهَآمَّتٰنِ ''دو سرسبز سیاہی مائل باغ'' آیا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

② ((وَقَالَ الزجاج فی قوله تعالیٰ: وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o قال: غُثَآءً جفّفه حتّٰی صَیَّرَهٗ هشِیْمًا جافًا کالْغُثَآءِ الذی تراه فوق السیل، وقیل معناه اخرج المرعی الاحوی أی اخضر فجعله غُثَآءً بعد ذٰلك أی یابسًا))

[لسان العرب، ابن منظور، جلد15 ص116]

''الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی o فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی o﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ غُثَآءً بنا دینے سے مراد یہ ہے کہ اس سبزے اور نباتات کو خشک اور چورا بنا دیا جیسے سیلاب کے اوپر خس و خاشاک نظر آتے ہیں۔''

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں اخرج المرعی الاحوی یعنی سبز نباتات کو اُگایا اور پھر اس کے بعد اُسے غُثَآءً یعنی خشک کر دیا۔

③ ابن قتیبہ نے ''تفسیر غریب القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

((فَجَعَلَهٗ غُثَآءً أی یَبْسًا)) (پھر اسے غُثَآءً بنا دیا یعنی خشک بنا دیا۔) (اَحْوٰی) ((اَسود من قِدمه واحترقه)) (جو بوسیدگی یا جل کر راکھ ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہو۔)

[تفسیر غریب القرآن، ص524، طبع بیروت]

④ مشہور لُغوی مفسر علامہ زمخشری نے غُثَآءً کے بارے میں یہ تحقیق کی ہے:

((وهو الحمیل السیل مما بلی و اسود من العیدان والورق))

[الکشاف للزمخشری، جلد3، ص32، مطبوعہ بیروت]

''﴿غُثَآءً﴾ سے مراد سیلاب کے خشک اور سیاہ خس و خاشاک ہیں جو اصل میں بوسیدہ لکڑیوں کے ٹکڑے اور درختوں اور پودوں کے سُوکھے ہوئے پتے ہوتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی تفسیر میں غُثَآءً کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ:

((اَحْوٰی صفة لغثاء: ای (اخرج المرعی) انبته (فجعله) بعد خضرته و رفیفه (غُثَآءً اَحْوٰی) دَرِینًا أسود، و یجوز ان یکون حالًا من المرعیٰ، ای اخرجه احوٰی اسود من شدة الخضرة و الری فجعله غثاء بعد حوته۔))

[الکشاف للزمخشری، جلد 4، ص 243، مطبوعہ مصر]

"اَحْوٰی یہاں غُثَآءً کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ گویا اَخْرَجَ الْمَرْعٰی سے مُراد ہے کہ نباتات اُگائی اور فَجَعَلَه، غُثَآءً اَحْوٰی یعنی اس کو تر و تازہ سبزہ بنانے کے بعد سیاہ خشک کر دیا۔ اور یہ معنی بھی جائز ہیں کہ اَحْوٰی حال ہوا لمرعیٰ کا۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہے کہ سبزہ اُگایا جو تر و تازگی اور شادابی کی وجہ سے سیاہی مائل تھا اور اس کے بعد اسے خشک سیاہ بنا دیا۔"

⑤ مشہور مفسر قرطبی نے غُثَآءً کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

الغثا الشئ الیابس یعنی غُثَآءً سے خشک چیز مراد ہے۔

پھر اس کی مزید تشریح کی ہے کہ:

((الغثاء ما یقذف به السیل علی جوانب الوادی من الحشیش والنبات والقماش)) یعنی "غُثَآءً سے مراد وہ گھاس پھوس اور کوڑا کرکٹ ہے جسے سیلاب وادیوں کے کناروں پر پھینک دیتا ہے۔"

((ویُقال للبقل والحشیش اذا تحطم و یبس: غثاء وهشیم))

"یعنی جب سبزہ اور گھاس ریزہ ریزہ اور خشک ہو جائیں تو اُسے غُثَآءً یا هَشِیم کہا جاتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر اسی تفسیر میں غُثَآءً اَحْوٰی کے بارے میں مشہور ماہرینِ لغت ابوعبیدہ اور عبدالرحمٰن بن زید کے یہ اقوال بھی ہیں:

((وقال ابو عبیدہ : فجعله اسود من احتراقه وقدمه ،والرطب اذا یبس اسود،وقال عبدالرحمن بن زید : اخرج المرعی اخضر،ثم لما یبس اسودَّ من احتراقه،فصار غثاء تذهب به الریاح والسیول))

''ابوعبیدہ نے اس غثاءً اَحْوٰی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اسے بوسیدہ ہونے یا جل کر راکھ ہونے کی وجہ سے سیاہ کوڑا کر دیا، اور سبزہ جب خشک ہو جائے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبز نباتات اُگائی۔ پھر جب وہ خشک ہوئی اور سیاہ راکھ بن گئی تو وہ غُثَآءً ہے جسے ہوائیں اڑاتی ہیں اور سیلاب بہا لے جاتے ہیں۔''

(ان حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی، جلد 10، ص 17، 18۔ طبع بیروت)

⑥ تفسیر البحر المحیط میں ابن حیان اندلسی نے غُثَآءً اَحْوٰی کے ضمن میں لکھا ہے:

((قال ابن عباس المعنی فجعله غثاءً اَحْوٰی ،ای اسود لأن الغثاء اذا قدم واصابته الامطار اسود و تعفن فصار اَحْوٰی))

[البحر المحیط ،لابن حیان اندلسی، جلد 8، ص 458]

''ابن عباسؓ کا قول ہے کہ غُثَآءً اَحْوٰی کے معنی ہیں کہ غثاء یعنی خشک نباتات سیاہ ہو گئی۔ کیونکہ خشک نباتات جب بوسیدہ ہو جاتی ہے تو بارش وغیرہ کے اثر سے گل سڑ کر سیاہ ہو جاتی ہے اور اَحْوٰی ہونے کے یہی معنی ہیں۔''

⑦ تفسیر قاسمی (محاسن التاویل) میں محمد جمال الدین قاسمی نے سورۂ اعلیٰ کے اس مقام کی تفسیر اس طرح کی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اَلْمَرْعٰی: أی أخرج من الارض مرعی الانعام من صنوف النبات فجعله"ای بعد خضرته و نضرته"غُثَآءً" ای جافًا یابِسًا تطیر به الریح۔

"اَحْوٰی"أی اسود ،صفة مؤکدة(لغثاء)لان النبات اذا یبس تغیر اِلی (الحوة)وهی السواد))

[تفسیر قاسمی،جلد 10،ص 126،طبع بیروت]

"اَلْمَرْعٰی کے معنی ہیں کہ زمین سے مختلف قسم کی نباتات اُگائیں جو مویشیوں کے لیے گھاس چارہ ہے۔فَجَعَلَه' غُثَآءً یعنی اس نباتات کو سرسبزی وشادابی کے بعد اُسے ایسا خشک کر دیا جسے ہوا اُڑائے پھرتی ہے۔

اور "اَحْوٰی" کے معنی "سیاہ" کے ہیں اور یہ غُثَآءً کی صفت کے طور پر آیا ہے کیونکہ جب سبزہ خشک ہو جاتا ہے تو اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔"

⑧ تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ سے غُثَآءً اَحْوٰی کی یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ:

﴿فَجَعَلَه' غُثَآءً اَحْوٰی﴾ قَالَ ابن عباس: هَشِیْمًا مُتَغَیِّرًا۔

[بحوالہ تفسیر ابن کثیر،جلد 4،ص 500،طبع بیروت]

"یعنی اس سے مراد ہے سیاہ رنگ میں تبدیل شدہ کوڑا،چورا۔"

لُغت وتفسیر کی ان تصریحات سے درج ذیل امور بالکل واضح ہیں:

1۔ لفظِ غُثَآءً کے لغوی معنی یہ ہیں:

"خس وخاشاک،سُوکھی ہوئی گھاس پھونس،خشک نباتات،خشک چورا اور کوڑا وغیرہ۔"

2۔ لفظِ اَحْوٰی کے لغوی معنی دو ہیں:

ا= ایسی نباتات جو کُہنگی اور بوسیدگی کی وجہ سے سیاہ ہو چکی ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲= ایسی نباتات جو تازگی و شادابی اور زرخیزی کی وجہ سے سیاہ مائل سبز ہوگئی ہو۔

3۔ پھر جن لوگوں نے لفظ اَحوٰی کو غثآء کی صفت مانا ہے، انہوں نے اس کے پہلے معنی مراد لیے ہیں۔یعنی کنگی اور بوسیدگی کی وجہ سے سیاہ ہونے کا مفہوم۔اور ان کے نزدیک دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ جس نے نباتات اُگائی اور پھر اسے سیاہ خس وخاشاک بنادیا۔''

4۔ جن لوگوں نے اَحوٰی کو اَلْمرعٰی کی صفتِ مؤخر قرار دیا ہے انہوں نے اَحوٰی کو مذکورہ دوسرے معنوں میں لیا ہے اور ان کی رائے میں دونوں آیات کا مفہوم یہ ہے:

''وہ جس نے سیاہی مائل سبز نباتات اُگائی اور پھر اسے خس وخاشاک بنادیا۔''

گویا ''اَحوٰی'' کے دو مختلف لُغوی معنوں کے باوصف جس مفہوم پر علمائے لُغت اور مفسرین کرام کا کامل اتفاق اور اجماع ہے وہ یہ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ وعجیبہ ہے کہ اس نے پہلے سبزہ پیدا کیا اور ہر طرح کی نباتات اُگائی اور پھر کچھ عرصے کے بعد اُسے خس وخاشاک اور خشک وسیاہ چُورے میں تبدیل کردیا۔''

سورۂ اعلیٰ کی ان دونوں آیات کی یہی تفسیر قرآن مجید کے دوسرے نصوص اور نظائر سے مطابقت رکھتی ہے، مثال کے طور پر اس کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

1۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوا:

﴿اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَه' يَنَابِيعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُه' ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُه' حُطَامًا o اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ o﴾

| الزمر، آیت: 21 |

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں چلا دیتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے سے مختلف رنگوں کی کھیتی اُگاتا ہے، پھر وہ خوب بڑھتی ہے۔ پھر تو اُسے زرد شدہ دیکھتا ہے۔ پھر وہ اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔''

2۔ سورۂ حدید میں فرمایا گیا ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ﴾

[الحدید، آیت: 20]

''جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد چاہنا ہے، جیسے بارش کی حالت کہ اس کی روئیدگی سے کسان خوش ہو جائیں پھر وہ اُبھرے اور تم اُسے زرد دیکھو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔''

3۔ سورۂ کہف میں بیان ہوا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝﴾

[الکھف: 45]

''اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو جیسے پانی کہ جسے ہم نے آسمان سے برسایا پھر زمین کی روئیدگی پانی کے ساتھ مل گئی۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہوگئی، جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخری آیت میں وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا (اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔) سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سرسبز نباتات اُگانا اور پھر اُسے زرد، خشک اور سیاہ خس وخاشاک کر دینا اور اُسے چُورا بنا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور یہی مضمون سورۂ اعلیٰ کی زیرِ بحث آیات میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اور یہ چیز قرآن مجید میں تصریفِ آیات کے اسلوب کے بالکل مطابق ہے کہ ایک ہی مضمون بار بار کئی طرح بیان ہوتا ہے۔ اور اس سے ایک اور مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے کہ ((اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُه‘ بَعْضَه‘)) یعنی ”قرآن کا بعض حصہ اس کے بعض حصے کی تفسیر کرتا ہے۔“ گویا قرآن اپنی تفسیر آپ کر دیتا ہے۔

اب جو لوگ ان آیات کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے نباتات اُگائی اور پھر اُسے گھنا اور سرسبز و شاداب بنا دیا۔“

تو یہ مفہوم لینے میں چند در چند کمزور پہلو ہیں:

1۔ اس مفہوم میں پہلا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس میں لفظ غُثَآءً (خس وخاشاک) کے وہ صحیح معنی شامل نہیں ہیں جو قرآن مجید اور عربیت میں مستعمل ہیں اور جس کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں۔

2۔ اس مفہوم میں دوسرا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صرف ایک جز بیان ہوتا ہے کہ اس نے سرسبز و شاداب نباتات اُگائی۔ اور اتنی بات کے اظہار کے لیے دو آیتیں نازل کی گئیں۔ اس کے برعکس صحیح مفہوم کے مطابق دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ابتدا سے انتہا تک کامل طور پر ہوتا ہے کہ اس نے سرسبز نباتات اُگائی اور پھر ایک وقت آیا جب اُسے سیاہ چُورے اور خس وخاشاک میں تبدیل کر دیا۔

3۔ اس مفہوم میں تیسرا کمزور پہلو یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لفظ اَخْرَجَ سے صرف نباتات کو زمین سے اُگا دینے کی حالت مراد لی گئی ہے اور بعد کے مراحل مثلاً اس کا بڑھنا اور پھلنا، پھولنا مراد نہیں لیا گیا۔ جب کہ قرآن مجید میں اَخْرَجَ کا لفظ اس طرح کے قرینے کے ساتھ جو یہاں موجود ہے، محض اُگانے کی حالت بیان کرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ اس لفظ میں بعد کے مراحل...... بڑھنا اور پھلنا پھولنا وغیرہ...... کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔

1۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرہ میں ارشاد الٰہی ہے کہ:

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا﴾

[البقرہ:22]

''اور اس نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر اس سے تمہارے لیے کھانے کو پھل نکالے۔''

اس آیت میں فَاَخْرَجَ آیا ہے اور اس کے ساتھ کھانے کے پھلوں کا ذکر ہے اور ظاہر ہے یہاں پر محض نباتات کے اُگنے کی حالت مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں پھلنے، پھولنے اور پکنے تک کی تمام حالتیں مراد ہیں۔

2۔ اسی طرح سورۂ فاطر آیت 27 میں ارشاد ہوا کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے پھل نکالتے ہیں، جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔''

یہاں بھی فَاَخْرَجْنَا (پھر ہم نکالتے ہیں۔) کے ساتھ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگوں کے) آیا ہے۔

اور معلوم ہے کہ زمین سے مختلف رنگوں کے پھل ابتداء میں نہیں نکلتے، بلکہ یہاں بھی اُگنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مرحلے سے لے کر پھلنے پھولنے تک کے سارے مراحل شامل ہیں۔

3۔ پھر سورۂ یٰسٓ آیت 33 میں فرمایا گیا کہ:

﴿وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ o﴾

''اور ان کے لیے خشک زمین بھی ایک نشانی ہے، جسے ہم نے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔''

یہاں بھی اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (ہم نے اناج نکالا) اور ظاہر ہے کہ اُگنے کی ابتدائی حالت میں زمین سے اناج یا دانے نہیں اُگتے بلکہ پودے اور درخت اُگتے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی اَخْرَجْنَا کے لفظ میں نباتات کے اُگنے سے لے کر پھلنے پھولنے تک کی تمام حالتیں یکجا مراد ہیں۔

4۔ اس مفہوم کا چوتھا کمزور پہلو یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیات کے مفہوم سے میل نہیں کھاتا اور اس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سورۂ اعلیٰ کی زیرِ بحث آیات کا وہی مفہوم صحیح اور معتبر ہے جس کی تائید لغت سے ہوتی ہے، جس کی قرآنی نصوص اور نظائر سے موافقت موجود ہے اور جو اُمتِ مسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسرین کرام کی متفقہ تفسیر کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسے پہلے بیان کر دیا جا چکا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(16) مکی اور مدنی سورتیں

مفسرین کرام نے قرآن مجید کی کل 114 سورتوں کو نزول کے اعتبار سے مکی اور مدنی سورتوں میں تقسیم کیا ہے۔اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح قرآن حکیم کے تدریجی احکامات اور سیرتِ طیبہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

1- مکی و مدنی سورتوں کی تعداد

مکی اور مدنی سورتوں کی الگ الگ تعداد میں اختلاف ہے۔تاہم قرآن مجید کا قریباً دو تہائی سے زیادہ حصہ مکی سورتوں پر مشتمل ہے۔اس طرح تعداد اور مقدار دونوں اعتبار سے مکی سورتیں مدنی سورتوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔

2- مکی و مدنی سورتوں کی تعیین

قرآنی سورتوں میں سے بعض کو مکی اور بعض کو مدنی قرار دینے میں مفسرین حضرات کی تین مختلف آراء ہیں:

① جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

② جن سورتوں میں اہل مکہ سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں اہلِ مدینہ مخاطب ہیں وہ مدنی ہیں۔اسی رائے کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وضاحت کی جاتی ہے کہ اکثر اہلِ مکہ کافر و مشرک تھے۔اس لیے انہیں یَا اَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو!) کہہ کر خطاب کیا گیا، اگرچہ وہاں کے دوسرے لوگ بھی ان میں شامل ہیں۔ اسی طرح اہلِ مدینہ میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اس لیے انہیں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایمان والو!) سے خطاب کیا گیا، اگرچہ وہاں کے دوسرے لوگ بھی ان میں داخل ہیں۔

③ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں خواہ وہ جہاں بھی نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں خواہ جہاں بھی نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں اقوال میں سب سے زیادہ مشہور آخری قول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ مکی و مدنی سورتوں کی تقسیم کا معاملہ قرآن وسنت کے کسی منصوص حکم پر مبنی نہیں ہے بلکہ سراسر اجتہادی اور قیاسی ہے۔ اسی لیے اس میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ اس کے علاوہ امتِ مسلمہ کو اس بات کا مکلّف نہیں ٹھہرایا گیا کہ وہ مکی و مدنی سورتوں کی کامل معرفت رکھے۔ وہ صرف اس بات کے لیے مکلّف ہے کہ اُسے قرآن مجید کے ناسخ و منسوخ یا تدریجی احکام کا علم ہو تاکہ متعلقہ حکم پر عمل ممکن ہو۔

3- مکی سورتوں کی پہچان

علمائے تفسیر نے مکی سورتوں کی پہچان کے لیے درج ذیل قواعد بنائے ہیں:

① مکی سورتوں میں یَا اَیُّھَا النَّاسُ کا خطاب ہوتا ہے۔

② جن سورتوں میں لفظ کَلَّا وارد ہوا ہے وہ مکی ہیں۔

③ جن سورتوں میں قصۂ آدم وابلیس کا ذکر ہے وہ بھی مکی ہیں۔ سوائے سورۂ بقرہ کے۔

④ جن سورتوں میں پہلی قوموں کے احوال وواقعات بیان ہوئے ہیں وہ بھی مکی ہیں۔

⑤ جن سورتوں میں سجدۂ تلاوت ہے وہ سب مکی ہیں۔

4- مدنی سورتوں کی پہچان

مدنی سورتوں کی پہچان کے لیے مفسرین نے یہ اصول بنائے ہیں:

① جس سورۃ میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا آئے وہ مدنی ہے۔

② جس سورہ میں منافقین کا ذکر آئے وہ مدنی ہیں، مگر سورۂ عنکبوت اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

③ جن سورتوں میں حدود وفرائض مذکور ہوں وہ بھی مدنی ہیں۔

④ جن سورتوں میں جہاد اور اس کے احکام کا ذکر ہے وہ بھی مدنی ہیں۔

مگر یہ تمام اصول اجتہادی نوعیت کے ہیں منصوص نہیں ہیں اس لیے مکی و مدنی سورتوں کی تعیین میں خاصے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سب سے پہلے اصول ہی کو لیجئے جس میں کہا گیا ہے کہ یَاأَیُّهَا النَّاسُ کا خطاب ہو وہ مکی ہے اور جس سورہ میں یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آئے وہ مدنی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ سورۂ بقرہ بالاتفاق مدنی ہے مگر اس کی آیت 21 میں ہے کہ:

﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو۔''

اور آگے آیت **168** میں ہے:

﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا﴾

''اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ!''

گویا دوبار یَاأَیُّهَا النَّاس آ گیا ہے جو مکی سورتوں کی علامت بتائی گئی ہے، حالانکہ وہ مدنی سورت میں بھی وارد ہے۔

یا جیسے سورۂ نساء ہے جسے سب نے مدنی قرار دیا ہے، اس میں بھی دو جگہ یَاأَیُّهَا النَّاس کا خطاب موجود ہے۔ پہلی آیت ہی میں ہے کہ:

﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ۔''

آگے چل کر آیت 133 میں فرمایا گیا:

﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ﴾

''اے لوگو! اگر اللہ چاہے تو تمہیں ختم کر ڈالے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس لیے یہ دعویٰ تو صحیح ہے کہ اکثر سورتوں پر اس قاعدے کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اسے ایک قطعی اور یقینی اصول کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ محتاط طریقے سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس سورہ میں صرف یَا اَیُّھَا النَّاس کا خطاب آیا ہے اور اس میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مذکور نہیں ہے تو وہ مکی ہے۔ اسی طرح جس سورہ میں صرف یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آیا ہے اور ان میں یَا اَیُّھَا النَّاس وارد نہیں ہوا وہ مدنی ہے۔

5- اتفاقی مدنی سورتیں

قرآن مجید کی ان 20 سورتوں کے مدنی ہونے پر سب کا اتفاق ہے:

البقرہ. آل عمران. النساء. المائدہ. الانفال. التوبہ. النور. الاحزاب. محمد. الفتح. الحجرات. الحدید. المجادلہ. الحشر. الممتحنہ. الجمعہ. المنافقون. الطلاق. التحریم. النصر.

6- اختلافی سورتیں

بارہ (12) ایسی سورتیں ہیں جن کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے اور وہ یہ سورتیں ہیں:

الفاتحہ. الرعد. الرحمان. الصف. التغابن. التطفیف (مطففین). القدر. البینہ. الزلزال. الاخلاص. الفلق. الناس.

7- اتفاقی مکی سورتیں

مذکورہ بالا دونوں قسم کی سورتوں کے سوا باقی تمام سورتیں مکی ہیں جن کی کل تعداد بیاسی (82) ہے اور وہ یہ ہیں:

الانعام. الاعراف. یونس. ھود. یوسف. ابراھیم. الحجر. النحل. بنی اسرائیل. الکھف. مریم. طٰہٰ. الانبیاء. الحج. المومنون. الفرقان. الشعراء.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

النمل. القصص. العنکبوت. الروم. لقمان. السجدہ. السباء. الفاطر. یٰسٓ. الصافات. صٓ. الزمر. المومن. حٰمٓ السجدہ. الشوریٰ. الزخرف. الدخان. الجاثیہ. الاحقاف. قٓ. الذاریات. الطور. النجم. القمر. الواقعہ. الملک. القلم. الحاقہ. المعارج. نوح. الجن. المزمل. المدثر. القیامہ. الدھر. المرسلات. النبا. النازعات. عبس. التکویر. الانفطار. الانشقاق. البروج. الطارق. الاعلیٰ. الغاشیہ. الفجر. البلد. الشمس. الیل. الضحیٰ. الانشراح. التین. العلق. العادیات. القارعہ. التکاثر. العصر. الھمزہ. الفیل. القریش. الماعون. الکوثر. الکافرون. اللھب.

ان تینوں اقسام کی سورتوں کا مجموعہ ایک سو چودہ (114) ہو جاتا ہے۔

8- مکی و مدنی آیات

مفسرین کرام کے نزدیک بعض مکی سورتوں میں بھی کچھ مدنی آیات موجود ہیں۔ اسی طرح بعض مدنی سورتوں میں بھی مکی آیات ملتی ہیں۔ دراصل غالب حصے کی مناسبت سے ان کو مکی یا مدنی قرار دیا گیا ہے۔

9- ترتیب نزولی میں پہلی اور آخرت سورت

اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق جو سب سے پہلی مکمل سورہ نازل ہوئی الفاتحہ ہے اور جو سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ النصر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(17) اُردو زبان میں قرآنی الفاظ ❶

اردو میں عربی زبان کے علاوہ خاص قرآنی الفاظ بھی بکثرت موجود ہیں۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس زبان پر اسلامیت کی کتنی گہری چھاپ ہے۔

ذیل میں اردو زبان میں استعمال ہونے والے قرآنی الفاظ کی ایک جامع فہرست دی جا رہی ہے۔تاہم اسے حتمی اور آخری نہیں کہا جاسکتا۔اس کی ترتیب میں حروفِ تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ہر حرف کے سامنے اس سے شروع ہونے والے قرآنی الفاظ کی تعداد بھی لکھ دی گئی ہے۔ اس طرح اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ کی مجموعی تعداد (609) تک پہنچ گئی ہے۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ اردو جانتے ہیں وہ نسبتاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید سیکھ سکتے ہیں اور جو دانش فروش اسے دوسری زبانوں کے مقابلے میں حقیر سمجھتے اور اس سے تعصب رکھتے ہیں ان کا نقطۂ نظر بخوبی قابل فہم معلوم ہو جاتا ہے۔

ا (79)

آباء۔آثار۔آثم۔آخر۔آخرت۔آدمؑ۔آزر۔آفاق۔آل۔آیات۔آیت۔ابد۔ ابراہیم۔ابلیس۔ابن۔اثم۔اجر۔اجسام۔احسان۔اختلاف۔اخراج۔ادریسؑ۔ادنیٰ۔ ارباب۔ارض۔استغفار۔اسحاقؑ۔اسراف۔اسرائیل۔اسلام۔اسلحہ۔اسم۔اسماء۔اسماعیل ۔اسوہ۔اسیر۔اشد۔اشیاء۔اصغر۔اصلاح۔اصنام۔اطفال۔اعداء۔اعظم۔اعلیٰ۔اعمال۔ اغنیاء۔افق۔اکابر۔اکبر۔اکثر۔القاب۔اللہ۔الٰہ۔الیاسؑ۔امام۔امانت۔امت۔امر۔

❶ یہ مضمون ماہنامہ ''افکارِ معلم'' لاہور شمارہ مئی 1992ء میں چھپ چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امثال۔ امم۔ امن۔ اموال۔ امور۔ امی۔ امین۔ انبیاء۔ انتقام۔ انجیل۔ انسان۔ انفاق۔ انہار۔ اول۔ اولاد۔ اہل۔ ائمہ۔ ایام۔ ایمان۔ ایوبؑ۔

ب (21)

باطل۔ باطن۔ باغی۔ باقی۔ باقیات۔ بحر۔ بخل۔ بدن۔ برق۔ برہان۔ برکات۔ بشر۔ بصیرت۔ بطن۔ بعد۔ بعض۔ بعید۔ بقیہ۔ بناء۔ بہتان۔ بیان۔

ت (16)

تابع۔ تبدیل۔ تجارت۔ تحت۔ تخفیف۔ تذکرہ۔ تسبیح۔ تسلیم۔ تصدیق۔ تعالیٰ۔ تفسیر۔ تفصیل۔ تقویٰ۔ تلاوت۔ توبہ۔ توفیق۔

ث (2)

ثمر۔ ثواب۔

ج (21)

جانب۔ جاہل۔ جاہلیت۔ جبین۔ جدید۔ جزا۔ جزو۔ جزیہ۔ جسد۔ جسم۔ جلال۔ جمال۔ جمع۔ جمعہ۔ جمیل۔ جن۔ جنت۔ جہاد۔ جہالت۔ جہنم۔ جواب۔

ح (30)

حاجت۔ حاسد۔ حاضر۔ حب۔ حتیٰ۔ حجاب۔ حج۔ حدود۔ حر۔ حرام۔ حرب۔ حریر۔ حزن۔ حساب۔ حسد۔ حسرت۔ حسن۔ حشر۔ حق۔ حکام۔ حکم۔ حکمت۔ حلال۔ حلیم۔ حمد۔ حمل۔ حمیت۔ حور۔ حیات۔ حیران۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خ (20)

خارج ۔ خالص ۔ خالق ۔ خائف ۔ خائن ۔ خبر ۔ خبیث ۔ خراب ۔ خشوع ۔ خطا ۔ خطاب ۔ خفیہ ۔ خلاف ۔ خلفاء ۔ خلیفہ ۔ خلیل ۔ خنزیر ۔ خوض ۔ خوف ۔ خیانت ۔

ر (20)

رب ۔ رحمت ۔ رد ۔ رزاق ۔ رزق ۔ رسالت ۔ رسل ۔ رسول ۔ رشد ۔ رضاعت ۔ رعایت ۔ رعب ۔ رفیق ۔ رمز ۔ رمضان ۔ روح ۔ روم ۔ رؤیت ۔ رہبانیت ۔ ریا ۔

ز (10)

زبور ۔ زکریا ۔ زکوٰۃ ۔ زلزلہ ۔ زمہریر ۔ زنا ۔ زوال ۔ زیادہ ۔ زیتون ۔ زینت ۔

س (29)

سابق ۔ ساجد ۔ ساحر ۔ ساحل ۔ ساکن ۔ سامری ۔ سائل ۔ سبحان اللہ ۔ سبیل ۔ سحاب ۔ سحر ۔ سر ۔ سراب ۔ سرور ۔ سوء ۔ سیسہ ۔ سعی ۔ سعید ۔ سفر ۔ سفینہ ۔ سلاسل ۔ سلام ۔ سلیم ۔ سلیمان ۔ سوال ۔ سورت ۔ سیر ۔

ش (30)

شاعر ۔ شاکر ۔ شاہد ۔ شجر ۔ شدید ۔ شر ۔ شرر ۔ شرک ۔ شریعت ۔ شریک ۔ شعائر ۔ شعر ۔ شعراء ۔ شعیب ۔ شغل ۔ شفا ۔ شفاعت ۔ شفق ۔ شق ۔ شقی ۔ شک ۔ شکر ۔ شمس ۔ شہاب ۔ شہادت (بمعنی گواہی ۔) شہوت ۔ شوریٰ ۔ شے ۔ شیاطین ۔ شیطان ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ص (17)

صابر۔صادق۔صالح۔صالحین۔صبح۔صبر۔صدق۔صدقات۔صدقہ۔صرصر۔صغیر۔ صف۔صلح۔صنعت۔صور۔صورت۔صید۔

ض (4)

ضرب۔ضرر۔ضلالت۔ضیا۔

ط (16)

طاعت۔طاغوت۔طاقت۔طالب۔طائر۔طریقہ۔طعام۔طفل۔طلاق۔طلوع۔ طمع۔طور۔طوفان۔طول۔طویل۔طیب۔

ظ (4)

ظالم۔ظاہر۔ظلم۔ظن۔

ع (39)

عابد۔عاقبت۔عالم۔عالی۔عامل۔عبادت۔عبث۔عبد۔عجب۔عجیب۔عداوت۔ عدت۔عدل۔عدو۔عذاب۔عذر۔عربی۔عرش۔عرض۔عرفات۔عظیم۔عزت۔عزم۔ عشاء۔عطاء۔عفریت۔عفو۔عقبیٰ۔عقدہ۔علامات۔علانیہ۔علم۔علماء۔عمر۔عمرہ۔عمل۔عہد۔ عید۔عیسیٰ۔

غ (13)

غار۔غافل۔غالب۔غرق۔غروب۔غصب۔غضب۔غفلت۔غم۔غنی۔غیب۔غیر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیظ۔

ف(24)

فاجر۔ فاسق۔ فانی۔ فتح۔ فجر۔ فجور۔ فدیہ۔ فرار۔ فراق۔ فردوس۔ فرعون۔ فرقہ۔ فریق۔فریقین۔فریضہ۔فساد۔فسق۔فضل۔فعل۔فقر۔فقراء۔فقیر۔فلان۔فلک۔

ق(38)

قادر۔ قارون۔ قانع۔ قائم۔ قبائل۔ قبر۔قبل۔ قبلہ۔ قبور۔ قبول۔ قتال۔قتل۔ قدر۔ قدم۔ قدیم۔ قرار۔ قرآن۔ قرض۔ قرطاس۔ قریب۔ قریہ۔ قسم۔ قصاص۔ قصر۔ قصص۔ قصور(قصر کی جمع۔) قلب۔قلم۔قلوب۔قلیل۔قمر۔قمیص۔قوت۔قول۔قوم۔قوی۔ قیام۔ قیامت۔

ک(22)

کافر۔ کافور۔ کبر۔ کبائر۔ کبیر۔ کبیرہ۔ کتاب۔ کتب۔ کثرت۔ کثیر۔ کرب۔ کرسی۔ کعبہ۔کفر۔کفارہ۔کفران۔کل۔کلام۔کلمات۔کلمہ۔کوثر۔کوکب۔

ل(8)

لباس۔لذت۔لعنت۔لغو۔لقمان۔لوح۔لہو ولعب۔لوط۔

م(86)

مآب۔ ماحول۔ مال۔ مبارک۔ متاع۔ متقین۔ متشابہ۔ متکبر۔مثل۔ مجالس۔ مجاہدین۔ مجرم۔مجوس۔محروم۔محفوظ۔مختلف۔مدد۔مرحبا۔مرسل۔مرشد۔مرض۔ مریض۔ مریم۔مزید۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مساکن۔ مساکین۔ مساجد۔ مسجد۔ مسح۔ مسحور۔ مسخر۔ مسرور۔ مسکن۔ مسکین۔ مسلم۔ مسلمہ۔ مسلمین۔ مسؤل۔ مسیح۔ مشرق۔ مشرک ۔ مشرکین۔ مصر۔ مصفی۔ مصیبت۔ مضطر۔ مطلع۔ مطلوب۔ مطمئن۔ مظلوم۔ مع۔ معاذ اللہ۔ معاش۔ معذرت۔ معروف۔ معصیت۔ معلوم۔ معیشت۔ مغرب۔ مغفرت۔ مغلوب۔ مفسد۔ مفصل۔ مقام۔ مقتدر۔ مقدار۔ مقدس۔ مقدسہ۔ مکان۔ مکر۔ مکروہ۔ ملائکہ۔ ملک الموت۔ ملت۔ منافع۔ منافقین۔ منی۔ موت۔ موج۔ موسیٰ۔ موعظت۔ مہاجر۔ مہاجرین۔ میثاق۔ میزان۔ میت۔

ن (26)

ناصح۔ ناصر۔ ناظرین۔ نبوت۔ نبی۔ نجات۔ نجس۔ نجم۔ نجوم۔ نحس۔ نخل۔ ندا۔ ندامت۔ نسب۔ نسل۔ نصاریٰ۔ نصف۔ نطفہ۔ نظر۔ نعمت۔ نفاق۔ نفع۔ نکاح۔ نوح۔ نور۔ نہر۔

و (17)

واحد۔ وادی۔ وارث۔ واعظین۔ والد۔ والدہ۔ والدین۔ وبال۔ وحی۔ وزن۔ وزیر۔ وسیلہ۔ وصیت۔ وعید۔ وقار۔ وقت۔ وکیل۔

ہ (7)

ہادی۔ ہاروت ماروت۔ ہارونؑ۔ ہامان۔ ہدہد۔ ہدیہ۔ ہیئت۔

ی (10)

یاجوج ماجوج۔ یاقوت۔ یتیم۔ یثرب۔ یعقوب۔ یقین۔ یوسف۔ یوم۔ یونس۔ یہود۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(18) قرآنی جواہر پارے

قرآن مجید خدائے حکیم کا وہ پُر حکمت کلام ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت میں بے مثل و بے عدیل ہے۔ تمام مخلوقات مل کر بھی اس جیسا کلام لانے سے قاصر ہیں:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا٥﴾ [بنی اسرائیل:88]

''اے نبی! آپؐ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو کبھی نہیں لاسکتے، اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''

بلکہ قرآن حکیم کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی نظیر لانا بھی ممکن نہیں:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ٥ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ٥﴾

[البقرہ:24,23]

''اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں ذرا بھی شک ہو، جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی سورت بنا لاؤ! اور اللہ کے سوا جنہیں تم نے اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے، ان سب کو اپنی مدد کے لیے بُلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور تم ہرگز نہیں کرسکتے تو اس آگ سے ڈرو جس کا

❶ یہ مضمون ماہنامہ ''افکارِ معلم'' لاہور شمارہ مئی 1992ء میں چھپ چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

دورِ جاہلیت کے ایک عظیم شاعر لبید جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، نے اسی معجز کلام کو دیکھ کر کہا تھا کہ:

((ما هذا قولُ البشرِ))

''یہ انسانی کلام نہیں ہے۔''

ایسے فصیح و بلیغ کلام میں سے کچھ انتخاب کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

تاہم اپنے فکرِ نارسا اور فہم ناقص سے 170 قرآنی جواہر پارے منتخب کیے ہیں۔ انہیں چند عنوانات کی لڑیوں میں بھی پرو دیا ہے۔ یہ قرآنی ادب پارے سادہ بھی ہیں، پُرکار بھی، حکمت بھرے بھی ہیں، دل نشیں بھی، فکر انگیز بھی ہیں ایمان پرور بھی۔ ملاحظہ کیجیے:

ایمانیات

(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرہ: 20]

''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(2) ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [آل عمران: 119]

''بے شک اللہ سینوں میں چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔''

(3) ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ [البقرہ: 163]

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔''

(4) ﴿وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ [البقرہ: 207]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت فرمانے والا ہے۔''

(5) ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ﴾ [الجمعہ:11]

''اور اللہ بہترین روزی رساں ہے۔''

(6) ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾ [البقرہ:153]

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(7) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرہ:216]

''اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

(8) ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ﴾ [آل عمران:15]

''اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

(9) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [المائدہ:42]

''بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

(10) ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [الاعراف:56]

''بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔''

(11) ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف:156]

''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔''

(12) ﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ [هود:107]

''بے شک تمہارا رب جو چاہے کرتا ہے۔''

(13) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [البقرہ:195]

''بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(14) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [البقرہ:205]

''اللہ تعالیٰ فساد اور بگاڑ کو ناپسند کرتا ہے۔''

(15) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [آل عمران:37]

''بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

(16) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [آل عمران:159]

''بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

(17) ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾ [الانفال:58]

''بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(18) ﴿إِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ [ھود:61]

''بے شک میرا پروردگار قریب بھی ہے اور دعائیں بھی قبول کرتا ہے۔''

(19) ﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ [الرعد:26]

''اللہ جس کی روزی چاہے فراخ کردے یا کم کردے۔''

(20) ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ [ابراهیم:10]

''کیا اس اللہ کے موجود ہونے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟''

(21) ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾ [النحل:71]

''اور اللہ نے روزی میں تمہیں ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے۔''

(22) ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰهٰ:5]

''خدائے رحمان عرش پر قائم ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(23) ﴿اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [النور:35]

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

(24) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ [القصص:77]

''بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(25) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ [القصص:76]

''بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(26) ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر:53]

''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔''

(27) ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ:11]

''کوئی چیز اللہ کی مثل نہیں۔''

(28) ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [الجاثیہ:19]

''اور اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔''

(29) ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [قٓ:16]

''اور ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

(30) ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [الحدید:4]

''اور تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔''

(31) ﴿وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ [الحدید:3]

''اور وہی اللہ اول بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔''

(32) ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق:3]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور جو اللہ پر توکل کرے، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔''

(33) ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ [الاخلاص:2]

''اللہ بے نیاز ہے۔''

(34) ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ﴾ [التین:8]

''کیا اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا نہیں ہے؟''

(35) ﴿اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ [البقرہ:120]

''بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔''

(36) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ [البقرہ:165]

''ایمان والے ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

(37) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ [البقرہ:190]

''بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(38) ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران:19]

''اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہی ہے۔''

(39) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [آل عمران:57]

''اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

(40) ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء:80]

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

(41) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [الانعام:136]

''بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(42) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ [یونس:47]

''ہر امت کے لیے رسول ہے۔''

(43) ﴿وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [ھود:88]

''اور مجھے اللہ ہی توفیق دے گا۔''

(44) ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

[التوبہ:111]

''بے شک اللہ نے جنت کے بدلے اہلِ ایمان سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں۔''

(45) ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ [ھود:18]

''ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

(46) ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [ابراھیم:34]

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔''

(47) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ [الحجر:45]

''بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔''

(48) ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر:9]

''بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

(49) ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ.﴾ [ابراھیم:14]

''اور ہم نے ہر قوم میں اس کی زبان بولنے والا رسول بھیجا تاکہ وہ اچھی طرح انہیں سمجھا سکے۔''

(50) ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ [النحل:96]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا مگر جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ باقی رہے گا۔''

(51) ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ.﴾ [بنی اسرائیل:

''بے شک یہ قرآن ایسی راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔''

(52) ﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ.﴾ [بنی اسرائیل:39

''اور اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ۔''

(53) ﴿وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾

[بنی اسرائیل:4

''اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہے لیکن تم اس تسبیح کو

نہیں سکتے۔''

(54) ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾

[طٰہٰ:5

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر اسی میں لوٹائیں گے اور پھر ایک بار اسی

نکالیں گے۔''

(55) ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ [الانبیاء:2

''اگر اللہ کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔''

(56) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانبیاء:07

''اور اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

(57) ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ [الحج:0

''اور اللہ ان کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی خدمت کریں گے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیا ہم پرہیز گاروں اور بداعمالیاں کرنے والوں سے یکساں سلوک کریں گے؟''

(67) ﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ [القلم:35]

''کیا ہم فرمانبرداروں اور مجرموں سے ایک جیسا سلوک کریں گے؟''

(68) ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ﴾ [القلم:4]

''اور اے نبیؐ! بے شک آپؐ کے اخلاق اعلیٰ درجے کے ہیں۔''

(69) ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا﴾ [المزمل:19]

''بے شک یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی راہِ ہدایت اختیار کرلے۔''

(70) ﴿يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ﴾ [الانفطار:6]

''اے انسان! تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟''

(71) ﴿وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ [الزمر:55]

''اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی، جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی۔''

(72) ﴿اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ﴾ [الزمر:60]

''کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہے۔''

(73) ﴿يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ﴾ [المومن:19]

''وہ (اللہ) نگاہوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور سینوں کے اندر چھپے رازوں کو بھی۔''

(74) ﴿اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الۡقَرَارِ﴾

[المومن:39]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیا ہم پرہیزگاروں اور بداعمالیاں کرنے والوں سے یکساں سلوک کریں گے؟''

(67) ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ﴾ [القلم:35]

''کیا ہم فرمانبرداروں اور مجرموں سے ایک جیسا سلوک کریں گے؟''

(68) ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ [القلم:4]

''اور اے نبیؐ! بے شک آپؐ کے اخلاق اعلیٰ درجے کے ہیں۔''

(69) ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا﴾ [المزمل:19]

''بے شک یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی راہِ ہدایت اختیار کرلے۔''

(70) ﴿یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ﴾ [الانفطار:6]

''اے انسان! تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟''

(71) ﴿وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ﴾ [الزمر:55]

''اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی، جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی۔''

(72) ﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ﴾ [الزمر:60]

''کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہے۔''

(73) ﴿یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ [المومن:19]

''وہ (اللہ) نگاہوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور سینوں کے اندر چھپے رازوں کو بھی۔''

(74) ﴿اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

[المومن:39]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"یہ دنیا کی زندگی چندروزہ ہے اور اصل منزل آخرت ہے۔"

(75) ﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ.﴾ [الجاثیہ:23]

"کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟"

(76) ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا.﴾ [محمد:24]

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔"

(77) ﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الذاریات:49]

"اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا، تاکہ تم ہماری قدرت وحکمت پر غور کرو۔"

(78) ﴿لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ [النجم:39]

"انسان کو اتنا ہی ملے گا، جتنی اس نے کوشش کی۔"

(79) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ﴾ [الرحمن:26]

"جو کچھ روئے زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والا ہے۔"

(80) ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر:17]

"اور ہم نے اس قرآن کو ہدایت کے لیے بہت آسان کر دیا ہے، تو ہے کوئی اِس سے ہدایت حاصل کرنے والا۔"

(81) ﴿تَنْزِیْلٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ [الواقعہ:80]

"یہ قرآن پروردگارِ عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔"

(82) ﴿اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [المجادلہ:22]

"سُن رکھو کہ اللہ کی پارٹی ہی کامیاب رہے گی۔"

(83) ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:7]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”رسولؐ جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو، اور جس چیز سے روکے، اُس سے رُک جایا کرو۔“

(84) ﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ [التغابن:12]

”اور اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔“

(85) ﴿اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی﴾ [اللیل:12]

”بے شک راہِ ہدایت کو واضح کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔“

(86) ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر:1]

”بے شک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔“

(87) ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ﴾ ۝ [الزلزال:8]

”وہ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی اُسے بھی دیکھ لے گا۔“

(2) عبادات

(88) ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ [طٰهٰ:14]

”اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کر۔“

(89) ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [البقرہ:153]

”اے ایمان والو! مشکل حالات میں صبر اور نماز سے مدد لو۔“

(90) ﴿فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ [البقرہ:152]

”تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو۔“

(91) ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[البقرہ:201]

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں خیر و برکت عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

(92) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [آل عمران:122]

''اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔''

(93) ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران:138]

''اور تمہی سر بلند ہو بشرطیکہ تم مومن ہو۔''

(94) ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ [النساء:103]

''بے شک نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ایمان والوں پر فرض ہے۔''

(95) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [الانعام:161]

''جو کوئی ایک نیکی لائے گا اُسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔''

(96) ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:28]

''آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

(97) ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراهيم:7]

''اگر تم شکر کرو گے تو میں اور دوں گا۔''

(98) ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ [طٰهٰ:114]

''اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

(99) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانبياء:87]

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، میں ظالموں میں سے ہوں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(100) ﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [المومنون:118]

''اے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو ہی بہترین رحم فرمانے والا ہے۔''

(101) ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ﴾ [الفرقان:58]

''اور اُس زندہ و جاوید ہستی پر بھروسا رکھ جو لافانی ہے۔''

(102) ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت:45]

''بے شک نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے۔''

(103) ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ﴾ [سبا:13]

''اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہیں۔''

(104) ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن:60]

''اور تمہارے رب کا اعلان ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری سنوں گا۔''

(105) ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ [الذاریات:56]

''میں نے جنوں اور انسان کو صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

(106) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾

[المنافقون:9]

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں۔''

(107) ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا.﴾ [التحریم:6]

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

(108) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.﴾ [التحریم:8]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔''

(109) ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ [الضحیٰ: 11]

''اور اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے رہیں۔''

(110) ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ [القدر: 3]

''شبِ قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔''

معاملات

(111) ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا اُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [البقرہ: 179]

''اے عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔''

(112) ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ [البقرہ: 237]

''اور ایک دوسرے سے بھلائی کرنا نہ بھولو۔''

(113) ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرہ: 279]

''نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ کوئی تمہیں نقصان پہنچائے۔''

(114) ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: 128]

''اور صُلح بہتر ہے۔''

(115) ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدہ: 1]

''اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان کی پوری پابندی کرو۔''

(116) ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [المائدہ: 8]

''ہر حال میں انصاف کرو، یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

(117) ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ [المائدہ: 38]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور اُن کے تمام اہم کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔''

(118) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ى ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [النحل:90]

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے انصاف کرنے کا، لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا، اور رشتہ داروں کو مالی امداد دینے کا، اور وہ تمہیں منع کرتا ہے بے حیائی کی باتوں سے، ہر طرح کی برائیوں سے، اور ظلم وزیادتی کرنے سے۔''

اخلاقیات

(119) ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران:103]

''اور سب مل جل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

(120) ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ:2]

''اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کام میں کسی سے تعاون نہ کرو۔''

(121) ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [بنی اسرائیل:27]

''بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔''

(122) ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ [لقمان:19]

''بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہوتی ہے۔''

(123) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:10]

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

(124) ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ [الحجرات:13]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے بڑا پرہیزگار ہے۔"

(125) ﴿لا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتكم﴾ [الحدید:23]

"جو چیز تم سے جاتی رہے اس کا غم نہ کرو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا کرے اُس پر اتراؤ نہیں۔"

(126) ﴿فاعتبروا يااولى الابصار﴾ [الحشر:2]

"اے آنکھیں رکھنے والو! اس سے سبق حاصل کرو۔"

(127) ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾ [البقرہ:156]

"ہمارا سب کچھ اللہ کے لیے ہے اور ہمیں اُسی کے پاس جانا ہے۔"

(128) ﴿يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تعلمون﴾ [الصف:2]

"اے ایمان والو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟"

(129) ﴿ولا يحيق المكر السيء الا باهله﴾ [فاطر:43]

"اور جو شخص بری چال چلتا ہے اُسے اُس کی وہ بُری چال لے ڈوبتی ہے۔"

(130) ﴿واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا﴾ [بنی اسرائیل:34]

"اور عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہونی ہے۔"

(131) ﴿ولا تمش في الارض مرحا﴾ [بنی اسرائیل:37]

"اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔"

(132) ﴿ولا تقربوا الزنى﴾ [بنی اسرائیل:32]

"اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔"

(133) ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق﴾ [بنی اسرائیل:33]

"اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے، ناحق قتل نہ کرو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(134) ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [بنی اسرائیل:36]

''اور جس بات کا علم نہ ہو، اُس کے بارے میں کچھ کہنے سے محتاط رہو، بے شک کان، آنکھ اور دل ودماغ، سب کے بارے میں باز پُرس ہونی ہے۔''

(135) ﴿إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ﴾ [بنی اسرائیل:7]

''اگر تم نے بھلے کام کیے تو اپنے ہی لیے کرو گے۔''

(136) ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [النحل:125]

''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں حکمت سے، اچھی نصیحت سے اور بحث کریں تو بہت شائستہ طریقے سے۔''

متفرقات

(137) ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [البقرہ:256]

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''

(138) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرہ:286]

''اللہ کسی پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔''

(139) ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ [البقرہ:18]

''وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، کبھی راہِ راست پر نہیں آئیں گے۔''

(140) ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران:140]

''اور ہم نے فتح وکامرانی کے واقعات کو لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(141) ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [آل عمران:185]

''ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

(142) ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [آل عمران:185]

''اور یہ دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سودا ہے۔''

(143) ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

[النساء:78]

''تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تمہیں آ کر رہے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو۔''

(144) ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرہ:249]

''اللہ کے حکم سے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے لشکروں نے بڑے بڑے لشکروں پر فتح پائی۔''

(145) ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرہ:185]

''اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔''

(146) ﴿عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ

شَرٌّ لَّكُمْ﴾ [البقرہ:216]

''ہوسکتا ہے ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اُسی میں تمہارا فائدہ مضمر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں پسند ہو مگر وہ تمہارے لیے نقصان دِہ ہو۔''

(147) ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الانعام:164]

''کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

(148) ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [یونس:36]

''گمان حق و یقین کا بدل نہیں ہوسکتا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(149) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ﴾ |ابراھیم:18

''جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا، اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ کا ڈھیر۔''

(150) ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ |یوسف:5

''شیطان ہر انسان کا کُھلا دُشمن ہے۔''

(151) ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ﴾ |یوسف:53

''انسان کا نفس تو اُسے برائی پر اُبھارتا ہے۔''

(152) ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾ |یوسف:76

''اور ہر علم والے کے اُوپر ایک بڑا علم والا موجود ہے۔''

(153) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ |الرعد:11

''بے شک اللہ کسی قوم کے ساتھ اپنا معاملہ اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے رویے میں تبدیلی نہیں کر لیتی۔''

(154) ﴿هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ |الرعد:16

''کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے؟''

(155) ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ |الرعد:19

''نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔''

(156) ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

|بنی اسرائیل:81

''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل ہے ہی مٹ جانے والی چیز۔''

(157) ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ |بنی اسرائیل:85

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(166) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ [العادیات:6]

''بے شک انسان اپنے مالک کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

(167) ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [التین:4]

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔''

(168) ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا o اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ [انشراح:5-6]

''بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

(169) ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾ [البلد:4]

''ہم نے انسان کو محنت ومشقت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

(170) ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [العنکبوت:69]

''اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے، ہم اُن پر اپنی راہیں ضرور کھولیں گے۔''

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No.
91 Babar Block, Garden Town, Lahore

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(166) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ [العادیات:6]

''بے شک انسان اپنے مالک کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

(167) ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [التین:4]

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔''

(168) ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ [انشراح:5-6]

''بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

(169) ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾ [البلد:4]

''ہم نے انسان کو محنت و مشقت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

(170) ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [العنکبوت:69]

''اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے، ہم اُن پر اپنی راہیں ضرور کھولیں گے۔''

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No.
91 Babar Block, Garden Town, Lahore

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ادارے کی دیگر اہم کتب

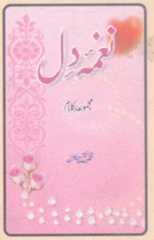

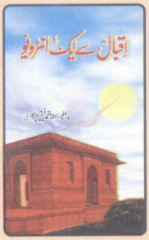

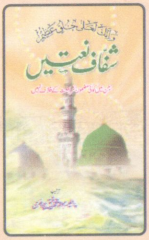

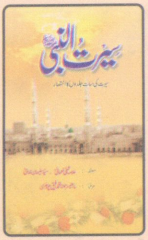

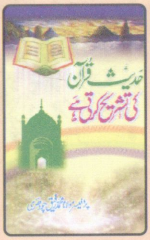

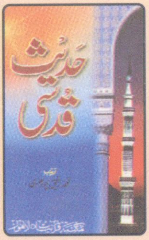

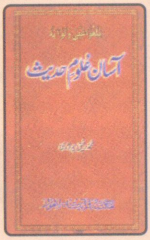

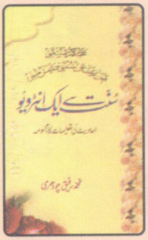

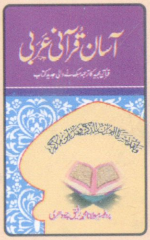

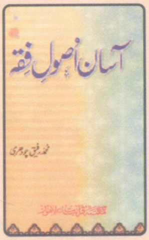

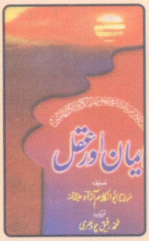

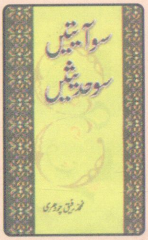

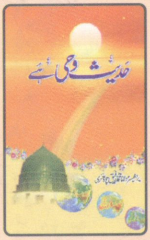

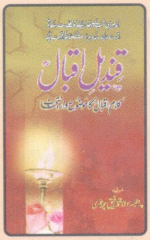

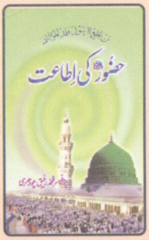

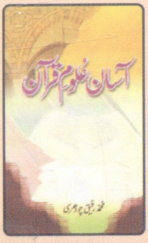

مکتبہ قرآنیات لاہور
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور